

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ!
الحمد لله رب العلمین الرحمن الرحیم!
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب: تاریخ التوارخ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف: مؤرخ شہیر و دانشمند محترم لسان الملک میرزا محمد تقی سپہر

جلد: اول

مترجم: سید کفایت حسین پیرا شہری

کمپوزنگ: سید امجد علی کاظمی

تعداد: ایک ہزار

ہدیہ:

ناشر: ادارہ تعلیم و تربیت لاہور

طبع: اول

ملنے کا پتہ

مکتبہ الرضا

8- بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ!

ناسخ التواریح

حضرت رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف: مؤرخ شہیر و دانشمند محترم لسان الملک میرزا محمد تقی سپہر

جلد: اول

مترجم: سید کفایت حسین پیرا شہری

ملنے کا پتہ

مکتبہ الرضا

8- پیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

باسمہ تعالیٰ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله النبي الكريم وآله الطيبين الطاهرين المعصومين
تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے کہ اگر وہ اپنے بندوں کو حمد و شکر کی معرفت سے محروم
رکھتا ان پیہم عطیوں پر جو اس نے دیئے ہیں اور ان پے درپے نعمتوں پر جو اس نے فراوانی سے
بخشی ہیں تو وہ اس کی نعمتوں میں تصرف تو کرتے مگر اس کی حمد نہ کرتے۔

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے کہ اس نے اپنی ذات کو ہمیں پہچھوایا اور حمد و شکر کا طریقہ
سمجھایا اور اپنی پروردگاری پر علم و اطلاع کے دروازے ہمارے لئے کھول دیئے اور توحید میں
اخلاص کی طرف رہنمائی کی اور اپنے معاملہ میں شرک و کجروی سے ہمیں بچایا۔ تمام تعریف اس
اللہ کے لئے ہے جس نے خلقت و آفرینش کی تمام خوبیاں ہمارے لئے منتخب کیں اور پاک و
پاکیزہ رزق کا سلسلہ ہمارے لئے جاری کیا اور ہمیں غلبہ و تسلط دے کر تمام مخلوقات میں برتری عطا
کی۔ چنانچہ تمام کائنات اس کی قدرت سے ہمارے زیر فرمان اور اس کی قوت و سر بلندی کی
بدولت ہماری اطاعت پر آمادہ ہے۔

تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے اپنے پیغمبرؐ کی بعثت سے ہم پر وہ
احسان فرمایا جو نہ گذشتہ امتوں پر کیا اور نہ پہلے لوگوں پر اپنی اس قدرت کی کارفرمائی سے جو کسی
شے سے عاجز نہیں ہوتی اگرچہ وہ کتنی ہی بڑی ہو۔ اور کوئی چیز اس کے قبضے سے نکلنے نہیں پاتی
اگرچہ وہ کتنی ہی لطیف و نازک ہو۔ اس نے اپنی مخلوقات میں ہمیں آخری امت قرار دیا، اور انکار
کرنے والوں پر گواہ بنایا اور اپنے لطف و کرم سے کم تعداد والوں کے مقابلہ میں ہمیں کثرت دی۔
اے اللہ! تو رحمت نازل فرما محمدؐ و آل محمدؐ پر جو تیری وحی کے امانت دار تمام مخلوقات میں
تیرے برگزیدہ، تیرے بندوں میں پسندیدہ رحمت کے پیشوا، خیر و سعادت کے پیشرو اور برکت کا
سرچشمہ تھے، جس طرح انہوں نے تیری شریعت کی خاطر اپنے کو مضبوطی سے جمایا اور تیری راہ

میں اپنے جسم کو ہر طرح کے آزار کا نشانہ بنایا اور تیری طرف دعوت دینے کے سلسلہ میں اپنے عزیزوں سے دشمنی کا مظاہرہ کیا اور تیری رضامندی کے لئے اپنے قوم قبیلے سے جنگ کی اور تیرے دین کو زندہ کرنے کے لئے سب رشتے ناطے قطع کر لئے۔ نزدیک کے رشتہ داروں کو انکار کی وجہ سے دور کر دیا اور دور والوں کو اقرار کی وجہ سے قریب کیا۔ اور تیری وجہ سے دور والوں سے دوستی اور نزدیک والوں سے دشمنی رکھی اور تیرا پیغام پہنچانے کے لئے تکلیفیں اٹھائیں اور دین کی طرف دعوت دینے کے سلسلہ میں زہمتیں برداشت کیں اور اپنے محل سکونت و مقام رہائش اور جائے ولادت و وطن سے پردیس کی سرزمین اور دور دراز مقام کی طرف محض اس مقصد سے ہجرت کی کہ تیرے دین کو مضبوط کریں اور تجھ سے کفر اختیار کرنے والوں پر غلبہ پائیں۔ یہاں تک کہ تیرا دین غالب اور تیرا کلمہ بلند ہو کر رہا۔

اما بعد! سیرت النبیؐ کے مضمون پر مشتمل اس کتاب کو ترجمہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قارئین کرام رسول خداؐ کے دور کے حالات سے آگاہ ہوں اور اس زریں دور سے ہدایت لے سکیں اور فخر کر سکیں کہ صدر اسلام کا دور جس کے رہبر و رہنما خود نبی کریمؐ کی ذات تھی کس قدر شاندار تھا اور اس زمانے میں خداوند تعالیٰ اپنے محبوب کی وجہ سے انسانوں پر کس قدر مہربان تھا کہ اس نے اپنے محبوب کی مرضی کو اپنی مرضی قرار دے دیا اور انسان جو کچھ مانگتے تھے فوراً انہیں ملتا تھا حکیم الامت نے سچ کہا تھا۔

کی محمدؐ سے وفاتوں نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اس کتاب کو ترجمہ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ پاکستان میں سیرت النبیؐ کے حوالے سے بہت کم کام ہوا ہے۔ لہذا راقم الحروف نے سوچا کہ اس حوالے سے ضرور کام ہونا چاہئے تو خداوند تعالیٰ سید امجد علی کاظمیؒ کا بھلا کرے کہ انہوں نے اس سلسلے میں ایران کے ایک مشہور و معروف اور قدیمی لکھاری موڑخ شہیر و دانشمند محترم لسان الملک میرزا محمد تقی سپہر کی سیرت

النبیؐ کے مضمون پر مشتمل کتب فراہم کیں۔ ان کتب میں رسولؐ کی ہجرت سے لے کر آپ کی شہادت تک تمام واقعات مفصل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کے والد مرحوم کو فریق رحمت کرے۔ اس کے علاوہ میں مکتبہ الرضا والوں کا بھی بے حد ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے سیرت النبیؐ کی پانچ جلدوں کو چھاپنے کی حامی بھری۔ خداوند تعالیٰ انہیں صدقہ و بوسیلہ محمدؐ آل محمدؐ جزائے خیر عطا فرمائے۔ کیونکہ آج کے اس پر آشوب دور میں دینی کاموں پر توجہ دینا بہت بڑا جہاد ہے۔ خداوند تعالیٰ ہمارے تمام مومنین کی توفیقات میں اضافہ فرمائے جو دامنِ درہمے سخنے کسی نہ کسی حوالے سے دینی خدمات انجام دیتے ہیں اور کئی اس سلسلے میں شہادت پا چکے ہیں۔ خداوند تعالیٰ انہیں جو رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ نیز دست بدعا ہوں کہ نہ صرف پاکستان بلکہ سارے عالم سے فرقہ واریت اور دہشت گردی کا خاتمہ فرمائے تاکہ انسان کسی قدر سکھ کا سانس لیں۔

آپ کا مخلص

سید کفایت حسین پیرا شہری

مترجم

۲ فروری ۲۰۰۷ء، محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

ہجرت نبوی کے پہلے سال کے واقعات

مہاجرین کا پہلا دستہ

جب قریش نے پیغمبر اسلامؐ کو قتل کرنے کی ٹھان لی:

پیغمبر اکرمؐ کے بستر پر علیؑ سو گئے:

پیغمبر اسلامؐ کی جگہ علیؑ کے سونے پر خداوند تعالیٰ نے افتخار فرمایا:

کفار قریش گھات میں:

پیغمبر اسلامؐ کا غار میں ورود مسعود:

کفار نے پیغمبر اکرمؐ کا پیچھا کیا:

داستان ہجرت میں شیعہ و سنی کا اختلاف:

غار سے مدینہ کی طرف کوچ:

ام مہجد کے گھر میں پیغمبرؐ کے معجزات:

پیغمبر اسلامؐ کے تعاقب میں سراقہ کی روانگی

مدینہ، پیغمبرؐ کے استقبال کے لئے آیا:

زبیر کی حضور اکرمؐ سے ملاقات:

مدینہ میں آپؐ کا استقبال:

نصار کے قبائل کے سرداروں نے حضورؐ سے درخواست کی:

پیغمبر اکرمؐ کا ابو ایوب کے گھر نزول اجلال:

عبدالسلام کی آنحضرتؐ سے گفتگو اور ان کا اسلام لانا:

مسجد نبوی کی بنیاد:

ماسوائے علیؑ کے مسجد سے گھروں کو کھلنے والے تمام دروازے کا بند ہونا:

خلفاء کے زمانے میں مسجد میں توسیع:

جمعہ و جماعت کا قیام:

نماز کی رکعات میں اضافہ:

حضرت فاطمہؑ کو مدینے میں لانا:

سلمان فارسیؓ کا اسلام لانا:

مہاجرین و انصار کے درمیان عقد اخوت:

رسول خداؐ کا عائشہ سے عقد اور رخصتی:

مدینہ میں مہاجرین کی بیماری:

آذان و اقامت کا آغاز:

بھیڑے کی گفتگو:

عاشوراء کے روزے کی فرضیت:

براء بن معرور کی وفات:

اسعد بن زرارہ کی وفات:

عثمان بن مظعون کی وفات:

کثوم بن ہدم کی وفات:

ولید بن مغیرہ کی ہلاکت:

عبداللہ زبیر کی ولادت:

یحییٰؑ کی یہودیوں سے صلح:

آنحضرتؐ کی زبانی امیر المومنین کی وزارت کا تذکرہ:

حکیم حارث بن کلدہ کا ظہور (ہجری قمری):

انوشیروان کی حکیم حارث بن کلدہ سے بات چیت:

حارث بن کلدہ کا مریض عشق کا علاج کرنا:

مازدران کی بیہوشی:

مازدران کے شہروں کی بنیاد:

مازدران کے بادشاہ:

کلوتر دوم

فرانسیسی بادشاہ ۱ ہجری قمری

شیخیرآخرا زمان محمد مصطفیٰ کے واقعہ و آثار کا تذکرہ

تحویل قبلہ:

تحویل قبلہ کے بارے میں مشرکین اور یہودیوں کا اعتراض:

یہود کے اعتراض پر آنحضرتؐ کا جواب:

حضرت فاطمہؑ کی حضرت علیؑ سے شادی:

فاطمہؑ کے لئے جہیز کی خریداری:

شادی کا ولیمہ:

فاطمہؑ کو علیؑ کے گھر پہنچانا:

ماہ رمضان کے روزے کا وجوب:

کفار کے ساتھ جہاد کا وجوب:

رسول خداؐ کے غزوات کی تعداد:

لشکر کے کمانڈروں کو آپؐ کی وعظ و نصیحت:

غزوات میں مسلمانوں کے نعرے:

غزوہ ابوا کا ذکر:

سریہ حمزہ:

سریہ ابو عبیدہ:

غزوہ بواط:

غزوہ ذوالعشیرہ:

حضرت علیؑ کو ابوتراب کی کنیت عطا ہوئی:

پہلا غزوہ بدر:

سریہ عبداللہ بن جحش:

غزوہ بدر کبریٰ:

بدری لشکر کے نام:

دو لشکروں کی صف آرائی:

لڑائی کی ابتدا:

جنگ بدر کی فتح پر نجاشی کا جشن منانا:

مل بدر کی فضیلت:

یہودی عصماء کا قتل:

غزوہ بنی قریظہ:

غزوہ سویق:

غزوہ قرقرہ الکذر:

منظوموں کے بیٹے عثمان کی وفات:

امام حسنؑ کی ولادت:

ابوعصفک یہودی کا قتل:
کولار کی خان کا ظہور
دوسری صدی ہجری، مملکت ترکستان و تبت:
تیسری ہجری قمری کے واقعات:
سریہ قردہ:
کعب بن اشرف کا قتل:
یہودی حویصہ کا اسلام لانا:
ابورافع یہودی کا قتل:
غزوہ نجران:
غزوہ احد:
رسول خدا کے ہاتھوں ابی ابن خلف کا قتل:
بخیر کی پیشانی مبارک کا ٹوٹنا:
سعد بن ابی وقاص کی جنگ:
قتاد کا واقعہ اور اس کی آنکھ کا شفا پانا:
وہاب بن قابوس کی شہادت:
حارث ابن جحش اور ذکوان کی شہادت:
امیرم اور چند دوسرے اصحاب کی شہادت:
حمزہ بن عبدالمطلب کی شہادت:
وحشی کی سوانح حیات:
مسلمانوں کا فرار اور بخیر کی استقامت:

ساختوارتخ

ہجرت نبوی کے پہلے سال کے واقعات

حضرت آدم کے سقوط سے ہجرت نبوی کا درمیانی فاصلہ چھ ہزار سو سو سال ہے اور ہجرت کے سال کو سنۃ الاذن بالرحیل کہا جاتا ہے مدینہ والوں نے شہر مکہ کے مقام عقبہ میں پیغمبر اکرم کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ سے یہ وعدہ کیا کہ اگر آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں تو آپ کی، اپنی جانوں سے بڑھ کر حفاظت کریں گے اور جو چیز اپنے لئے پسند نہیں کریں گے وہ آپ کے لئے بھی نہیں پسند کریں گے۔

یہ معاہدہ طے پایا اور اس کے ساتھ مدینہ والے اپنے شہر کو واپس لوٹ گئے تو اس اثناء میں مکہ والوں کو اس معاہدے کی بھٹک پڑ گئی جس کی وجہ سے، ان کے دلوں میں جو کینہ تھا اس میں مزید اضافہ ہوا جس کی وجہ سے آنحضرت اور آپ کے ساتھیوں کا مکہ میں مزید قیام نہایت ہی مشکل ہو گیا اور وہ آپ کی جان کے درپے ہو گئے۔

لہذا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو وہاں سے ہجرت کی اجازت دے دی اور فرمایا میں نے آپ کے ہجرت کے مقام کو دیکھا ہے یہ ایک سرسبز و شاداب علاقہ ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔

میرا خیال ہے کہ وہ سرزمین تہامہ یا ہجر ہے (تہامہ: حجاز سے نجد تک کی سرزمین کو تہامہ

کہا جاتا ہے اور حجاز کی وجہ تسمیہ یہ ہے چونکہ یہ سرزمین تہامہ اور نجد کے درمیان حجاز ’’ ایک دیواری مانند‘‘ ہے لہذا اسے حجاز کہا جاتا ہے۔ اور ہجر کے گھوڑے کی شکل کا مدینے کے نواح میں ایک دیہات کا نام ہے)۔ البتہ یہ سرزمین مدینہ ہی میں واقع تھی۔

مہاجرین کا پہلا دستہ

سب سے پہلے مصعب بن عمیر نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور اس کے بعد ابن مکتوم، عمار یاسر، بلال اور سعد بن ابی وقاص مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر اس کے بعد عباس بن ابی ربیعہ اور طلحہ بن عبید اللہ و صہیب اور زید بن حارثہ اور ابو مرث اور کنان بن الحصین اور اس کا بیٹا مرشد اور انس اور ابو کبشہ و عبیدۃ بن الحارث اور اس کا بھائی طفیل اور حصین اور مسطح بن اثاثر و سہیل بن سعد و عبدالرحمن بن عوف و زہر بن العوام و ابوسیرۃ و ابوحنیفہ بن عتبہ اور ان کا آقا، سالم و عتبہ بن غزو ان نے کوچ کیا اور بعض راویوں کا قول ہے کہ سب سے پہلے مہاجر ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی ہیں جنہوں نے حبشہ سے مکہ واپسی اختیار کی اور پھر مدینہ روانہ ہو گئے۔

صحیح بخاری میں رقم ہے کہ ابو بکر نے رسول خدا سے عرض کی: میرا خیال ہے میں مدینے چلا جاؤں تو آنحضرتؐ نے فرمایا: تم (فی الحال) ادھر ہی ٹھہرو کیونکہ ہو سکتا ہے میں خود بھی اس طرف جاؤں۔

فرزند ابو قحافہ کا خواب:

ابو قحافہ کے بیٹے نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے چاند بطحا کی سرزمین پر اتر آیا اور شہر مکہ میں داخل ہو گیا۔ اس نے اس سرزمین کو روشن کیا۔ پھر ایک مرتبہ آسمان کی طرف گیا اور وہاں سے مدینے کی سرزمین پر اتر گیا۔ اور اس نے اس سرزمین کو روشن کر دیا۔ وہاں سے پھر ایک مرتبہ ستاروں کی ایک فوج کے ساتھ اٹھا اور دوبارہ مکے آیا اور اس نے مکہ کو روشن کیا۔ صرف یہ کہ ۳۶۰ گھر اور ایک دوسری روایت کے مطابق ۴۰۰ گھر تار یک رہ گئے اور پھر وہاں سے اٹھا، مدینے چلا گیا اور اس جگہ زمین پھٹی اور چاند اس کے اندر داخل ہو گیا۔ فرزند ابو قحافہ اس خواب سے سخت

متعجب ہوئے اور چونکہ خواب کی تعبیر کے ماہر تھے سمجھ گئے کہ یہ چاند رسول خدا کی ذات گرامی ہے جو مکہ سے مدینے گئے اور وہاں سے اصحاب کے ساتھ فتح مکہ فرمایا، پھر عائشہ سے عقد فرمایا اور دوسرے جہان کی طرف رحلت فرما گئے۔

جب قریش نے پیغمبر اسلام کو قتل کرنے کی ٹھان لی:

جب مکہ کے مشرکوں نے دیکھا کہ پیغمبر اکرم کے اصحاب آہستہ آہستہ مدینے کی طرف ہجرت کر رہے ہیں تو انہیں اندیشہ ہوا کہ ایک دن پیغمبر اکرم بھی مدینے کی طرف ہجرت کر جائیں گے اور اس طرح وہاں کے باسیوں کو ساتھ ملا کر مکہ پر حملہ آور ہونگے اور پھر ان کی شامت آجائے گی لہذا کیوں نہ انہیں یہیں قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کے چالیس عقلمند ترین افراد دارالندوہ میں اکٹھے ہوئے۔ آپس میں صلاح و مشورہ کیا اور پھر محلہ بنی ہاشم کی طرف روانہ ہو گئے۔ انہوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کیا اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ اس دوران شیطان بھی ایک معمر انسان کی شکل میں وہاں آدھمکا۔ یہ اسے کہنے لگے تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور یہاں کیوں آئے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں نجد یوں کے ایک قبیلے سے ہوں۔ تمہارا اجتماع مجھے بہت پسند آیا لہذا سوچا کہ کیوں نہ اس خوبصورت محفل میں، میں بھی شریک ہو جاؤں۔ میں تمہاری عقل و فراست کی داد دیتا ہوں تمہارے ضمیر کی جب بھٹک پڑی تو سوچا کہ کیوں نہ میں بھی تمہارا ہاتھ بٹاؤں اور تمہارے کام آؤں تمہارے اس نیک کام میں، میں بھی حصہ ڈالنا چاہتا ہوں اگر نہیں چاہتے تو ابھی چلا جاتا ہوں۔

قریش کہنے لگے: بابا! ادھر ہی ٹھہر۔ تو ہمیں اچھا انسان نظر آتا ہے تیرے ٹھہرنے پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ پس انہوں نے مکالمہ شروع کیا۔ پہلے ابو جہل نے کہا: جو انو! ہم حرم (کعبہ) کے وارث تھے اور تمام قبائل ہمارا احترام کرتے تھے کہ محمد نے ہمارے درمیان سے سر نکالا جس کی وجہ سے آج دنیا ہمیں بے وقوف اور پاگل قیاس کرنے لگی ہے۔ اس نے ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہا اور ہمارے جوانوں کو درغلا یا اور اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ

ہمارے آباؤ اجداد آگ میں جل رہے ہیں۔ اب تم بتاؤ اس سے بڑا المیہ کیا ہوگا؟ میں تو ایسی باتوں کو مزید برداشت نہیں کر سکتا لہذا میرا مشورہ یہی ہے کہ تم میں سے کوئی بہادر خفیہ طور پر اس کا کام تمام کر دے۔ تاکہ قریش اس کے شر سے نجات پائیں۔ اگر بنی ہاشم اس کا خون بہا مانگیں تو دیت دے کر ان سے جان چھڑالیں گے لیکن کم از کم موجودہ مصیبت سے تو جان چھوٹ جائے گی۔

معمرنجدی بولا: اباالحکم! آپ کی یہ سوچ اور رائے ٹھیک نہیں۔ کیونکہ بنی ہاشم قصاص ضرور لیں گے اور تم میں سے کون ایسا ہے جو اپنی جان کی بازی لگا سکتا ہو۔ تمہاری مراد بردار لاسکتا ہو۔ یہ سننا تھا کہ ابو جہل وہ ہیں چپ ہو گیا۔

اب ابوالختری بن ہشام، عاص بن وائل، امیہ بن خلف اور ابی بن خلف نے زبان کھولی اور یوں کو یا ہوئے۔ صحیح مشورہ ہے کہ آؤ سب مل کر اسے گرفتار کر لیتے اور کسی جگہ نظر بند کر دیتے ہیں۔ اسے روشن دان سے کھانا و پانی دیتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ وہ ہیں جان دے دے۔

بوڑھا نجدی بولا: یہ مشورہ تو اس سے بھی ناقص ہے کیونکہ آخر ایک نہ ایک دن بنی ہاشم اس کا سراغ لگالیں گے اور تمہارے ساتھ جنگ و جدال پرا تر آئیں گے۔ اگر ان سے پھر بھی رہا نہ ہو سکا تو وہ حج کے موسم میں دوسرے قبائل کی مدد لے لیں گے اور اس طرح تمہاری ساری سیکم ناکام ہو جائے گی۔

اس پر وہ بھی خاموش ہو گئے اور عتبہ و شیبہ اور ہشام بن عمر اور ابوسفیان نے گفتگو کا آغاز کیا اور کہا: سب سے بہترین مشورہ یہ ہے کہ آؤ سب مل کر محمدؐ کو پکڑتے ہیں اور اسے ایک سرکش اونٹ پر بٹھاتے اور اس کے پاؤں اونٹ سے باندھ کر اونٹ کو صحرا و بیابان میں چھوڑ دیتے ہیں اس طرح اونٹ اسے کہیں نہ کہیں گرا دے گا اور اس طرح ہماری جان اس سے چھوٹ جائے گی۔ اور اگر پھر بھی وہ بچ گیا تو جب وہ واپس آئے تو جو نبی وہ تبلیغ کرے تو سب مل کر اسے مار ڈالو۔

پھر بوڑھا نجدی بولا: یہ مشورہ بھی صحیح نہیں۔ تمہیں تو اس کی شیریں بیانی معلوم ہی ہے۔ وہ اپنی میٹھی باتوں سے سب کو رام کر لے گا سب اس کے گرد اس طرح جمع ہو جائیں گے جس طرح شمع کے گرد پروانے ہوتے ہیں۔ اس طرح تو تمہارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔

قریش کہنے لگے: یہ بزرگ تو بہت سیانے اور عقل کے دانے ہیں کیوں نہ انہیں صدر مجلس بنائیں اور ان کی توقیر بڑھائیں۔ لہذا شیطان کو مرکزی مقام پر بٹھا دیا گیا۔ اس وقت ایک بار پھر ابو جہل ان سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا: میرا خیال یہ ہے کہ ہر قبیلے سے ایک بہادر کا انتخاب کرتے ہیں اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک تلوار دے دیتے ہیں تاکہ وہ سب مل کر اس کا خاتمہ کر ڈالیں اس طرح جب اس کی اجتماعی خوزیری ہوگی تو بنی ہاشم تمام قبائل سے لڑائی نہ کر سکیں گے۔ اور انہیں ناچار صلح کرنا پڑے گی اور جب صلح کے لئے مذاکرات ہوں گے تو بات آ کر دیت پر ٹھہرے گی اس طرح ہم سب مل کر انہیں خون بہا ادا کر کے اپنی جان چھڑالیں گے۔

بوڑھے نجدی نے اس مشورے پر انہیں داد دی اور ان کی بہت تعریف کی۔ پس انہوں نے اسی مشورے پر اکتفا کیا اور اپنے کردار کو عملی جامہ پہنانے کے لئے چل پڑے۔ ادھر خداوند تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ کو اس آیت کے ذریعے اطلاع دی۔

”وَإِذْ يَبُكُ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُنْفِئَهُمْ كَذِبُكَ أَذِيقُهُمْ عَذَابَ جَهَنَّمَ وَيَكْفُرُوا بِاللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ مُّهِيمٌ“ (سورہ انفال آیہ ۳۰)

اور اے رسولؐ اس وقت کو یاد کرو جبکہ کفار تم سے چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا نکال دیں وہ تو اپنی چال چل رہے تھے اور خداوند تعالیٰ بدلہ لینے پر آمادہ تھا اور اللہ سب سے بہتر بدلہ لینے والا ہے۔

اور خداوند تعالیٰ قول ہے: ”أَمْ يَكْفُرُونَ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ أَنْزَلْنَاهَا بِالْحَقِّ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ“ (سورہ طور۔ آیت ۳۰)

اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے جس کے بارے میں ہم زمانہ کی گردش کا انتظار کرتے

ہیں؟

جبرائیل خدا کا یہ پیغام لائے ”ان اللہ یا مرکباً لہجر“، یعنی آج رات اپنے سونے کی جگہ ترک کر دو اور صبح ہوتے ہی مدینے کی طرف کوچ کر جاؤ۔ سورج ڈھل چکا تھا۔ کفار قریش اپنے منصوبے کے مطابق ہتھیار سجا کر آپ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور پھر آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ وہ اس انتظار میں گھات لگا کر بیٹھ گئے اور جو نبی آدھی رات ہو اور پیغمبر اکرم پر نیند کا غلبہ ہو تو وہ گھر میں داخل ہو کر آپ پر ٹوٹ پڑیں اور اپنے مشن کی تکمیل کر ڈالیں۔

پیغمبر اکرم کے بستر پر علی سو گئے:

چونکہ رسول خدا پہلے سے ان کے منصوبے سے آگاہ تھے لہذا حضرت علی سے فرمایا: آج رات مشرکین قریش میرے خلاف برا ارادہ کر کے آئیں گے لہذا میں ابھی اس گھر سے نکل جاتا ہوں اور آپ میرے بستر پر میری سبز کلمی اوڑھ کر سو جائیں تاکہ کفار کے جاسوس یہ سمجھیں کہ میں یہاں سویا ہوں اور وہ صبح تک گھر کے باہر گھات لگائے بیٹھے رہیں گے تو اتنے میں میں مدینے سے ہجرت کر جاؤں گا۔ آپ نے اپنی امانتیں بھی حضرت علی کے سپرد کر دیں اور فرمایا انہیں ان کے مالکوں تک پہنچا کر میرے پیچھے آ جانا۔ یہ فرماتے ہی آپ نے سورہ ایس ”وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا ۖ وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا ۖ فَأَغْشَيْنَا فُؤَادَهُمْ فَهُمْ لَا يَبْصُرُونَ“ (سورہ ایس - آیہ ۸)

”اور ہم نے ان کے آگے سے بھی ایک دیوار بنا دی ہے اور ان کے پیچھے سے بھی ایک دیوار، پھر اوپر سے ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے کہ وہ اب کچھ نہیں دے سکتے۔“

تک تلاوت فرمائی اور مٹھی بھر خاک لے کر کفار قریش کی طرف شاہت الوجوہ کہتے ہوئے پھینکی اور چل پڑے۔ آپ ان کے پاس سے گزرے لیکن کوئی آپ کو دیکھ نہ سکا۔ ادھر علی نے پختہ ارادہ کر لیا کہ آج پیغمبر اکرم پر جان قربان کر دوں گا آپ سبز اوڑھنی لے کر نبی اکرم کے بستر پر آرام فرما ہو گئے۔

پیغمبر اسلام کی جگہ علی کے سونے پر خداوند تعالیٰ نے افتخار فرمایا:

اس دوران (خداوند تعالیٰ) جلال کے پردوں سے جبرائیل اور میکائیل سے اس طرح

خطاب ہوا میں نے تمہارے درمیان برادری قائم کی ہے اب میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے کون ہے جو دوسرے پر اپنی جان قربان کر دے؟

انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنی زندگی پیاری ہے لہذا ہم دوسرے کے لئے اپنی زندگی قربان کرنے پر تیار نہیں۔ خطاب ہوا: کیا تم اعلیٰ جیسے نہیں بننا چاہتے؟
دیکھو! اس نے محمدؐ پر اپنی جان قربان کر دی اور وہ محمدؐ کی جگہ سویا ہوا ہے۔ ابھی فوراً جاؤ اور دشمن کے محاصرے میں اس کی حفاظت کرو۔

پس یہ دونوں اتر آئے میکائیل پاؤں اور جبرائیل سر کی طرف آ کر کھڑا ہو گیا۔ ”سبح
سبح لمن مثلك؟ یا بنی ابی طالب! یا بنی اللہ!.....!“

یا اعلیٰ! آپ جیسا کون ہے کہ خداوند ملائکہ کے درمیان فخر کر رہا ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ”وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ مُرْتُوِفٌ بِالْعِبَادِ“ (سورہ بقرہ آیت ۲۰۳)

”اور آدمیوں میں سے ایسا (بھی) ہے جو رضائے خدا حاصل کرنے کے لئے اپنے نفس کو فروخت کرتا ہے اور اللہ کل بندوں پر بہت ہی مہربان ہے“
کفار قریش گھات میں:

جب پیغمبر اسلامؐ قریش کے هجوم سے نکل گئے تو ایک شخص قریش کے پاس آیا اور ایک روایت کے مطابق وہ شیطان تھا اس نے قریش سے پوچھا کس کے انتظار میں گھات لگائے بیٹھے ہو۔ کہنے لگے محمدؐ کے لئے بیٹھے ہیں۔ وہ تو تمہارے درمیان سے نکل کر چلا گیا ہے اور تمہیں پتہ ہی نہیں چلا دیکھو اس نے تمہارے سروں پر مٹی بھی ڈالی تھی۔ اب جب انہوں نے اپنے سروں کو کھجایا تو واقعی ان کے سروں پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔

یہاں نہایت دلچسپ بات یہ ہے کہ کہا جاتا ہے جس جس کے سر پر آنحضرتؐ کی وہ خاک پڑی وہ جنگ بدر میں مارا گیا۔ وہ یہ تھے۔ ابو جہل، حکم بن ابی العاص، عقبہ بن ابی معیط، نضر

بن الحارث، امیہ بن خلف، ابن صیطلہ، طلحہ بن عدی، عتبہ، شیبہ، ابی بن خلف اور حجاج کے بیٹے بینو
منیہ۔

مختصر یہ کہ جب انہوں نے سنا کہ پیغمبر اسلام چلے گئے ہیں تو اٹھے اور گھر کے روشن دان
کو دیکھ کر رونے لگے۔ لیکن جب انہوں نے روشن دان سے اندر دیکھا تو کسی کو محمدؐ کے بستر پر سویا
ہوا پایا۔ انہیں یقین ہو گیا کہ ہونہ ہو یہ محمدؐ ہیں اور ہمیں اس شخص نے دھوکہ دیا ہے۔ ان میں سے
ایک نے کہا ٹھہرو جب صبح محمدؐ نماز کے لئے اٹھے گا تو دن دھاڑے محمدؐ کو ہم سب مل کر قتل کر
ڈالیں گے تا کہ اس طرح بنی ہاشم کے علم میں بھی یہ بات آ جائیگی کہ تمام قبائل نے مل کر محمدؐ کو قتل
کیا ہے۔ اس طرح یہ بلوہ ہوگا۔ اور بنی ہاشم سب سے انتقام تھوڑا ہی لے سکیں گے۔ ابو لہب نے کہا:
اس گھر میں محمدؐ کے علاوہ بھی میرے قبیلے کا کوئی ہے لہذا میں نہیں چاہتا کہ محمدؐ کی وجہ سے دوسروں
کے آرام میں دخل اندازی کروں۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ آخر کار انہوں نے اندر داخل ہونے
کا فیصلہ کر لیا۔ اس سے پہلے انہوں نے چند پتھر اندر پھینکے۔ اب علیؑ نے سراٹھا کر آواز دی۔ تم
کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو۔ انہیں پتہ چل گیا کہ یہ آواز محمدؐ کی نہیں۔ اب انہوں نے محمدؐ
کے بارے میں سوال کیا۔

آپؐ نے فرمایا: کیا تم انہیں میرے حوالے کر گئے تھے جو اب مجھ سے پوچھتے ہو۔ تم
نے انہیں یہاں برداشت نہیں کیا لہذا وہ خود ہی کوچ کر گئے۔

سراقہ بن مالک مخزومی نے کہا: چلو محمدؐ تو نہیں علیؑ تو ہے اسی کا صفایا کر دیتے ہیں۔
ابو جہل کہنے لگا۔ اس بیچارے سے کیا لینا اسے تو محمدؐ نے اپنا دیوانہ کر رکھا ہے۔ علیؑ نے فرمایا:

”یا ابا جہل بل اللہ قد اعطانی من العقل ما لو قسم علی
جميع حمقاء الدنيا و مجانیہا، لصاروا به عقلاء، و من القوة مالو
قسم علی جميع، ضعفاء الدنيا لصاروا به اقویاء، و من الشجاعة مالو
قسم علی جميع، جبئاء الدنيا، لصاروا به شجعاناً، و من الحليم مالو

قسم علی جمیع، سفہاء الدنیا، لصاروا بہ حلما“

اے ابو جہل، میرے ساتھ اس طرح کلام مت کرو۔ خدا کے فضل سے اگر میرے عقل کو تمام دنیا کے دیوانوں پر تقسیم کیا جائے تو وہ دانشمند ہو جائیں اور اگر میری طاقت کو تمام ضعیفوں پر تقسیم کیا جائے تو وہ ضعیف طاقتور اور بہادر ہو جائیں۔ اور اگر میرے حلم کو تمام احمقوں اور کم عقلوں پر تقسیم کریں تو وہ ہمدرد اور باوقار ہو جائیں۔

جان لو کہ اگر آج مجھے رسول خدا کی طرف سے جنگ کی اجازت ہوتی تو تم میں سے ایک بھی زندہ واپس نہ جاتا۔ زمین و آسمان نے محمدؐ سے کہا تھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان کا کچھ نکال دیں لیکن آنحضرتؐ نے اجازت نہیں دی اس لئے کہ شاید تم میں سے کوئی مسلمان ہو جائے یا تمہاری نسل میں سے کوئی مسلمان ہو جائے۔

ابو الجحش نے جب یہ بات سنی تو تلوار نکال کر حملے کے لئے لپکا جو نبی اس نے حملہ کرنا چاہا تو دنیا کی کیفیت کو بدلا ہوا پایا۔ دیکھا کہ زمین پھٹ پڑی ہے اور اسے نگلنا چاہتی ہے اور آسمان سر پر آ گیا ہے۔ اس قدر وحشت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو گیا۔

ابو جہل نے کہا: ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ یہ بے ہوش محمدؐ کی کرامت اور علیؑ کے خوف سے نہیں ہوا بلکہ اس کا بلڈ پریشر بڑھ گیا تھا۔ اس پر وہ اسے اٹھا کر اپنے ساتھ لے آئے اور آنحضرتؐ کو ڈھونڈنے لگ گئے۔

اس موقع پر علیؑ نے یہ شعر کہے۔

وقیت نفسی خیر من وطی الجحشی	ومن طاف بالبیات العتیق وبالبحر
رسول الہ خاف ان یمکرو بہ	فجناہ ذوالطول الالہ من المکر
فیبات رسول اللہ فی الغار امننا	موقی وفی حفظ الالہ وفی ستر
اقام مثلنا ثم زمت قلائص	قلائص تفرین الجحشی لہ نما تفری
وبت ارا عینہم وما یشہونی	فقد وطمت نفسی علی القتل والاسر

پیغمبر اسلام کا غار میں ورود مسعود:

پیغمبر اسلام بعثت کے تیرھویں سال ربیع الاول کے مہینے جمعرات کو جب آدم صلی اللہ کو زمین پر آئے چھ ہزار دو سو سولہ ستمی سال ہو چکے تھے آپ نے غار ثور کی طرف پشتہدی فرمائی۔ آپ نے نعلین مبارک نکال کر ہاتھ میں لے لئے اور پاؤں کی انگلیوں کے بل چلنا شروع کیا تھا کہ آپ کے پاؤں کے نشانات زمیں پر نہ لگیں۔ جس کے نتیجے میں آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ آپ اس سختی سے غار تک پہنچ کر اس میں وارد ہوئے۔ اتنے میں غار کے اندر ابو بکر سخت گھبرا گئے انہیں پریشانی نے بے قرار کر دیا۔ رسول خدا نے فرمایا: ”لا تخزن ان اللہ معنا“ (سورہ توبہ آیہ ۴۰) اے ابو بکر! مت گھبرائیے خدا ہمارے ساتھ ہے۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کے لئے غار کے دھانے پر شاخوں والا درخت اُگا دیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس غار کے سامنے ایک درخت تھا رسول خدا نے اسے اپنی طرف بلایا تو وہ چلا آیا اور غار کے دھانے پر آ کر کھڑا ہو گیا اس کے بعد جنگلی کبوتروں کا ایک جوڑا آیا اور انہوں نے گھونسل بنا کر اس میں انڈے دیئے اور عنکبوت نے غار پر گہرا جال بن کر اس پر جال کی ایک چادر چڑھا دی۔

کفار نے پیغمبر اکرمؐ کا پیچھا کیا:

جب کفار نے آپ کو ان کے گھرنہ پایا تو مایوسی کے عالم میں ہر طرف دوڑنے لگے پہلے وہ ابو قحافہ کے گھر آئے۔ اسماء ذات الطاقین باہر آئیں تاکہ یہ معلوم کریں کہ وہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ ابو جہل نے پوچھا: آپ کے والد کہاں ہیں؟ کہا مجھے معلوم نہیں: اس نے اتنا سخت تھپڑ مارا کہ آپ کے گوشوارے زمین پر جا پڑے۔ وہ وہاں سے چلا گیا اور کہنے لگا۔ مکے میں منادی کر دو: جو کوئی محمد گولائے یا ہمیں ان کی اطلاع دے۔ ہم اسے سوا دنٹ انعام دیں گے۔ اس زمانے کے مشہور معروف کھوجی ابو کرز خزامی کو بلا کر اسے آپ کے پاؤں کے نشانات کی کھوج پر لگایا گیا اور قریش کے نبرد آزماؤں نے جنگی ہتھیار اپنے جسم پر سجائے اور آپ کی تلاش میں گھروں

سے نکل پڑے۔ ابو کرز نے آپ کے ایک نقش پا کو دیکھا تو کہا، قدموں کے یہ نشانات حضرت ابراہیم کے قدموں سے بہت مشابہ ہیں۔ جو حرم کے ایک پتھر پر لگے ہیں۔ اس طرح وہ کھوج لگاتے ہوئے غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ ابو کرز نے کہا: آپ کا مطلوبہ اس غار سے آگے نہیں گیا۔ ابو بکر نے جب غار کے اندر یہ جملہ سنا تو پریشانی کے عالم میں بے قرار ہو گئے۔ رسول خدا نے فرمایا: پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ”ما ظنک بائین اللہ والعیما“ تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خدا خود ہے۔ لیکن ابو بکر کا اضطراب کسی طرح بھی دور نہیں ہو رہا تھا۔ جس کی طرف خدا نے قرآن مجید میں اس طرح اشارہ فرمایا ہے۔

”إِنَّا تَخَصَّرُوا ذُو الْقَعْدِ نَصْرَ اللَّهِ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذْ فَكَّرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ“ (سورہ توبہ۔ آیت ۴۰)

یعنی اگر تم پیغمبر کا ساتھ نہیں دیتے ہو تو خدا خود اس کا ساتھ دیتا ہے جبکہ وہ دو تھے تو کافروں نے انہیں نکال باہر کیا۔ اس وقت دونوں غار میں تھے کہ آنحضرت نے اپنے ساتھی سے فرمایا! مت ڈرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ”فَاذْكُرُوا اللَّهَ الَّذِي تَسْتَكِينُونَ عَلَيْهِ وَإِيَّاهُ يُخَوِّدْكُمْ مِمَّا رَزَقَكُمْ“ (سورہ توبہ)

”پس خدا نے ان پر (رسول پر) اپنی تسکین نازل فرمائی اور ایسے لشکروں (فرشتوں کے لشکر) سے ان کو مدد پہنچائی جن کو (فرشتوں) تم نے نہیں دیکھی“

”وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةَ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا“ (سورہ توبہ)

”اور ڈرنے دھمکانے سے کفار کے حوصلے پست ہو گئے اور خدا کا وعدہ اور خدا کی بات اونچی رہتی اور غالب آتی ہے“

اور جب رسول خدا نے ابو بکر کی پریشانی ملاحظہ فرمائی تو فرمایا! اے ابو بکر! غار کے اس کونے کی طرف دیکھو۔ جب ابو بکر نے نگاہ کی تو دیکھا کہ ایک سمندر تھا اور اس کے اندر ایک کشتی تیار کھڑی تھی۔ جو نہی یہ منظر دیکھا تو ڈھارس بندھی کہ اگر دشمن غار کے اندر آگئے تو اس کشتی میں

سوار ہو کر سمندر کو عبور کر جائیں گے۔ جب کفار غار کے نزدیک ہوئے تو کبوتر پھڑپھڑائے اور انہوں نے عنکبوتوں کے غار کو دیکھا۔ کہنے لگے۔ چلو اس غار کے اندر جا کر دیکھتے اور انہیں تلاش کرتے ہیں۔ امیہ بن خلف کہنے لگا یہ جال تو عنکبوت نے محمدؐ کی ولادت سے پہلے کا بنایا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ میں جتنے کبوتر ہیں وہ ان دو کبوتروں کی نسل سے ہیں اور عنکبوت کی شان میں کہا گیا ہے کہ وہ خدا کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے لہذا ان کے مارنے سے منع کیا گیا ہے۔

تاریخ التواتر کے مآخذ:

اس تاریخ کے راقم نے شیعہ و سنی دونوں روایتوں کو مد نظر رکھا ہے۔ اگر کہیں اثناء عشری امامیہ کے عقیدے کے خلاف کوئی بات ہو تو اسے بھی لکھا گیا ہے۔ یہاں تک جو کچھ بھی لکھا گیا ہے سنی اور شیعہ کی مشترکہ روایات سے ہے۔ حضرت علیؑ کی شان میں جو روایت ہے اس پر بھی شیعہ و سنی دونوں متفق ہیں۔ لیکن بعض شیعہ نے ایک دوسری روایت کو بھی نقل کیا ہے وہ یہاں رقم کی جاتی ہے۔

داستان ہجرت میں شیعہ و سنی کا اختلاف:

کہا جاتا ہے کہ جب پیغمبر اسلامؐ ہجرت کی رات اپنے گھر سے روانہ ہوئے تو حضرت علیؑ کی بہن ام ہانی کے گھر گئے اور صبح سویرے وہاں سے غار ثور کی طرف چل پڑے اور حضرت ابو بکرؓ نہیں راستے میں ملے جب کہ حضرت ابو بکر کے ہمراہ ہند بن ابی ہالہ بھی تھیں۔ اور پیغمبر اسلامؐ نے اس ڈر سے کہ کہیں حضرت ابو بکر ان کی ہجرت کی بات لوگوں میں مشہور نہ کر دیں اور کوئی فتنہ نہ پیا ہو انہیں اپنے ہمراہ لے لیا اور ہند بن ابی ہالہ کو واپس بھیج دیا۔ اور یہ کہ حضرت ابو بکر کی بے چینی ختم نہیں ہو رہی تھی اور پیغمبر اسلامؐ انہیں جتنا اطمینان دلاتے تھے اس کا ان پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ یہاں اس بات کو وہ ان کے ایمان کی کمزوری اور بے یقینی پر حمل کرتے ہیں۔ اور یہ آیت جس میں خدا سے پیغمبرؐ پر تسکین نازل فرمائی۔ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ابو بکر ایمان نہ لائے تھے۔ وگرنہ وہ

اس تشفی میں شامل ہوتے۔ کیونکہ جہاں کہیں خدا نے تسلی کی آیت نازل فرمائی ہے وہاں اپنے پیغمبر کو بھی شریک کیا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ابو بکر کی پریشانی اس وقت تک دور نہیں ہوئی جب تک پیغمبر اسلام نے اپنا ایک پاؤں پھیلا نہیں دیا جس سے سمندر کی جانب ایک دروازہ کھل نہیں گیا اور کشتی آ نہیں گئی۔ پس فرمایا! اے ابو بکر! اگر کفار غار کے سوراخ سے اندر آگئے تو ہم اس دروازے سے کشتی میں بیٹھ کر سمندر کے اس پار چلے جائیں گے۔ پھر کہیں جا کر ابو بکر کی پریشانی دور ہوئی۔ کہتے ہیں حضرت علی تین دن ان کے لئے غار میں کھانا لے جاتے رہے اور تیسرے دن ان کے لئے تین اونٹ اور ایک گائڈ لے کر آئے اور انہیں وہاں سے روانہ کیا۔ آئیے اب دوبارہ داستان کا رخ کرتے ہیں۔

غار سے مدینہ کی طرف کوچ:

آنحضرتؐ نے تین راتیں غار ثور میں بسر فرمائیں اور تیسری رات کی صبح عبداللہ بن ارقطہ دہلی، آپؐ کے فرمان کے مطابق اونٹوں کو غار کے پاس لے آیا اور عامر بن فہیرہ بھی وہاں آ گیا۔ ایک پر پیغمبر اسلام سوار ہوئے اور حضرت ابو بکر کے اونٹ کو اپنی سواری کی قطار میں قرار دیا۔ جبکہ عامر اور عبداللہ دونوں کی ایک دوسرے اونٹ پر سوار ہو کر سمندر کے کنارے ایک دن اور ایک رات چلتے رہے۔ اور دوسرے دن دوپہر کے وقت اونٹوں سے نیچے اتر آئے۔ حضرت ابو بکر نے ایک پتھر کے سائے میں چڑے کا ٹکڑا بچھایا تاکہ پیغمبرؐ اس پر لیٹ کر آرام فرمائیں۔

حضرت ابو بکر اس مقام پر ادھر ادھر ٹہلنے لگے۔ اچانک ان کی نظر ایک چرواہے پر پڑی جو کسی قریشی کا غلام تھا۔ ابو بکر اس کے آقا کو پہچانتے تھے آپ نے اس سے ایک پیالہ دودھ لے کر اس میں پانی ملایا اور پیغمبرؐ کو نوش فرمانے کے لئے لائے۔

ام معبد کے گھر میں پیغمبرؐ کے معجزات:

وہاں سے سوار ہو کر قدید گاؤں پہنچے۔ وہاں ام معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے خیمے

کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ ام معبد ایک عمر رسیدہ لیکن مہمان نواز خاتون تھی۔ رسول خدا نے اس سے کوشت اور خرما طلب فرمایا۔ کہنے لگی۔ امسال ہمارے ہاں قحط واقع ہوا ہے وگرنہ آپ کی پذیرائی کرتی۔ پیغمبر نے اس کے گھر کے پاس ایک بھیڑ دیکھی پوچھا یہ بھیڑ کس کی ہے؟ اس نے کہا: ایک یہ بھیڑ لاغر ہونے کی بنا پر رہ گئی ہے۔ آپ نے پوچھا: یہ دودھ نہیں دیتی۔ ام معبد کہنے لگی۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں آپ کو اجازت ہے۔ پیغمبر اسلام بھیڑ کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا ”اللھم بارک فی شاتہا“ خدا یا! ام معبد کو برکت عنایت فرما۔ تھوڑی دیر میں تھن دودھ سے بھر گئے۔ اور آنحضرت نے اتنا دودھ دھویا کہ ام معبد کی بھیڑ کو گھر کے افراد اور وہاں موجود حاضرین سب نے جی بھر کر پیا اور اس کے برتن بھی بھر گئے۔

جب ام معبد نے یہ مشاہدہ کیا تو عرض کیا: میرا ایک سات سالہ بیٹا ہے جو بس کوشت کا ایک ٹوٹھڑا اور قوت کو پائی سے محروم ہے۔ اگر ہو سکے تو اس کے حق میں دعا فرمائیں۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا: اسے لاؤ۔ جب لایا گیا تو آپ نے کھجور کوٹ کر اس کے منہ میں ڈالی۔ وہ لڑکا بولنے اور چلنے پھرنے لگا۔ آپ نے کھجور کی گٹھلی کو زمین میں دبا دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے درخت بن گیا۔ اس درخت پر کھجوریں لگ گئیں۔ یہ درخت گرمی اور سردی دونوں موسموں میں پھل دیتا تھا۔ اس طرح آنحضرت کے اشارے سے خیمے کے ارد گرد کا سارا علاقہ سرسبز ہو گیا۔ جب پیغمبر اسلام اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ تو اس درخت نے پھل دینا چھوڑ دیا۔ جب حضرت علی نے رحلت فرمائی تو پھر یہ سبز نہ رہا۔ اور جب حبشہ شہید ہوئے تو اس درخت سے خون آنا شروع ہو گیا اور یہ خشک ہو گیا۔ اور وہ بھیڑ سترہ سال دودھ دیتی رہی اور جانوروں کی بیماری کے سال فوت ہوئی۔

جب یہ اعجاز ام معبد کے گھر میں رسول خدا سے ظاہر ہوا تو ہاتھ غیبی نے علی کی آواز میں صدا لگائی اور یہ اشعار کہے۔

فیا تقصیبی ما زوی اللہ عنکم
بہ من فعال لا تجازی و سودد

لیکن بنی کعب مقام قاتلہم ومقعدھا للمومنین بمرصد
 سلوا حکم عن شاتہا واناہا فاکلم ان تسئلوا الشاة تشہد
 دعاہا بثاة حائل فتجلبت علیہ صریحاً صرة الشاة مزبد
 فغادرھا رھنالدیہا الحالب یرودھا فی مصدر ثم مورود
 مکہ والوں نے آواز سنی لیکن آواز دینے والے کو نہ پایا۔

چونکہ یہ اشعار لوگوں میں بہت مشہور ہو گئے اور مدینہ تک پہنچ گئے تو وہاں حسان بن
 ثابت نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے۔

لقد خاب قوم زال عنہم نہم وقدس من یرى الیہ وہندی
 ترحل عن قوم فزالت عنہم وحل علی قوم بنو مجدگ
 ہدیہم بعد الصلوات ربہم وارشدہم من یتبع الحق یرشد
 نبی یری ما لایری الناس حولہ ویتلو کتاب اللہ فی کل مشہد

القصہ جب پیغمبر اسلام ام مہدی کے گھر سے روانہ ہوئے تو کچھ دیر بعد شوی ادا کثم بن
 ابی الجون جو ام مہدی کے قریب رہتا تھا۔ آیا تو اس نے جب عجیب و غریب معجزات دیکھے تو اس
 نے ساری تفصیل پوچھی۔ ام مہدی نے شروع سے آخر تک سارا قصہ سنایا ابو مہدی نے کہا: اس کی
 خوبیاں اور شمائل دو بار بیان کرو تا کہ اس کے بارے ایک بار پھر جان سکیں۔ ام مہدی نے کہا:
 ”رأیت رجلاً ظاہراً الوضاعة بلج العیة حسن الخلق لم تعبه شجاعة ولم یزربہ صقلۃ وسیم فتیم، فی عینہ دغ و فی
 اشقارہ وطف و فی صوتہ صھل و فی صمہ اصطنع و فی لحسیۃ کناشہ، ازج اقرن۔ ان صمت فعلیہ الوقار و
 ان تکلم ساجد علاہ البھا، اکمل الناس و ابھام من بعید و احسنہ و اعلاہم من قریب، حلوا منطق فصل لا
 نزر و لا ہذر، کان منطقہ خزات نظم۔ تحدرن من ریعہ، لایاس من طول و لا تقتمہ العیون من قصر
 غصن بین غصنین، فھو انضر الثلثہ منظر او احسنہم قدر الہ رفقاء متکفین بان قال نھتو القولہ، وان امر
 بتادرو الی امرہ محفود محشود لا عالس ولا منھذ“

واللہ یہ قریش کا سردار ہے اور وہ ہے جس کا سارا مدینہ منتظر ہے۔ سارا مدینہ والے جس کے انتظار میں روز شماری کر رہے ہیں۔ اور ان معجزات کے ذریعے مجھے پتہ چل گیا ہے کہ وہ سچا ہے۔ وہ اٹھا۔ اس نے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیا اور آپ پر ایمان لانے کے لئے مدینے آگئے۔ اور ان کا سارا خاندان ایمان لے آیا۔

پیغمبر اسلام کے تعاقب میں سراقہ کی روانگی

جب یہ خبر عرب میں پھیل گئی کہ قریش نے اعلان کیا ہے: جو کوئی محمدؐ کو قتل کرے ہمارے حوالے کرے تو اسے دو سو اونٹ انعام ملے گا۔ سراقہ بن مالک بن نضیم جس کا تعلق بنی مدینہ سے تھا، جب یہ خبر سنی تو اس کے منہ میں پانی بھر آیا اس نے موقع غنیمت جانا۔ اتنے میں وہاں ایک شخص آیا جس نے کہا کہ اس نے ایک گروہ کو دیکھا ہے جو ساحل کے کنارے چل رہا تھا۔ میرا خیال ہے محمدؐ اور ان کے اصحاب ہونگے۔ سراقہ سمجھ گیا کہ یہ بات حقیقت ہے۔ لیکن اس نے دوسروں کو جل دینے کے لئے کہا: مجھے اس گروہ کی اطلاع ملی ہے وہ پیغمبرؐ اور ان کے اصحاب نہیں ہیں۔ اس طرح اس نے قریش کو دھوکہ دینے کی کوشش کی تا کہ انعام صرف اس کے حصے میں آئے اور کوئی دوسرا اسے حاصل نہ کر سکے۔ وہ یہ کہہ کر وہاں سے ایک طرف ہو گیا اور اس طرح اپنے سبک رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر پیغمبر اسلام کے تعاقب میں اپنا نیزہ لے کر روانہ ہو گیا۔ اتنے میں اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑا۔ وہ اپنے سفر سے بدگمان ہوا لیکن اس نے سوچا چلو فال نکالتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں فال اس طرح لیا جاتا تھا کہ ایک ڈبے میں سہ شعبے تیر کی اینیوں میں سے ایک پر ’امرئی ربی‘ دوسری پر ’نہائی ربی‘ اور تیسری کو خالی چھوڑ دیتے تھے اس طرح ان کو ڈبے میں گڈمڈ کر دیتے تھے اگر وہ نوک باہر نکل آئے جس پر کچھ نہیں لکھا ہوتا تھا تو دوبارہ فال لیتے تھے یعنی جب تک امر یا نہی کا پتہ نہ چلے۔ فال لیتے رہتے تھے۔ جب سراقہ نے فال لیا تو نہی کا حکم آیا۔ لیکن اس نے فال کی پرواہ کئے بغیر اور گھوڑے پر سوار ہو کر پیغمبر اسلام کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ اتنا قریب پہنچ گیا کہ آپ کی زبان سے جاری قرأت کو سن

سکتا تھا لیکن پیغمبر اسلامؐ اس کی پرواہ کئے بغیر چلے جا رہے تھے۔ اس اثناء میں سراقہ کے گھوڑے کے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے اور گھوڑے کی پشت سے زمین پر آ رہا۔ سراقہ اٹھا اور وہ گھوڑے کی کھینچائی کی اور ایک مرتبہ پھر اس پر سوار ہوا اب آپؐ کے اتنا قریب آ گیا۔ کہ اسکا فاصلہ ایک نیزے جتنا تھا۔ پیغمبر اسلامؐ نے سراقہ کی جانب دیکھا اور فرمایا ”اللھم اکنفنا بما صنعت“ خدایا ہمیں اس کے شر سے بچا۔ سراقہ کا گھوڑا دونوں ہاتھوں اور پاؤں سمیت زانو تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ ڈر گیا۔ اس نے آواز دی۔ اے محمدؐ دعا کریں تا کہ میرا گھوڑا اس مصیبت سے نجات پائے مجھے آپؐ سے کوئی سروکار نہیں اور میں تو یہ ارادہ کر کے آیا تھا کہ اگر کوئی آپؐ کے پیچھے آئے تو اسے منع کروں۔ آپؐ نے فرمایا: ”اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ صَادِقًا فَاطْلِقْ فَرَسَهُ“

خدایا اگر یہ صحیح کہہ رہا ہے تو اس کے گھوڑے کو نجات دے۔ پس اس کا گھوڑا زمین سے باہر نکل آیا اب وہ سمجھ گیا کہ آنحضرتؐ کا مشن ضرور پایہ تکمیل کو پہنچے گا اور آپؐ کے دشمن مغلوب ہونگے۔ اب وہ دوڑا اور اس نے اپنے پٹھو سے تیر نکالا اور آپؐ سے عرض کرنے لگا کہ میری نشانی رکھ لیجئے۔ راستے میں آپؐ کو میری بھیڑ بکریاں اور اونٹ چرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ اگر آپؐ میرے چرواہوں کو یہ تیر دکھائیں گے تو ان سے جو فرمائش کرینگے وہ پوری کر دیں گے۔ پیغمبر اسلامؐ نے ارشاد فرمایا: مجھے آپؐ سے کوئی حاجت نہیں۔ آپؐ جاسکتے ہیں۔ ہاں یہ کہ ہمارے بارے میں کسی کو نہ بتائیں۔ اور سراقہ سے فرمایا! ”مَیثَ بَکْ اِذَا بَیْسَتْ سَوَارِئِیْ کُنْزِی“

مختصر یہ کہ سراقہ وہاں سے پلٹا اور جسے ملا اس سے اس نے یہی کہا کہ میں محمدؐ کو ڈھونڈنے گیا تھا لیکن مجھے کہیں بھی ان کا سراغ نہیں ملا۔ وہ لوگوں کو آپؐ کے پیچھے جانے سے روکتا تھا۔ جب اس واقعہ کا ابو جہل کو پتہ چلا تو اس نے یہ اشعار کہہ کر اسے بھیجے۔

بنی مدینہ انی اخاف سفیکم
سراقہ یستغوی بنصر محمد
علیکم بان لا یفرق جمعکم
فصیح شتی بعد عز و سود

سراقہ نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے۔

ابا حکم والمالات ان کمت شاهد ا لامر جوادی اذ تبتق توایمہ
عجبت ولم تشکک بان محمداً نبی برهان فنن دایکاتمه
علیک بکف الناس عنہ فانتی اری امرہ یوما ستبدو معالمة

ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو جہل قبیلہ مدیج سے کہتا ہے مبادا! سراقہ کی احمقانہ باتوں میں آ کر اپنی جمعیت کو پراکندہ کریں اور محمدؐ کی نصرت پر آمادہ ہو جائیں۔ سراقہ جواب میں کہتا ہے: اگر تو میرے گھوڑے کی سموں کو دیکھ لیتا کہ کس طرح زمین میں دھنس گئے تھے تو ہرگز محمدؐ کی نبوت میں شک نہ کرتا۔ جلد ہی اس کی نشانیاں ظاہر ہوں گی اور کوئی چھپا نہ سکے گا۔

المختصر یہ کہ سراقہ کے لوٹ جانے کے بعد پیغمبر اسلامؐ اسی طرح مسافت طے کرتے رہے جو شخص سوال کر رہا ہوتا اسے علم تھا کہ آپؐ چونکہ مدینے کے روٹ پر سفر کر رہے ہیں لہذا آپؐ کا ارادہ مدینے ہی جانے کا تھا۔

بریدہ، پیغمبرؐ کے استقبال کے لئے آیا:

اسی اثنا میں جب بریدہ کو پتہ چلا کہ پیغمبر اسلامؐ مکہ سے مدینہ ہجرت کر رہے ہیں۔ اور قریش نے آپؐ کے قتل یا گرفتاری پر دو سو اونٹ انعام رکھا ہے تو وہ ستر سواروں کو اپنے ساتھ لے کر آپؐ کے استقبال کے لئے نکل پڑا۔ اور آپؐ تک پہنچ آیا پیغمبر اسلامؐ کی عادت یہ تھی کہ عموماً بدگمان نہیں ہوتے تھے بلکہ نیک شگون رکھتے تھے۔ آپؐ نے بریدہ سے پوچھا۔ آپ کون ہیں؟ کہا، میں بریدہ بن الخنصیب ہوں۔ فرمایا! ”امرد امرنا“ ہمارا مسئلہ حل ہو گیا پھر پوچھا۔ کس قبیلے سے ہو؟ عرض کیا: قبیلہ اسلم سے ہوں فرمایا ”سلمنا“ یعنی ہم صحیح و سلامت پہنچ جائیں گے۔ پھر پوچھا اس قبیلے کی کس شاخ سے ہو؟ کہا نبی ہم سے۔ ”مخرج ہمک“۔ تم سے مجھے یہی امید تھی۔

جب بریدہ نے یہ شیرینی کلام اور خوبصورت بیان دیکھا تو پوچھا: آپ کون ہیں؟ میں محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب، رسول رب العالمین ہوں۔ بریدہ نے کہا: ”اشہدان لا الہ الا اللہ و ان محمدؐ رسول اللہ“ اور دل سے ایمان لے آیا اور اس کے ساتھی بھی مسلمان ہو گئے۔ وہ اس رات

آپؐ کی خدمت میں رہا۔ اور صبح ہوتے ہی عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! جب آپؐ مدینے میں وارد ہوں تو ننگے سر نہیں ہونا چاہئے۔ لہذا اس نے اپنے سر سے دستار اتار کر نیزے پر رکھی اور آپؐ کی خدمت میں پیش کر کے یوں مخاطب ہوا: یا رسول اللہ میری خواہش ہے کہ آپؐ میرے گھر تشریف لائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: جہاں کہیں جا کر میری سواری ٹھہرے گی میں وہیں قیام کروں گا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدینہ سے فرمایا: تم میرے بعد خراسان جاؤ گے جس کی بنیاد میرے بھائی ذوالقرنین نے رکھی تھی اور آج اس شہر کو مرو کہا جاتا ہے اور آپؐ کو اہل مشرق کی قیادت نصیب ہوگی۔ پیغمبر اسلامؐ کے بعد مدینہ اسلام کے غازیوں کے ساتھ مرو آئے اور پھر وہیں کے ہو کر رہے اور تنور گروں کے محلے میں اس زمانے کے امیر و قاضی حکم بن عمر غفاری کی ہمسائیگی میں اس شہر میں دفن ہوئے۔

زبیر کی حضور اکرمؐ سے ملاقات:

کہا جاتا ہے زبیر بن العوام اور ایک دوسری روایت کے مطابق طلحہ بن عبید اللہ جب شام کے تجارتی سفر سے واپس آ رہے تھے تو راستے میں ان کی ملاقات پیغمبر اسلامؐ سے ہوئی۔ انہوں نے آپؐ کو سفید لباس پیش کیا اور درخواست کی کہ انہیں آپؐ کی رکاب پکڑ کر مدینے کی طرف جانے کی سعادت عطا فرمائیں لیکن آپؐ نے فرمایا: فی الحال تم مکہ جاؤ اور وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ چلے آنا۔

مدینہ میں آپؐ کا استقبال:

جونہی مدینہ کے باسیوں میں آپؐ کی مکہ سے مدینہ تشریف لانے کی خبر پھیلی، مدینہ کے لوگ ہر روز صبح کے وقت شہر سے باہر نکلتے۔ زمرہ کے مقام پر دوپہر تک آپؐ کے انتظار کی گھڑیاں کاٹتے لیکن جب دیکھتے کہ آپؐ کے تشریف لانے کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تو اپنے اپنے گھروں کو کوچ کر جاتے حتیٰ کہ وہ دن آ گیا جب آمنہؓ کا لال آنا ہوا دکھائی دیا۔ آپؐ نے

کچھ بدوؤں کو بھیجا تا کہ جا کر مدینہ والوں کو یہ خوشخبری سنائیں۔ اسی اثناء میں جب ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے نگاہ دوڑائی تو اسے سفید لباس والے کچھ لوگ مدینہ کی طرف آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اے عربو! وہ رہا تمہاری قسمت جگانے والا اور تمہارا بادشاہ جس کا تمہیں انتظار تھا۔ مدینہ والے ان الفاظ کو سن کر خوشی سے پھولے نہ سہائے انہوں نے بدن پر ہتھیار سجائے اور مرد و عورت دونوں آپ کے استقبال کے لئے گھروں سے نکل پڑے۔ وہ خوشی سے ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔ ان میں مردوں کی تعداد پانچ سو تھی اور عورتیں دس بچے بار بار یہ جملہ دہرا رہے تھے۔ ”جاء نبی اللہ جاء رسول اللہ“

اور ایک اور روایت کے مطابق عورتیں تالیاں بجا رہی تھیں اور کہتی جاتی تھیں۔

ارجوة مطلع البدر علینا من ثنایات الوداع وحب الشکر علینا ما دعی اللہ داع

ایہا المبعوث فینا بخت بالامر المطاع

اور بنی نجار کا ایک گروہ یہ گارہا تھا

نخن جوار من بنی النجار وحبذ محمد من جار

پیغمبر اسلام نے فرمایا! خدا جانتا ہے کہ مجھے آپ سب سے پیار ہے لیکن میری سواری جہاں جا کر ٹھہرے گی وہیں میں قیام کروں گا۔ لہذا آپ نے اپنی سواری کو مدینہ کی دائیں طرف سے قبا میں کے محلے میں بنی عمرو بن عوف کے گھر کی جانب موڑا۔ کلثوم بن الہدم کے مکان پر جا رکے۔ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئی تھیں۔ ان کا ایک غلام تھا جس کا نام نجیح تھا۔ اسے آواز دی۔ اتنے میں نجیح ام جردان کے درختوں سے کھجور توڑ کر لایا اور آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا ”اللہم بارک فی رام جردان“ چونکہ سعید بن خثیمہ فارغ البال تھے لہذا یہ طے پایا کہ اصحاب و احباب کا اجتماع ان کے گھر میں ہوگا۔ یہ بارہ ربیع الاول اور پیر کی دوپہر تھی اور بعثت کا تیرہواں سال تھا۔ بعض نے پہلا مہینہ، بعض نے گیا رھواں مہینہ اور کچھ نے تیرہواں ذکر کیا ہے۔ یہ تھی حضور کی مکہ سے مدینہ تک ہجرت اور مختلف منازل پر آپ کے قیام کی داستان۔

مکہ سے مدینہ ہجرت کے دوران آپ نے مندرجہ ذیل منازل طے فرمائیں۔ غار سے نکلتے ہی اسفل عسفان، ارح، قدید، الحراز، شہیہ المرأة، القنف، مدالہ، مدالہ مجاج، مرخ مجاج، مرخ ذی العضوین بطن ذی کبد و جداجد، احمد و ذی سلم سے بطن اعدا اور عباہید اور ایک روایت کے مطابق عباہیب اور القاحہ، المعرج، شہیہ، العابد بطن ریم، قبا اور اس کے بعد مدینہ میں وارد ہوئے۔

بقیہ حصہ ناپ کریں۔

بنی سالم بن عوف کے قریب پہنچی تو آپ نماز جمعہ کے لئے سواری کو چھوڑ کر پیدل ہوئے۔ ان لوگوں نے پیغمبر کے ورود مسعود سے قبل اپنے لئے ایک مسجد بنائی ہوئی تھی آپ نے وہیں خطبہ ارشاد فرمایا:

”فقال الحمد لله الذي احمده واستعينه واستغفره واستشهد به واومن به ولا اكفره واعادي من يكفره، و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔ ارساله بالهدى والنور والموعظة على فتره من الرسل وقلته من العلم وضلاله من الناس وانقطاع من الزمان ودنوس الساعة وقرب من الاجل۔ من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصها فقد غوى۔ وفرط وضل ضللا لا يعيدا

اوصيكم بتقوى الله، فانه خير ما اوصى به المسلم مسلماء ان يحسنه على الاخرة وان يامر به يتقوى الله، فاحذروا ما حذركم الله من نفسه ولا افضل من ذلك ذكر، وان تقوى الله لمن عمل به عل وجلو مخالفة من ربه عون صدق على ما سمعون من امر الاخرة ومن يصلح الذي بينه وبين الله من امره في السر والعلانية ولا ينوي بذلك الاوجه الله، يكن له ذكر في عاجل امره وخر فيما بعد الموت حين ينشق المرء الى ما قدم۔ وما كان من سوى ذلك يود لو ان بينه وبينها امد العباد وسخدرم الله نفسه والله رؤف بالعباد۔

والذي صدق قوله وانجز وعده لا خلف لذلك، فانه يقول: ”ما يبدل القول لدى وما انا بظلام للعبيد“ فاتقوا الله في عاجل امركم واجله في السر والعلانية، فانه من يتق الله يكفر عنه سيئاته ويعظم

لہ اجراء، ومن يتق الله فقد فاز فوزاً عظيماً۔ ان تقوى الله تبليص الوجود وترضى الرب وترفع الدرجة۔
 خذوا حذركم ولا تقربوا في جنب الله، فقد علمكم الله كتابه ونهج لكم سبيله، ليعلم الذين صدقوا و
 يعلم الكاذبين، فاحسنوا كما احسن الله اليكم واعدوا اعداءه وجاهدوا في الله حق جهاده۔ هو احميكم واماكم
 المسلمين، ميهلك من هلك عن بينة ويحيى من حي عن بينة، ولا حول ولا قوة الا بالله۔ فاكثروا ذكر الله،
 واعلموا انه خير من الدنيا وما فيها، واعلموا لما بعد الموت۔ فانه من يصلح ما بينه وبين الله ما بينه وبين
 الناس ذلك بان الله يتقضى بالحق على الناس ولا يتقضون عليه ويملك من الناس ولا يملكون منه۔ الله
 اكبر، ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم،

اور اس طرح یہ خطبہ جمعہ کے لئے قرار پایا۔

آپؐ نے لوگوں کو تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ آپؐ کی اقتداء میں سو آدمیوں
 نے نماز جمعہ ادا کی۔ اس طرح اس سرزمین پر یہ پہلا جمعہ تھا اس کے بعد آپؐ اپنے ماقد قسویٰ پر
 سوار ہوئے۔

انصار کے قبائل کے سرداروں نے حضورؐ سے درخواست کی:

عتبان بن مالک، نوفل بن عبد اللہ بن مالک المعجلانی نے آنحضرتؐ کے ماقد کی لگام
 پکڑی اور کہا: ”انزل بین اظہرنا“ آپؐ ہمارے قیام فرمائیے ہم دل و جان سے آپؐ کی اطاعت
 کریں گے۔ فرمایا: ”خلو سبیلہا فانہا مامورۃ“ اور یہ لوگ قبیلہ بنی سالم سے تھے۔ جب آپؐ اس
 جماعت سے گذرے قبیلہ بنی ساعدہ سے گذر کر آگے بڑھے تو سعد بن عبادہ، منذر بن عمرو اور
 ابو دجانہ نے آپؐ کی سواری کی لگام پکڑ لی۔ پیغمبرؐ نے سعد بن عبادہ سے فرمایا: اے ابو ثابت! میری
 سواری کی لگام چھوڑ دو اسے جہاں جانا ہے خود بخود پہنچ جائے گی۔ اسی طرح بنی حارث بن
 الخزرج، سعد بن ریح، عبد اللہ بن رواحہ اور بشیر بن سعد نے بھی آپؐ سے درخواست کی، زیاد بن
 لبید اور فروہ بن عمرو قبیلہ بنی بیاضہ، بنی عدی کے قبیلے سے بنی عدی بن النجار ابو سلیط اور حرمة بن ابی
 انیس نے عرض کیا: ہم آپؐ کے خالہ زاد ہیں مناسب یہ ہے کہ آپؐ ہمارے پاس ٹھہریں۔ انہوں

نے اس بنا پر اپنے آپ کو خالہ زاد کہا کہ عبدالمطلب کی ماں سلمیٰ عمرو کی بیٹی قبیلہ بن عدی بن النجار سے تھیں۔

اس طرح آپ کا گذر جس قبیلے سے ہوتا وہ قبیلہ آپ کی منت سماجت کر کے آپ سے اپنے پاس ٹھہرنے کی درخواست کرتا۔ لیکن پیغمبرؐ کا جواب یہ ہوتا تھا ”دعوا الناقۃ فانھا مامورۃ“ میرے ناقہ کو چھوڑیں جہاں یہ خود بخود کھٹنے ٹیک دے۔ وہ گھر میری قیام گاہ ہوگا۔ آپ جو نبی عبد اللہ بن ابی کے پاس پہنچے تو اس نے فقرہ کسا آپ اس جماعت کی طرف جائیں۔ جنہوں نے دھوکے سے آپ کو یہاں بلایا ہے۔ اس نے آپ کو اپنے گھر آنے کی دعوت بھی دی۔

سعد بن عبادہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کی باتوں سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں اور اس کی پرواہ نہ کریں۔ آپ نے اس کی بکواس کی کوئی پرواہ نہ کی اور آگے بڑھ گئے۔ خداوند تعالیٰ نے اس کے محلے پر چیونٹیوں کو مسلط کر دیا جنہوں نے اس کے گھروں کو ویران کر دیا اس طرح اس محلے والے وہاں سے نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس طرح ان کا شیراز بکھر گیا۔

الغرض یہ کہ پیغمبرؐ نے کسی کی باتوں پر دھیان نہ دھرا اور سواری کی لگام کو چھوڑے چلے جا رہے تھے یہاں تک کہ اس جگہ پہنچے جہاں اس وقت مسجد نبوی ہے۔ ناقہ نے یہاں کھٹنے ٹیک دیئے اور انصار آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ ناقہ پھر دوبارہ اٹھا اور منبر والی جگہ پر جا کر ٹھہر گیا۔ اور کھٹنے ٹیک کر لیٹ گیا۔ رسول خداؐ پیدل چل پڑے اس زمین کے ارد گرد حصار کھینچا ہوا تھا اور یہ دو یتیم بھائیوں سہل و سہیل کی تھی۔ یہ رافع بن عمرو کے بیٹے تھے اور سعد بن زرارہ ان کی کفالت کرتے تھے۔ وہاں کے اہل محلہ بھی آ جمع ہوئے اور انہوں نے آنحضرتؐ کو اپنے گھروں میں تشریف لانے کی دعوت دی۔ اس محلے کے سردار کا نام خالد بن کلیب بن ثعلبہ بن عبدعوف بن عنعم بن مالک بن النجار تھا۔

پیغمبر اکرمؐ کا ابو ایوب کے گھر نزول اجلال:

ایک روایت کے مطابق خالد بن زید جن کی کنیت ابو ایوب انصاری تھی۔ آگے بڑھے

اور عرض کیا: میرا گھر یہاں سے سب سے زیادہ قریب ہے اور اس کی دیواریں اس حصار کے ساتھ ہی ہیں۔ اگر اجازت ہو تو میں اپنے گھر کو آپ کی تشریف آوری سے مشرف کروں۔ رسول خداؐ نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔ ابو ایوب خوش ہو گئے۔ آپ آنحضرتؐ کی سواری اور ساز و سامان کو اپنے گھر لے گئے۔ دوسروں نے کہا اب جبکہ ابو ایوب سواری و ساز و سامان کو اپنے گھر لے گئے ہیں تو کیوں نہ خود آپ کی ذات بابرکات ہمارے گھر کو مشرف فرمائے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ”المرء مع رحلہ“ پس ابو ایوب انصاری نے اپنے گھر کو آپ کی تشریف آوری کے لئے آراستہ فرمایا اور جب بیڈروم بھی تیار ہو چکا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ کو اپنے گھر لے گئے۔ ابو ایوب کی ماں دونوں آنکھوں سے مایہنا تھیں۔ آپ کے استقبال کے لئے دوڑ پڑیں اور کہنے لگیں۔ افسوس! میری آنکھیں ہوتیں تو آج اپنے سردار کا نظارہ کرتی۔ پیغمبر اسلامؐ نے اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں پر پھیرا تو انہیں بینائی مل گئی۔ اس طرح پیغمبرؐ کے دیدار کی آرزو پوری ہوئی۔

الغرض یہ کہ پہلے تو آپ ابو ایوب انصاری مکان کے نشیبی حصے میں قیام فرماتے اور خود ایوب انصاری کے فراز میں واقع حصے میں قیام فرماتے۔ بعد میں جب ابو ایوب انصاری کو خیال آیا کہ اس طرح کہیں وہ بے ادبی اور ترک اولیٰ کا مرتکب نہ ہوا ہو تو پھر آپ کی رہائش گاہ کو اپنی رہائش گاہ سے بدل دیا۔ آپ نے سات ماہ یہاں قیام فرمایا۔ اور صرمہ بن ابی انس جو بنی عدی بن النجار قبیلے سے تھے۔ اس موقع پر کہ جب ابو ایوب انصاری کو یہ شرف ملا اور دوسرے محروم، اس طرح اشعار میں رقم کیا۔

فلما اتانا اظہر اللہ دینہ فاصح مسروراً بطیۃ راضیا
نعادی الذی عادى من الناس کلہم جمیعاً وان کان الحیب المصافیا

عبدالسلام کی آنحضرتؐ سے گفتگو اور ان کا اسلام لانا:

کہا جاتا ہے کہ یہودی دانشوروں میں عبداللہ بن سلام کی بڑی شہرت تھی۔ آپ ایک دن پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ مدینہ والوں کو وعظ و نصیحت کر رہے تھے۔ اور

فرما رہے تھے۔ ”ایہا الناس افشوا السلام و اطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلوا باللیل والناس نیام، تدخلوا الجنة بسلام“

جب عبد اللہ نے آنحضرتؐ کا دیدار کیا اور آپؐ کی گفتگو سنی تو سمجھ گئے کہ یہ سچی باتیں ہیں۔ جب اس محفل سے باقی لوگ اٹھ گئے تو آپؐ حضرت پیغمبرؐ کے پاس گئے اور عرض کیا: اے محمدؐ! میں آپؐ سے تین سوال کروں گا کہ جن کا جواب پیغمبروں کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا۔ پہلا: یہ بتائیں کہ جب قیامت آئے گی تو اس کی پہلی علامت کون سی ظاہر ہوگی۔ دوسرا: جنت کا پہلا کھانا کونسا ہوگا؟

تیسرا یہ کہ کیوں بعض اوقات اولاد باپ کی شکل و شباهت اور خوبیوں جیسی والی ہوتی ہی اور بعض اوقات ماں کی شکل و شباهت اور خوبیوں والی ہوتی ہے؟

پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا! اے عبد اللہ وہ جواب جو ابھی جبرائیلؑ لایا ہے تجھے بتاؤں۔ جب عبد اللہ نے جبرائیلؑ کا نام سنا تو کہا ”ذاک عدو الیہود“ وہ یہودیوں کا دشمن ہے۔ کیونکہ اس نے ایک عرصے یہودیوں سے دشمنی روا رکھی۔ بخت نصر اس کی قوت سے ہم پر غالب آیا اور اس نے بیت المقدس کو جلایا اور خدا نے حکم دے دیا تھا کہ نبوت ہمارے درمیان رکھی جائیگی جبکہ اس نے دوسروں کے درمیان رکھ دی۔ اس نے اسے اسرائیل کی اولاد کے لئے بھیجا اور جبرائیلؑ نے اسے اسماعیلؑ کے حوالے کر دیا۔ پیغمبر اسلامؐ نے یہ آیت پڑھی۔

”ذَقَلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرَائِيلَ فَإِنَّهُ مَوْلَىٰ رَبِّكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ، مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرَائِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ“
(سورہ بقرہ، آیت ۹۷ و ۹۸)

اے رسولؐ کہہ دو کہ جو شخص جبرائیلؑ کا دشمن ہوگا (جبرائیلؑ) وہ ہیں جنہوں نے خدا کے حکم سے تمہارے دل پر (قرآن) نازل کیا ہے جو اپنے پہلے کی تصدیق کرنے والا ہے اور مومنوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری۔ جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور

جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہوگا پس اللہ (بھی) ضرور کافروں کا دشمن ہے“

خلاصہ یہ کہ اس کے معنی یہ ہیں جبرائیل حکم خدا سے پیغمبر کے قلب پر نازل ہوتا ہے اور خدا کی کتاب لاتا ہے اور خدا کے حکم سے جنگ، قتل اور پیغمبروں پر سختی پہنچاتا ہے۔ جو کوئی خدا، اس کے ملائکہ، رسولوں اور جبرائیل و میکائیل سے دشمنی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔ پھر فرمایا: قیامت کی پہلی علامت دھواں دھارا آگ ہے جس کی وجہ سے لوگ مشرق سے مغرب کا رخ کریں گے۔ اور جنت کا پہلا کھانا وہ مچھلی ہوگی جس کی پیٹھ پر زمین ہے اس مچھلی کا گوشت، سب سے بہترین غذاؤں میں سے ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو روٹی بنا دے گا اور اس مچھلی کے گوشت کو جنتیوں کی غذا قرار دے گا اور اس کے بعد وہ گائے جو جنت کے گھاس سے موٹی ہوئی اسے ذبح کر کے جنتیوں کو کھانا دیا جائے گا اور سلسبیل کے چشمے سے انہیں پانی دیا جائے گا۔ اور آپ نے تیسرے سوال کے جواب میں فرمایا۔ اگر مرد کی منی عورت کی منی پر سبقت لے جائے اور زیادہ ہو جائے تو بچہ باپ جیسا یا باپ کے متعلقین کی شبیہ جیسا ہوگا اور اگر عورت کی منی سبقت لے جائے اور زیادہ ہو تو بچہ عورت جیسا یا عورت کے متعلقین جیسا ہوگا۔ جب سلام نے یہ باتیں سنی تو انہیں اس نے سابقہ انبیاء کے مطابق پایا تو اس کی زبان پر کلمہ ”اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہد انک محمد رسول اللہ“

پھر عرض کیا: اے رسول خدا میں یہود کا سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں اور یہ لوگ جھوٹے اور بہتان باندھنے والے ہیں۔ اگر انہیں میرے ایمان کا علم ہو جائے تو مجھے برا بھلا کہیں گے لہذا آپ ان سے میرے ایمان کو چھپائیں۔ رسول خدا نے اس کو مخفی رکھا اور یہودیوں کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ انہیں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: آپ کو علم ہے کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں لہذا خدا سے ڈرو اور اسلام قبول کر لو۔ انہوں نے کہا کہ اس کا ہمیں کوئی علم نہیں۔ فرمایا: تمہارے درمیان عبداللہ بن سلام کیسا شخص ہے؟ وہ ہمارا سب سے بڑا عالم اور

سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے۔ فرمایا: اگر وہ مسلمان ہو جائے تو آپ کیا کہیں گے؟ کہنے لگے اگر ایسا ہو جائے تو ہمیں بڑی حیرانی ہوگی۔ پیغمبرؐ نے آواز دی: اے ابن سلام سامنے آ جاؤ۔ عبد اللہ سامنے آ گیا اور اس نے کہا: ”اشہدان لا الہ الا اللہ واشہد انک محمد رسول اللہ“ اے یہودیو! اللہ سے ڈرو اور اس پر ایمان لے آؤ اور جان لو کہ وہ خدا کے پیغمبر ہیں۔ یہودیوں نے اس کے متعلق کہا: ”ھو شر ما و اہنی شر ما و اھملنا و اہنی اھملنا“

عبد اللہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اسی بات سے ڈرتا تھا اور اس طرح یہ لوگ وہاں سے چلے گئے اور عبد اللہ کی پھوپھی حارث کی بیٹی بھی مسلمان ہو گئی۔ اس طرح یہودی کی رسول خداؐ کے ساتھ دشمنی میں اضافہ ہو گیا۔ ان میں یہ افراد شامل تھے۔ جی ابن الخطاب، ابورافع الاعور، کعب بن الاشرف، عبد اللہ بن صوریاء، زہیر بن باطا، شمویل ولید بن الاعصم۔ چنانچہ ان میں سے ہر ایک کا ذکر آگے آئے گا۔

اسلام سے قبل عبد اللہ بن سلام کا نام حصین اور کنیت ابو یوسف تھی۔ ان کا شجرہ نسب یوسف بن یعقوب سے جا ملتا ہے۔ جب آپ اسلام لائے تو آپ کا نام رسول خداؐ نے عبد اللہ رکھا۔

مسجد نبوی کی بنیاد:

ہجرت کے پہلے سال جبرائیل پیغمبر اسلامؐ پر نازل ہوئے اور کہا ”یا محمد ان اللہ یا مڑک ان نبی لہ یبعثنا و ان نرفع بئنا بالرھص و النجارتہ“

عرض کیا، خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ آپ مٹی اور پتھروں سے ایک مسجد کی بنیاد رکھیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: اس مسجد کی دیواریں کتنی اونچی ہونا چاہئیں۔ کہا: سات ذراع اور ایک دوسری روایت کے مطابق پانچ ذراع۔ پس اس طرح رسول خداؐ نے اس مسجد کی بنیاد خداوند تعالیٰ کے حکم سے رکھنا چاہی۔ یہ سہل اور سہیل جن کی تربیت اسعد بن زرارہ کر رہے تھے یا ایک اور روایت کے مطابق معاذ بن عمرو یا ابویوب انصاری ان کی کفالت کر رہے تھے۔ اور پیغمبر اسلامؐ کے مدینہ میں داخلے سے پہلے اسعد بن زرارہ اسی جگہ نماز جماعت اور جمعہ کی امامت

کرتے تھے۔

اسی اثناء میں پیغمبر اسلامؐ نے سوال کیا کہ یہ زمین کس کی ہے؟ کہا: پہل و سہیل کی ہے۔ فرمایا: میرے لئے خریدیں۔ بن النجار کے لوگوں نے کہا ہم نے اس کی قیمت آپ کی طرف سے ان قییموں کو بھیج دی تھی۔ لیکن انہوں نے جواباً کہا: ہم پیغمبرؐ سے قیمت نہیں لیں گے۔ اور اپنی رضا و رغبت سے یہ اراضی انہیں الاٹ کر رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے قبول نہ کیا اور دس سرخ اشرفیاں دے کر اسے خریدا۔ یہ اراضی ویرانے کی صورت تھی جس میں کھجور کے کچھ درخت تھے۔ اس کے کچھ حصے کو شرکوں نے قبرستان بنا لیا تھا۔ فرمایا: اس ساری اراضی کو ہموار کر دیا جائے۔ اور مسجد کی بنیاد رکھی جائے۔ پیغمبرؐ کے صحابہ نے اینٹیں اور پتھر جمع کئے اور پتھروں سے اس کی بنیادوں کی چٹائی کی گئی اور جب اراضی ہموار ہو گئی تو اینٹیں لگائی گئیں۔ اس طرح پہلی دیوار اینٹوں سے بنائی گئی اور جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو مسجد نبویؐ کو مزید وسعت دی گئی۔ پہلی بار ڈیڑھ اینٹ لگائی گئی۔ جب مزید بڑھ گئے تو دو اینٹ لگا کر آدمی کے قد جتنی اونچی کر دی گئی اور چونکہ سورج کی حرارت تنگ کرتی تھی اس عمارت کو اوپر سے چھت دیا گیا اس کے نیچے کھجور کی لکڑی کے ستون نصب کئے گئے اور چھت کے لئے گھاس استعمال کی گئی۔ لیکن یہ پوشالی بارش کو نہیں روک سکتی تھی۔ لہذا صحابہ نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو اس چھت کے اوپر مٹی سے لپائی کی جائے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا؟:

اور اس طرح رسول اکرمؐ کے زمانے میں اسی طرح رہی۔ جب دیوار کا سایہ ایک ذراع تھا۔ آنحضرتؐ نماز ظہر پڑھتے اور جب دیوار کا سایہ دو ذراع بڑھ گیا تو نماز عصر پڑھنے لگے اور آخر کار تو اس مسجد پر چھت ڈال دیا گیا تھا۔

اور ایک روایت کے مطابق جب قبلہ بیت المقدس سے تبدیل ہو کر خانہ کعبہ قبلہ ہو گیا تو اس زمانے میں جن صحابہ خصوصاً مہاجرین کے پاس رہنے کو گھر نہیں تھا انہوں نے اسے اپنے گھر کے طور پر استعمال کیا۔ ان صحابہ کو اصحاب صفہ کا نام دیا گیا ہے۔ ان کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔

چنانچہ ان کے حالات کا ذکر اس تاریخ میں بعض مقامات پر آئے گا۔ اس مسجد کی شان میں رسول اکرمؐ کی یہ حدیث نقل کی جاتی ہے۔

صَلُّوْهُ فِي مَسْجِدِي هَذَا فَكَمَّلَ وَخَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِي سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ“
الغرض یہ کہ اس مسجد کی بنیاد کے لئے صحابہ حرہ کے مقام سے پتھر لے کر آئے تھے۔ آنحضرتؐ بھی اس سلسلے میں ان کی حوصلہ افزائی فرماتے اور یہ اشعار ارشاد فرماتے تھے۔

هَذَا الْجَمَانُ لِأَحْمَانَ خَيْرًا هَذَا الْبُرُزْنَاؤُا ظَهْرًا

اور اس طرح یہ رجز پڑھتے تھے۔

لَا تُهْمِرَانِ الْاَنْجَرَ الْاَمْهَرَةَ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

جب مہاجرین و انصاریہ سنتے تو ان کے شور و شوق میں مزید اضافہ ہو جاتا تھا اور وہ یہ رجز پڑھتے تھے۔

لَكِنَّ تَعْبَدَنَا وَالنَّبِيَّ كَعَمَلٍ فَذَاكَ مَثَلُ الْعَمَلِ الْمُحْصَلِّ

اور علیؑ یہ رجز زبان پر لاتے تھے۔

لَا يَسْتَوِي مَنْ يَخْرُ الْمَسَاجِدَا يَدَّأِبُ فِيهَا قَائِمًا وَقَاعِدًا

وَمَنْ يَرْوِي عَنِ الثَّرَابِ حَائِدًا

عمار یا سمر نے حضرت علیؑ سے یہ رجز سن کر انہیں دہرایا۔

ایک عام روایت یہ ہے کہ عثمان بن عفان مٹی وغیرہ سے اپنی جان بچاتے، پتھر اٹھانے سے پرہیز کرتے اور آرام کرنے بیٹھ جاتے۔ اس بنا پر وہ خیال کرتے کہ عمار کا اس رجز سے ان کی طرف اشارہ ہے لہذا وہ کہتے: اے سمیہ کے فرزند! منہ بند کرو ورنہ میں اس چھڑی سے جو میرے ہاتھ میں ہے، تمہیں سیدھا کر دوں گا۔ رسولؐ فرماتے: عمار میرا نور نظر ہے، اسے کون تکلیف دے سکتا ہے۔

اور صحیح بخاری میں رقم ہے کہ عمار دوسروں کے مقابلے میں دگنا کام کرتے تاکہ وہ رسولؐ کو

کی جگہ بھی کام انجام دیں۔ آنحضرتؐ ان کی بہت تعریف فرماتے اور ارشاد فرماتے۔
 ”وَمَنْ عَمَّرَ مَثَلَهُ الْفَتْحُ الْبَاعِثُ - يَدْخُلُهُمُ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْخُلُهُمُ إِلَى النَّارِ“
 عمار کہتے۔ ”معوذ باللہ من اللعن“

کہتے ہیں، پیغمبرؐ جب بھاری پتھر اٹھاتے تو اسید بن حنظل عرض کرتے مجھے دیں تاکہ یہ
 خدمت میں انجام دوں۔

آنحضرتؐ فرماتے، جاؤ دوسرا پتھر اٹھا لاؤ۔

غرضیکہ سوزرب سوزراع مربع شکل میں مسجد تیار ہوئی۔ جب یہ مسجد تیار ہوئی تو اس کا
 قبلہ بیت المقدس کی طرف بنایا گیا اور مسجد کے تین دروازے کھولے گئے۔ ایک خصوصی طور پر
 پیغمبرؐ اور آپؐ کے اہل خانہ کے لئے دوسرا باب الرحمتہ کہلایا اور تیسرا عام لوگوں کے لئے مسجد کے
 نچلے حصے میں کھولا گیا۔ مسجد کے اردگرد سو لختا اور بعض دوسرے مہاجرین کے گھر تعمیر کئے گئے۔
 سو لختا نے اپنے گھر کے پاس حضرت علیؓ کا گھر تعمیر کیا اور حضرت حمزہ کے لئے بھی جگہ معین فرمائی۔
 تمام مہاجرین نے اپنے گھروں کی جانب مسجد کے دروازے بنائے۔

ماسوائے علیؓ کے مسجد سے گھروں کو کھلنے والے تمام دروازے کا بند ہونا:

جبرائیل پروردگار کی طرف سے سلام لے کر آئے اور کہا فرمادیکھئے کہ مسجد سے گھروں
 کی سمت کھلنے والے تمام دروازوں ماسوائے علیؓ کے دروازوں کے تمام دروازے بند کر دیئے
 جائیں۔ تاکہ اس طرح جو چیز مسجد کی نسبت آپؐ کے لئے جائز ہو علیؓ کے لئے بھی جائز اور روا
 ہو۔

جب پیغمبرؐ نے یہ فرمان پہنچایا تو بعض مہاجرین اس پر ناراض ہوئے۔ پیغمبرؐ نے حمزہ
 سے فرمایا: علیؓ آپ کا بھتیجا ہے اور عمر میں چھوٹا بھی ہے لیکن میں یہاں مجبور ہوں کیونکہ یہ حکم
 خداوندی ہے تو حمزہ نے عرض کیا! میں اس فرمان پر راضی و شاکر ہوں اور سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

خلفاء کے زمانے میں مسجد میں تو سب:

الغرض مسجد کی عمارت عمر بن الخطاب کے زمانے تک وہی رہی لیکن اس زمانے میں انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو مسجد کی توسیع کی ضرورت پڑی اور چھ دروازے رکھے گئے۔ اس کشادگی کا آغاز سترہ ہجری قمری سے ہوا۔ لیکن اس کو تبدیل نہیں کیا گیا۔ عثمان بن عفان نے بھی اسے کشادہ کیا۔ اس کی لمبائی ایک سو ساٹھ ذراع اور عرض ایک سو پچاس ذراع قرار دیا۔ اس کے اس وقت بھی چھ دروازے ہی تھے۔ اس کی عمارت ۶ ربیع الاول ۲۹ ہجری قمری میں تعمیر شروع کی گئی اور محرم کی یکم کو مکمل ہوئی اس طرح یہ دس مہینوں میں مکمل ہوئی۔ لیکن اب کی مرتبہ نقش و نگار کے حامل پتھروں کا دیواروں اور ستونوں میں استعمال کیا گیا۔ اس کے علاوہ مٹی بھی استعمال کی گئی اور چھت کو ساج درخت کی لکڑی سے بنایا گیا۔

ولید بن عبد الملک کی امارت کے زمانے میں عمر بن عبد العزیز نے اس کی کشادگی میں اضافہ کیا اس طرح مسجد کی لمبائی دو سو ذراع تک پہنچ گئی اور اس کا عرض سامنے کی جانب سے دو سو ذراع اور پیچھے کی طرف سے ایک سو ذراع قرار پایا۔ اور یہ عمارت ۹۱ھ۔ ق میں تعمیر کی گئی اور تین سال تک انہی منتقل پتھروں کی عمارت قائم رہی۔ اس کے بعد ازواج مطہرات کے گھروں کو مسجد میں شامل کر کے اس کی توسیع کر دی گئی۔

مہدی عباسی نے اپنی خلافت کے زمانے میں اس کی مرمت کی اور مامون نے اپنے دور میں عمارت میں تبدیلیاں کیں اور اسے کشادہ کیا اور عمارت کی مرمت بھی کی۔ مامون کی بنائی ہوئی عمارت برقرار ہے۔

یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ ازواج مطہرات کے گھر یا نئیں جانب سے قبلہ محراب کی حدود تک تھے اور قبلہ بیت المقدس کے رخ پر تھا۔ یہ اراضی حارثہ بن نعمان کی تھی۔ جب کبھی رسول خدا نے عقد فرمایا تو حارثہ بن نعمان ان کے مکان کے لئے اپنی زمین دیتے رہے۔ اس طرح ان کی ساری اراضی رسول خدا سے مخصوص ہو گئی۔ حضرت فاطمہؑ کا گھر رسول خدا کے گھر کے ساتھ تھا۔ آپ کے گھر میں حضرت فاطمہؑ کے گھر کے رخ پر ایک روشن دان تھا۔ کبھی کبھار رسول خدا اس

روشن دان سے فاطمہ کے گھر کا دیدار فرماتے اور ان کا حال پوچھ لیا کرتے تھے۔

ایک دن فاطمہ نے علی سے کہا: حسنین علیہم السلام بیمار پڑ گئے ہیں لہذا ہم پر صدقہ واجب ہو گیا۔ علی نے بازار سے..... کیا اور گھر لے آئے۔ رات کو عائشہ نے اس روشن دان سے مشرف ہو کر..... جو حضرت فاطمہ پرنا کو ارگنڈرا۔ لہذا انہوں نے صبح ہوتے ہی رسول خدا سے درخواست کی کہ اس روشن دان کو بند کر دیا جائے۔ اس طرح اس کے بعد عائشہ کے لئے اس روشن دان سے دیکھنا مقدور نہ رہا۔

رسول خدا کے بعد معاویہ ابن سفیان نے عائشہ کے گھر کو ایک سو اسی ہزار درہم میں خرید اس شرط پر کہ جب تک وہ زندہ ہوگا اس گھر میں قیام کرے گا اور سودہ کا گھر بھی ان کی وصیت کے مطابق حضرت عائشہ کو دے دیا گیا تھا۔ اور ایک روایت ہے کہ زبیر نے عائشہ کے گھر کو پانچ اونٹوں کے عوض خریدا تھا۔

اس شرط پر کہ جب تک وہ زندہ ہے اس گھر میں رہے گا اور حصصہ کا گھر میراث کے طور پر ان کے بھائی عبداللہ کو ملا تھا۔ انہوں نے گھر میں پہنچے بغیر ہی مسجد نبوی کے لئے وقف کر دیا تھا۔ لہذا جیسا کہ رقم ہوا ہے یہ تمام گھر مسجد نبوی میں شامل کر دیئے گئے تھے۔

جمعہ و جماعت کا قیام:

کہا جاتا ہے کہ ہجرت سے قبل، انصار مدینہ نے کہا: یہودیوں کی عبادت کا دن ہفتہ اور نصاریٰ کا اتوار ہے۔ ہمارے لئے بھی عبادت کا مخصوص دن ہونا چاہیے۔ اس طرح جمعہ کا دن جو اس زمانے میں العروہ پہلانا تھا۔ عبادت کا خاص دن قرار پایا۔ پس سارے اسعد بن زوارہ کے گھر جمع ہوئے انہوں نے سب کو نماز پڑھائی اور وعظ و نصیحت کی۔ انہوں نے اس جماعت کے لئے دنبہ ذبح کیا ظہرانہ اور عشاء یہ دیا۔ اور اسے جمعے کا اجتماع کا نام دیا گیا۔ خداوند تعالیٰ نے سورہ جمعہ نازل فرمائی۔ اس طرح اسلام میں یہ پہلا جمعہ تھا۔ یہی وہ دن تھا جس دن آنحضرتؐ نے قبہ سے مدینے کی طرح کوچ فرمایا۔ اس دن کو بنی سالم کے درمیان مقرر کر دیا گیا۔ جیسا کہ ذکر کیا

جاچکا ہے۔

نماز کی رکعات میں اضافہ:

یہی ہجرت کا پہلا سال تھا۔ ایک ماہ کے بعد رکعات میں اضافہ کر دیا گیا۔ وہ اس طرح کہ پچھگانہ نمازوں میں سے ہر ایک دو رکعت فرض قرار دی گئی، سفر اور حضر میں۔ اس پہلے سال ہجرت میں ہی ایک ماہ کے بعد نماز کی رکعت زیادہ ہو گئیں۔ پہلے اس طرح تھا کہ پچھگانہ نمازوں میں سے ہر ایک کی دو رکعت نماز تھی۔ اس میں سفر و حضر کی کوئی تمیز نہیں تھی۔ اس طرح کل بیخ وقتی نمازیں دس رکعت تھیں۔ اب ارشاد ربانی ہوا کہ حضر کی صورت میں دس رکعتوں پر سات اور بڑھا دیں۔ اس طرح یہ سات رکعتیں بیخ وقتی نمازوں پر تقسیم کر دی گئیں یعنی ظہر و عصر و عشاء پر دو، دو بڑھا دیں اور نماز مغرب پر ایک رکعت کا اضافہ ہوا۔ البتہ صبح کی دو رکعت ہی رہنے دیں۔ اس طرح اب کل سترہ رکعت قرار پائیں۔ اسی لئے فقہ حنفی والے حضرت عائشہ سے نقل کی گئی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

”فرض اللہ الصلوٰۃ حین فرضھا رکعتین رکعتین فی الحضر والسفر، فاقرت صلوٰۃ السفر وزید فی الحضر“

پس حالت سفر کی نمازوں میں قصر کو واجب گردانتے ہیں۔ شافعی کی اتباع کرنے والے حالت سفر میں قصر اور پوری نماز دونوں کو جائز سمجھتے ہیں چونکہ ان کے بقول حضرت عائشہ نے سفر میں پوری نماز پڑھی تھی۔ شافعیہ کا اصول یہ ہے کہ اگر کسی صحابی یا صحابیہ کا اجتہاد اور رائے اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت قابل اعتناء نہیں سمجھی جاتی بلکہ اس رائے کو اہمیت دی جاتی ہے۔ پس چونکہ عائشہ نے سفر کے دوران نماز پوری پڑھی تھی لہذا ان کی رائے یہی تھی۔ وہ باب قصر کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

”مھذبہ صدقۃ تھدق اللہ مھابا علیکم“

اور اس آیت سے بھی دلیل لاتے ہیں۔

”فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ“ (سورہ نساء، آیہ ۱۰۲)

”اور جب تم زمین میں سفر کرتے ہو یا تم کو خوف ہو کہ کافر تم سے فساد کر بیٹھیں گے تو تم پر کچھ الزام نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو۔ بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں“

البتہ شیعہ امامیہ اس مسئلے میں حنفیوں کے موافق ہیں۔ شافعیوں کی اتباع کے جواب میں کہتے ہیں یہ کہ عائنہ سفر کے دوران نماز پوری پڑھتی تھیں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہوگی کہ وہ آیت ”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ“ (قرآن کریم ۳۳-۳۳) سے استدلال کرتی ہوگی کیونکہ وہ رسول خدا کے بعد اپنے سفر کو مباح نہ سمجھتی ہوگی اور قصر نماز کو اپنے لئے جائز نہ سمجھتی ہوگی۔ لہذا وہ نماز کو قصر کرتی ہوں گی۔ خصوصاً وہ ایک سفر میں حضرت علی سے لڑنے کے لئے گئی تھیں۔ کتاب ”من لا یحضرہ الفقیہ“ میں رقم ہے زرارہ اور محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ ہم ابو جعفر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ”مما تقول فی الصلوٰۃ فی السفر، کیف ہی و کوم ہی؟“

نماز سفر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کتنی ہے اور کیسے ہے؟

فرمایا: خداوند تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

”وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ“ (سورہ نساء،

آیہ ۱۰۱)

”اور جب تم سفر میں ہو تو نماز قصر پڑھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور نماز قصر سفر میں

واجب ہے۔“

اسی طرح جس طرح حضر میں پوری نماز پڑھنا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: خداوند تعالیٰ

ارشاد فرماتا ہے۔ قصر میں تم پر کوئی گناہ عائد نہیں ہوتا۔ یہی اس کا واجب ہونا ثابت کرتا ہے۔

چونکہ یہ اس طرح ہے خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے۔

”إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حُجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ

بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا“ قرآن کریم (۲-۱۵۳)

”بے شک صفا اور مردہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں پس جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ بجلائے اسے لازم ہے کہ ان دونوں کے درمیان (بھی) طواف کرے اور جو نیکی کو بخوشی بجلائے“

کیا یہاں طواف واجب نہیں ہے؟ واجب ہے اس لئے کہ خدا نے اسے قرآن میں ذکر فرمایا اور پیغمبر اکرمؐ نے اسے انجام دیا ہے۔ اسی طرح نماز قصر بھی واجب ہے کیونکہ اس کا حکم خدا نے دیا اور پیغمبر اکرمؐ نے اسے واجب کے طور پر انجام دیا ہے۔ پس شافعیوں کا جواب اس کلام ”فلیس علیکم جناح“ میں مضمر ہے۔

پھر عرض کیا، جو کوئی سفر میں پوری نماز پڑھے اس پر واجب ہے یا واجب نہیں؟ فرمایا: اگر اس نے آیت تفسیر سن لی اور اس کی تفسیر بھی جان لی اس کو دہرانا اس پر واجب ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ”والصلوة کلھا فی السفر الفریضة رکعتان کل صلوة الا المغرب فانھا ثلاث لیس فیھا تفسیر وانہ ترکھا رسول اللہ فی السفر والحضر ثلاث رکعات“

اور کہا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ پر دو، دو رکعتیں نازل ہوئی تھیں۔ جب حضرت فاطمہؑ کی ولادت ہوئی تو شکرانے کے طور پر نماز مغرب بڑھا دی گئی اور امام حسنؑ کی ولادت کے موقع پر مغرب کی دو رکعت ناقلہ مستحب ہوئیں اور اسی طرح امام حسینؑ کی ولادت کے موقع پر عشاء کی دو رکعت ناقلہ جو بیٹھ کر پڑھی جاتی ہیں اضافہ کی گئیں اور اس طرح یہ نمازیں سفر و حضر میں برقرار رکھی گئیں۔

حضرت فاطمہؑ کو مدینے میں لانا:

ہجرت کے پہلے سال ہی رسول خداؐ نے زید بن حارثہ اور ابورافع کو جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے، پانچ سو درہم اور دو اونٹ دے کر مدینہ سے مکہ بھیجا تا کہ فاطمہؑ، سووہ بنت زمعہ، اسامہ بن زید اور ان کی والدہ ام ایمن کو مکہ المعظمہ سے مدینہ شریف لے آئیں۔

غرض یہ کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنے اہل خانہ کو مسجد کے پہلو میں تعمیر کئے گئے گھر میں منتقل کیا اور خود بھی ابویوب انصاری کے گھر سے وہاں منتقل ہوئے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسولؐ خدا جب قبا کے مقام پر پہنچے تو آپؐ نے ابو واقد لیشی کو ایک خط دے کر حضرت علیؑ کی طرف مدینے بھیجا کہ مکہ سے مدینہ کی طرف آئیں۔ پس علیؑ نے رخت سفر باندھا اور مسلمانوں سے ارشاد فرمایا: خفیہ طور پر مکہ سے باہر نکل پڑیں، آپؐ رسولؐ خدا کی بیٹی فاطمہؑ اور اپنی ماں فاطمہ بنت اسد، فاطمہ، زبیر بن عبدالمطلب کو اپنے ساتھ لیکر روانہ ہوئے۔ آپؐ نے فواطم (فاطمہ کی جمع) کے لئے اونٹوں کے اوپر بیٹھنے کے لئے ڈولیاں بنوائیں۔ ابو واقد، ایمن بن ایمن (جو رسولؐ خدا کے غلام تھے) ان سواروں کو چلانے کے لئے آئے اور جب فواطم کی سواروں کو تیز چلانے لگے کیونکہ انہیں قریش کا کھکا تھا تو علیؑ نے فرمایا: ارفق بالنسوة ابا واقد! انھن من الضعایف، یعنی عورتوں کی سواروں کو اس طرح دوڑانا اور انہیں تکلیف دینا بہادری نہیں۔ قریش سے نہ ڈرو، قریش ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس موقع پر آپؐ نے یہ شعر کہا۔

لاشیء الا اللہ فارفع ہمکا یکفیک رب الناس ما آہمکا

جب آپؐ مکہ کے نزدیک واقع کوہ فجنان کے قریب پہنچے تو حارث بن امیہ کے غلاموں کا ایک دستہ سات سواروں کے ہمراہ آدھمکا۔ انہوں نے آتے ہی آواز دی اور کہا:

أظھف انک لبع دارناج بالنسوة۔ ارجع لاأبا لک

علیؑ نے فرمایا: اگر ایسا نہ کروں تو کیا کرو گے؟ کہا: انہیں سختی سے واپس جانے کے لئے اقدام کریں گے۔ اس وقت علیؑ غضبناک ہوئے۔ آپؐ سواروں اور اپنے اہل خانہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ آپؐ نے نیام سے تلوار نکالی اور اس دستے پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے ایک کو دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا اور خود اس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اس طرح آپؐ ڈٹ گئے اور آپؐ نے یہ رجز پڑھا۔

خَلُّوا سَبِيلَ الْجَاهِدِ آكَيْتِلَا أَعْبُدُ غَيْرَ الْوَاحِدِ

جب دوسرے سواروں نے یہ حالت دیکھی تو اپنے خیالات سے پھر گئے اور کہا: ”اغنا عننا بن ابی طالب“ علیؑ نے فرمایا! میں اپنے چچا زاد کی طرف جا رہا ہوں جو کوئی میرے راستے میں حائل ہوگا۔ میں اس کا خون بہاؤں گا۔ اس طرح آپ دوبارہ کوہ بھججان پہنچ گئے اس طرح پیچھے سے ام ایمن (رسولؐ کی کنیز) اور محروم طبقے کے دوسرے مسلمان آپ سے آملے۔ آپ نے یہ رات فواطم کے ساتھ صبح تک عبادت میں بسر فرمائی۔ اور اس طرح آپ نے راستہ طے فرمایا۔ جب آپ رسولؐ کے پاس پہنچے تو آنحضرتؐ آپ کو دیکھ کر مسرور و شاد ہوئے۔ اس وقت آپ کی شان میں قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ”ومن الناس من یشری.....“

اور آپ نے ارشاد فرمایا:

”یا علی! انت اول هذه الایة ایماناً باللہ۔ ورسولہ وادھم ہجرۃ الی اللہ ورسولہ، وآخرہم عہد ابرہہ۔ لاسحبک۔ والذی نفسی بیدہ۔ الامومن قد امتحن اللہ قلبہ للایمان، ولا یغصک الا منافق او کافر“

اس میں پہلی روایت زیادہ معتبر سمجھی جاتی ہے، کیونکہ کافروں میں سب سے پہلا قتل عمر و حضرت کا ہوا۔ جس کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔ اس زمانے تک مشرکین کے ساتھ جہاد کی اجازت نہ تھی۔

سلمان فارسیؓ کا اسلام لانا:

ہجرت کے اسی پہلے سال سلمان فارسیؓ اسلام لائے۔ آپ کے حالات اور اسلام لانے کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

مہاجرین و انصار کے درمیان عقد اخوت:

اسی سال ایک روایت کے مطابق پچاس اور دوسری روایت کے مطابق آٹھ ماہ کے بعد رسولؐ نے اپنے اصحاب کے درمیان عقد اخوت پڑھا۔ اس وقت مہاجرین کی تعداد پینالیس یا

پچاس تھی۔ اور اسی طرح انصار کی تعداد بھی اتنی ہی تھی۔ بھائی چارے کا یہ عقد مسجد نبوی میں پڑھا گیا۔ جن صحابہ کے درمیان بھائی چارے کا عقد پڑھا گیا ان کے نام گرامی حسب ذیل ہیں:-

حضرت ابو بکر کا خارجہ بن زید انصاری خزرجی، حضرت عمر کا غسان بن مالک انصاری خزرجی، ابو عبیدہ بن الجراح کا سعد بن معاذ جو انصار کے اوس قبیلے کے سربراہ تھا۔ زبیر بن العوام کا سلمہ بن سلاہ انصاری اشہلی، عثمان بن عفان کا ارث بن ثابت انصاری، طلحہ بن عبید اللہ کا کعب بن مالک انصاری، مصعب بن عمر کا ابو ایوب خالد بن زید انصاری، ابو حذیفہ عقبہ بن ربیعہ کا عقبہ بن بشیر انصاری، عمار یاسر کا ثابت بن قیس انصاری خزرجی اور عبد اللہ بن جحش کا عاصم بن ابی الاح انصاری، ابو ذر جندب بن حازہ غفاری کا منذر بن عمرو انصاری اور حاطب بن ابی بلتعہ کا عمیرہ بن ساعدہ اور بلال حبشی کا عبد اللہ بن عبد الرحمن النخعی اور رقم بن ابی الارقم کا ابو طلحہ انصاری، عثمان بن مظعون کا ابو لثیم بن الیہان انصاری اور عبد الرحمن بن عوف کا سعد بن الربیع انصاری، سلمان فارسی کا ابو درداء بن عویمیر بن ثعلبہ انصاری سے عقد اخوت پڑھا اور علیؑ کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا: یہ میرا بھائی ہے۔

”قال حذیفۃ فرسول اللہ سید المرسلین و امام الممتقین و رسول رب العالمین الذی لیس لہ شبہ و نظیر و علی اخوہ“

بھائی چارے کا یہ تعلق اتنا گہرا اور قریبی تھا کہ اصحاب ایک دوسرے مال اور وراثت میں شریک ہو گئے۔ اس طرح مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے مال و متاع اور جائیداد میں وارث ٹھہرے۔ یہاں تک کہ اس سلسلے میں غزوہ بدر کے بعد خداوند تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

”وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ“ (سورہ النفال، آیہ ۸۶)

یہاں میراث کے اخذ کے سلسلے میں حکم مواخات نسخ قرار دیا گیا اور شرح صحیح بخاری میں ابن حجر کا قول ہے: ابن عبد اللہ کا کہنا ہے: رسول خدا نے اس عقد کے علاوہ خود مہاجرین کے

درمیان بھی بھائی چارے کا عقد پڑھا: ابو بکر و عمر، طلحہ و زبیر، عثمان و عبدالرحمن بن عوف، جعفر بن ابی طالب کا معاذ جبل اور ایک روایت کے مطابق حمزہ بن عبدالمطلب کا زید بن حارثہ کے ساتھ بھائی چارہ قائم کیا۔ اس موقع پر علی مرتضیٰ نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپؐ نے اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تو میرا بھائی کون ہے؟ پیغمبرؐ نے فرمایا: ”أَنَا أُخُوكَ“ ایک اور روایت کے مطابق ارشاد فرمایا: ”أَنْتَ أُمِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ اہل سنت بھی اس حدیث کو قبول کرتے ہیں۔ اور شاید شیعہ علماء کے نزدیک اس حدیث کا مقام غدیر خم کی حدیث جیسا ہے۔ جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

رسول خداؐ کا عائشہ سے عقد اور رخصتی:

اور اسی سال رسول خداؐ نے ابو بکر کی بیٹی عائشہ سے نکاح کیا اور رخصتی ہوئی یہ عقد شوال کے مہینے میں پڑھا گیا اور اسی ماہ میں رخصتی ہوئی۔ الغرضیکہ عائشہ کا قول ہے جب ہم مدینہ آئے تو ہم بنی الحارث بن الخزرج کے محلے سخ میں ٹھہرے۔ ایک دن اس طرح ہوا کہ رسول خداؐ ہمارے گھر تشریف لائے آپؐ کے ارد گرد انصار مدینہ کے مرد و عورتیں جمع تھیں۔ اس وقت میرے ماں آئیں انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا، میرا منہ دھلایا، میری کنگھی کی اور مجھے پیغمبرؐ کے پاس لے گئیں چنانچہ میں گھبرائی میرا سانس ڈوبنے لگا۔ کچھ دیر بعد میری طبیعت بحال ہوئی، تو پھر مجھے ان کے قریب لے گئیں۔ پس سارے لوگ وہاں سے رخصت ہو چلے۔ اور آنحضرتؐ نے مجھ سے مجامعت کی اور اس وقت کوئی اونٹ یا دنبہ ذبح نہیں کیا گیا اور نہ ہی ولیمہ کے طور پر کوئی کھانا وغیرہ کھلایا گیا۔ صرف یہ کہ سعد بن عبادہ کے گھر سے دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا اور اس زمانے میں میری عمر نو سال تھی۔

اسی طرح بنت عمیس سے روایت ہے کہ کہا: عائشہ کی شادی کے دن خدا کی قسم کوئی ولیمہ نہیں دیا گیا۔ بس دودھ کا ایک پیالہ تھا جس میں سے کچھ رسول خداؐ نے نوش فرمایا اور باقی حصہ عائشہ کو دے دیا۔ وہ شرماری تھیں کہ میں نے کہا پیغمبرؐ کی عطا کو نہ ٹھکراؤ۔ پس عائشہ نے شرماتے

شرماتے وہ پیالہ لیا اور اس میں سے کچھ نوش کیا۔ پھر پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ پیالہ مجھے دیا جائے۔ میں نے عرض کیا: میری طبیعت نہیں ہے۔ فرمایا کھانے کی طبیعت اور جھوٹ کو ایک جگہ جمع نہ کرو۔ عرض کیا: اگر ہم میں سے کسی کی کھانے کی طبیعت ہو اور وہ اسے چھپائے تو کیا اسے جھوٹ حساب کیا جائے فرمایا:

”ان الكذب يكذب كذبا حتى تكتب الكذبة كذبة“

یعنی جھوٹ کو جھوٹ لکھا جائے۔ اس طرح کہ چھوٹے جھوٹ کو چھوٹا جھوٹ لکھا جائے۔

حضرت عائشہ نے رسول خداؐ کی شان میں یہ دو شعر کہے:

فلو سمعوا في مصر اوصاف خده لمامذ لو اني سوم يوسف من نقد

لو احي زليخا لو راين حيينه لاشن بالقطع القلوب على الايدي

اگر مصر میں اس کے وصف بیان کئے جائیں تو پھر لوگ یوسفؑ کو نقد رقم سے نہیں خریدیں گے۔ اگر زلیخا کو ملامت کرنے والیاں ان کی پیشانی کو دیکھ لیں تو وہ ہاتھوں کی بجائے دلوں کو کاٹ ڈالیں۔

مدینہ میں مہاجرین کی بیماری:

کہا جاتا ہے مدینہ میں اس زمانے میں وبا پھیلی ہوئی تھی اور زمانہ جاہلیت میں جو کوئی پردیسی وہاں داخل ہوتا اسے کہا جاتا کہ وہ گدھے کی طرح بولے۔ جب وہ بولتا تو وہ وبا سے بچ جاتا۔ غرضیکہ مہاجرین مکہ کو یہاں کی آب و ہوا اس نہ آئی وہ اس قدر ضعیف اور کمزور ہو چکے تھے کہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کو اونچے درجے کا بخار ہو گیا تھا وہ کہتے تھے۔

كل امرء مصبح في اهله والموت ادنى من شر اك نعله

جو کوئی صبح اپنے خاندان کے پاس ہوتا ہے موت اس کے اس قدر قریب ہو جاتی ہے

جتنا جوتے کا تسمہ انسان کے قریب ہوتا ہے۔ اور عائشہ کا قول تھا قسم خدا کی میرے باپ کو سمجھ ہی نہیں آ رہی کہ وہ کیا کلام کر رہے ہیں۔ اور جب بلال اس مصیبت میں مبتلا ہوا تو اس نے کہا:

الایة شعری ہل بیتین لیلۃ بواد و حولی اذ ثری و جلیل
 و ہل اریو ما من میاہ حنیہ و ہل یدون لی شامۃ و طفیل
 پھر کہتا تھا:

”اللھم العن عتبۃ بن ربیعہ و شیبۃ بن ربیعہ و امیۃ بن خلف کما اخرجونا الی الارض الوبا“
 یعنی خدایا اس گروہ کو اپنی رحمت سے دور کر چونکہ انہوں نے ہمیں مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا اور ہم یہاں آئے اور اس مصیبت میں پڑے۔ عائشہ کا قول ہے: حجات کی آیت نازل ہونے سے قبل میں عامر بن فہیرہ کے پاس گئی کہ وہ اس وقت تھکے ماندے تھے۔ کہا، کیف نجدک یا عامر، کہا:

لقد وجدت الموت قبل ذوقہ ان البجان حنقہ من فوقہ

کل امرء مجاہد بطوقہ کالشور تمحی جسمہ بروقہ

پیغمبرؐ سے عرض کیا: ہمارے لوگوں کے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہے اور وہ الٹی سیدھی ہانک رہے ہیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا:

”اللھم جب الیما المدینۃ کسبنا مکۃ او اشد جبا و صححا و بارک لنا فی صاعہا و مدھا و نقل

حماھا الی الحجۃ“

یعنی اے خدایا! ہماری مدینے سے ایسی رغبت و محبت پیدا کر دے جتنی ہمیں مکہ سے تھی یا اس سے بھی زیادہ اور یہاں کی آب و ہوا کو صحت مند کر دے صبح و شام یہاں اپنی برکتوں اور رحمتوں کا نزول فرما اور یہ بخار جو اس وقت مدینہ میں ہے اسے حجفہ منتقل فرما کیونکہ اس زمانے میں حجفہ میں تمام گھریہودیوں کے تھے۔ پس مدینہ کی آب و ہوا مہاجرین کو اس آگئی اور وہاں کی وبا حجفہ منتقل ہو گئی وہاں کے اکثر مسافر بیمار پڑ گئے۔

رسولؐ نے جب مدینے کی آب و ہوا کے ٹھیک ہونے کے لئے دعا فرمائی تو اس کے بعد ارشاد فرمایا: میں نے ایک عورت کو دیکھا جو مدینہ سے باہر نکل گئی اور مہیعہ کو جھمکے کا ایک قریہ تھا، میں مقیم ہو گئی اور ہجرت کے اسی پہلے سال کا واقعہ ہے کہ انصار کی جماعت آپؐ کو کوئی نہ کوئی تحفہ پیش کر رہی تھی تاکہ آپؐ کی قربت حاصل کر سکیں۔ ام سلیم کے پاس کچھ بھی نہ تھا لہذا وہ پریشان تھیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے انسؓ کا ہاتھ پکڑا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ آپؐ انسؓ کو غلامی میں قبول کر لیں۔ جب آپؐ کی طرف آنے لگیں تو ابو طلحہ جو ان کے سر پرست تھے نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! انسؓ ایک عقل مند غلام ہے۔ یہ آپؐ کی اچھی خدمت کرے گا۔ اگر اجازت ہو تو اسے آپؐ کی خدمت پر مامور کر دیا جائے۔ رسولؐ نے اسے قبول کر لیا۔

آذان و اقامت کا آغاز:

اسی پہلے سال کے دوران آذان کی روایت پڑی۔ یہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ جمعہ و جماعت کے وقت کی پہچان ہو سکے تاکہ مسلمانوں کو مسجد میں بلایا جاسکے۔ رسولؐ نے اس بارے میں مہاجرین و انصار کے اکابر سے مشورہ کیا تو بعض کہنے لگے: ہارن کی آواز سے مسلمانوں کو مسجد میں نماز کے لئے آنے کی دعوت دی جاسکتی ہے۔ جس طرح یہودی کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ہمارا طریقہ یہودیوں سے ملتا جلتا نہیں ہونا چاہیے۔ کہنے لگے۔ اگر بگل بجایا جائے تو کیسا ہے؟ فرمایا۔ یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے ان کی بھی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ ایک دوسرا کہنے لگا۔ اگر چھت کے اوپر آگ کا آلاؤ جلائیں تو کیسا ہے؟ کیونکہ اس طرح مسلمانوں کو آگ سے تشبیہ بھی ہو سکے گی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: مجوسیوں کی تقلید بھی نہیں کریں گے۔ ایک صحابی نے عرض کیا: کسی شخص کو حکم دیں تاکہ وہ مسلمانوں کو آواز دے اور آگاہ کرے کہ وقت نماز ہے۔ پس بلال کو حکم دیا گیا کہ وہ عوام الناس کو آواز دے اور آگاہ کرے کہ وقت نماز ہے۔ پس بلال کو حکم دیا گیا کہ وہ عوام الناس کو نماز کے لئے اس طرح ندا دے۔ ’’الصلوة جامعة‘‘ اس کے بعد عبد اللہ بن

زید انصاری خزرجی نے خواب میں دیکھا کہ ایک سبز لباس میں ملبوس شخص اس کے قریب سے گزرا اس کے ہاتھ میں ایک بگل تھا۔ عبد اللہ نے کہا: یہ بگل مجھے بیچ ڈالو تا کہ میں نماز کے لئے لوگوں کو دعوت دے سکوں۔ اس نے کہا: کیا تمہیں اس بگل سے بہتر بات سکھاؤں؟ اس طرح وہ مسجد کی چھت پر جا کھڑا ہوا اور اس نے ساری آذان کے کلمات ادا کئے اور کچھ دیر کے لئے بیٹھا اور پھر کھڑے ہو کر قامت کہی۔ عبد اللہ جو نبی خواب سے بیدار ہوا۔ رسول اکرمؐ کے پاس چلا آیا اور صورت حال بیان کی۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: سچ ہے اور بلال کو یہ سارے کلمات سکھائے اس نے اسی طرح آذان کہی۔ اتنے میں جبرائیل آئے اور یہی کلمات دہرائے۔ اب جو نبی بلال نے آذان دی ایک صحابی دوڑتے ہوئے آئے آپؐ کے پاس حاضر ہو کر خواب بیان کرنے لگے کیونکہ ان کی خواب بھی عبد اللہ کی مانند تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اسی طرح سات صحابہ نے خواب دیکھا۔ رسول خداؐ آذان کے کلمات اصغانا می فرشتہ سے فرما چکے تھے لیکن چونکہ اس بارے میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی نہیں آئی تھی لہذا صحابہ سے مشورہ کر رہے تھے۔

یہاں شیعہ اثناء عشری مجتہدین کا قول ہے کہ جب جبرائیل آذان کے کلمات لے کر آپؐ کے پاس آئے تو اس وقت آپؐ کا سر حضرت علیؑ کے قریب تھا۔ اس سلسلے میں منصور بن حازم نے ابی عبد اللہ جعفر صادقؑ سے یہ روایت نقل کی ہے :-

”كَلَّمَا حَبِطَ جِبْرَائِيلُ بِالْآذَانِ عَلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ، وَكَانَ رَأْسُهُ فِي فِجْرِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَأَذَّنَ وَ أَقَامَ فَلَمَّا انْتَبَهَ رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: يَا عَلِيُّ سَمِعْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: خُذْطَفَ - قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اذِعْ بِلَالًا بِعَلْمِهِ -“

الغرض امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: جب جبرائیل آذان کے کلمات رسول خداؐ پر لے کر نازل ہوئے تو آپؐ کا سر مبارک علیؑ کے قریب تھا۔ فرمایا: اے علیؑ آپؐ نے جبرائیل کی گفتگو سنی۔ فرمایا جی ہاں۔ حفظ کیوں؟ عرض کیا، جی ہاں، فرمایا: بلال کو سکھا دو لہذا آپؐ نے اسی طرح کیا۔ آذان کے کلمات ابو بکر الحضر می اور کلیب الاسدی کے مطابق یہ ہیں۔ چار مرتبہ اللہ اکبر،

چار مرتبہ اشہدان لا الہ الا اللہ، دو مرتبہ ”اشہدان محمد رسول اللہ دو مرتبہ حی علی الصلوٰۃ، دو مرتبہ حی علی الفلاح اور دو مرتبہ حی علی خیر العمل پھر اللہ اکبر دو مرتبہ اور لا الہ الا اللہ دو مرتبہ۔ اور فرمایا ”الاقامتہ کذلک“ اقامت بھی آذان کی طرح ہے۔ صرف قد قامت الصلوٰۃ جو اقامت کا جزو ہے کا اضافہ کیا جائے اور ابن بابویہ نے ”من لا یحضر الفقیہ میں اس حدیث کے تذکرے کے بعد فرمایا: ہذا هو الاذان الصحیح لایزاد ولا ینقص منه، والمفوضۃ لہم اللہ قد وضعوا اخباراً وازدادوا فی الاذان: (محمد و آل محمد خیر البریہ)، مرتین، اور بعض روایات میں ہے، بعد میں (اشہدان محمد رسول اللہ، اشہدان علیاً ولی اللہ) مرتین و منہم من روی بدل ذلک (اشہدان علیاً ولی اللہ) مرتین و منہم من روی بدل ذلک (اشہدان علیاً امیر المؤمنین ہذا) مرتین۔

ولا شک ان علیاً ولی اللہ و انہ امیر المؤمنین ہذا و ان محمداً و آلہ صلوات اللہ علیہم خیر البریہ۔ لیکن ذلک فی اصل الاذان و انما ذکر ذلک لیرف بہذہ الزیادۃ المعتبرون بالتقویٰ فی المدلسون انفسہم فی جملتنا“

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ ایک مرتبہ بلال، حضور کے حجرے میں آیا اور کہا ”الصلوٰۃ یا رسول اللہ“ کہا گیا: آنحضرت آرام فرما رہے ہیں، دو مرتبہ کہا: الصلوٰۃ خیر من النوم، اس کے بعد یہ کلمہ صبح کی نماز میں کہا جانے لگا اور ایک دوسری روایت کے مطابق پیغمبر اکرم نے اس کلمے کو معین کر دیا اور مواعظ میں مالک بن انس روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب کے زمانے میں موذن ان کے قریب آیا تا کہ آپ صبح کی نماز کے لئے بیدار ہوں۔ عمر سوئے ہوئے تھے جب موذن نے کہا ”الصلوٰۃ خیر من النوم“ تو عمر بیدار ہو کر اٹھ بیٹھے اور حکم دیا کہ اس جملے کو صبح کی آذان میں داخل کیا جائے۔

بھیڑ پیئے کی گفتگو:

ہجرت کے پہلے ہی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ مدینہ کے باہر ایک بھیڑ پیئے نے ایک بھیڑ اٹھائی اور بھاگ کھڑا ہوا۔ گڈریا اس کے پیچھے بھاگا اور اسے جالیا۔ اس نے اس سے اپنی بھیڑ

چھڑالی۔ بھینٹیا ہیں بیٹھ گیا اور فصیح عربی میں یوں مخاطب ہوا: مجھے خدا نے جو رزق دیا تھا وہ تم نے مجھ سے لے لیا ہے۔ گڈریے نے تعجب کا اظہار کیا اور کہا: یہ بڑی عجیب بات آج میں دیکھ رہا ہوں کہ بھینٹیا باتیں کر رہا ہے۔ بھینٹیا نے کہا: اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ مدینے میں ایک شخص جھاڑیوں اور پتھروں کے درمیان بیٹھا ہوا آئندہ کے حالات بتا رہا ہے۔ گڈریا یہودی تھا۔ جب اس نے یہ باتیں سنیں تو بھینٹوں کو وہ ہیں چھوڑا اور خود رسول خدا کے پاس آ گیا اور اس نے یہ سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا: یہ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے کہ جب کوئی آدمی گھر سے باہر نکلے گا تو ابھی وہ اونٹے گا بھی نہیں کہ اس کے جوتے اور چھڑی اس کے گھریٹنے والے سارے حالات اسے بتادیں گے۔

عاشورا کے روزے کی فرضیت:

اسی سال ہجرت میں حضور کو بتایا گیا کہ یہود عاشورا کے دن کا روزہ رکھیں گے۔ اس لئے کہ اس دن خدا نے فرعونوں کو غرق کیا تھا۔ اور موسیٰ نے شکرانے کے طور پر روزہ رکھا اور فرمایا۔ اصحاب روزہ رکھیں۔ لیکن جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورا کی فرضیت جاتی رہی جبکہ اہل علم اب بھی عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں اور اسے سنت گردانتے ہیں۔ یہ پینچمبرگی روایت نقل کرتے ہیں کہ جو کوئی اس ایک دن روزہ رکھے گا خدا اس کے ایک سال کے گناہ معاف کرے گا۔ اور کہا جاتا ہے کہ تا سوعا کے روزے کو عاشورا کے روزے کے ساتھ کھولنا مستحب ہے۔ کیونکہ پینچمبر نے اپنی عمر کے آخری سال فرمایا: اگر آئندہ سال زندہ رہا تو تا سوعا کے دن بھی روزہ رکھوں گا اور اس طرح آپ اسی سال رحلت فرما گئے۔ تا سوعا کے روزے کی حکمت یہ ہے تاکہ یہودیوں سے مشابہت پیدا نہ ہو کیونکہ یہودی صرف عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں۔

شیعہ مجتہدین نے امام محمد باقر نے روایت کی ہے فرمایا: عاشورا کا روزہ سنت تھا، یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض کئے گئے۔ پس عاشورا کے روزے ترک ہو گئے۔

براء بن معرور کی وفات:

اسی سال ہجرت میں رسول خداؐ امراء بن معرور کی قبر پر آئے اور صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا: **لَللَّحْمِ اَغْرَزْ لَهٗ وَالْزَمْمَةُ وَارْضُ عَنْهُ وَكَلِّمْ فَعَلَيْكَ** اور وہ آنحضرتؐ کے مدینہ وارد ہونے سے ایک ماہ قبل فوت ہوئے اور وہ نقبہ سے پہلے شخص ہیں جن کی وفات ہوئی اور میت پر پڑھی جانے والی پہلی نماز ہے۔

اسعد بن زرارہ کی وفات:

اور اس کے بعد اسی سال اسعد بن زرارہ کہ انصار کے نقبہ سے ایک تھے نے اس دار فانی سے کوچ کیا اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ مہاجرین کا قول ہے کہ پہلے شخص عثمان بن مظعون تھا جو بقیع میں دفن ہوئے۔ الغرض جب اسعد بن زرارہ دنیا سے گذر گئے تو بنو النجار رسول خداؐ کے پاس آئے کہ ہمارا نقیب اس دنیا سے گذر گیا ہے لہذا ہمارا نقیب معین فرمادیں تو آپؐ نے فرمایا میں خود آپ کا نقیب ہوں۔

عثمان بن مظعون کی وفات:

اور اسی سال عثمان بن مظعون اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ رسول خداؐ کے رضاعی بھائی تھے۔ اور ایک روایت ہے کہ آپ کی وفات ہجرت کے تین ماہ بعد ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد پیغمبرؐ نے آپ کا بوسہ لیا اور آپ کے آنسو عثمان کے چہرے پر پڑے۔ اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون مہاجرین میں وہ پہلے شخص تھے جن کو جنت البقیع میں دفن ہونے کا شرف ملا اور اسی طرح اسعد بن زرارہ انصار میں وہ پہلے شخص تھے جنہیں جنت البقیع میں دفن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

کلثوم بن ہدم کی وفات:

اسی سال کلثوم بن الہدم بن امراء القیس اسلام لانے کے بعد فوت ہوئیں۔ اس طرح مشرکوں کی جماعت سے عاص بن وائل سہمی نے اس سال آنجہانی ہوا۔ ہجرت کے اسی سال ولید

بن مغیرہ راہی ملک عدم ہوئے۔ ولید کو قریش کا پلڑا کہا جاتا تھا کیونکہ خانہ کعبہ پر ایک دفعہ تمام قریش پہناوا لپٹتے تھے اور دوسری دفعہ ولید۔

ولید بن مغیرہ کی ہلاکت:

مرتے وقت ولید بن مغیرہ زار و قطار رو رہا تھا۔ ابو جہل نے کہا: کیوں اتنے رو رہے ہو؟ قسم اٹھائی کہ میں موت کے خوف سے نہیں رو رہا بلکہ ڈرتا ہوں کہ کہیں ابن ابی کبشہ (ختمی مرتبت) کا دین مکہ میں پھیل نہ جائے۔ ابوسفیان نے کہا: مت ڈرو، میں اس دین کے پھیل نہ سکنے کی ضمانت دیتا ہوں۔ آنحضرتؐ کو اس لئے ابن ابی کبشہ کہا جاتا تھا کہ آپ کی مادر گرامی وھب بن عبدمناف کی بیٹی تھیں اور وھب کی ماں عمرہ بنت دجر بن غالب تھی اور وھب کی کنیت ابو کبشہ تھی اور وہ قریش کی بت پرستی کے مخالف تھے۔ آپ کو ابن ابی کبشہ کہا جاتا تھا اور اس آئیہ کریمہ ”انہ صو رب اشعری“ کے اشعار اس لئے ہیں کہ اگر چہ رسول خداؐ کی عبادت کی نفی میں ابن ابی کبشہ کے حامی تھے لیکن اشعار کی تخلیق میں ان کے مخالف تھے۔

عبداللہ زبیر کی ولادت:

اسی سال عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی اور آپ کی ولادت قریش کے لئے مسرت کا باعث بنی۔ کیونکہ یہودیوں نے کہا تھا کہ ہم نے جادو کے ذریعے مسلمانوں میں پیدائش کو روک رکھا ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق نعمان بن بشر کی میلا د اور زیاد بن سمیہ کی ولادت اسی سال ہوئی۔ آپ کا تذکرہ اپنے مقام پر آئے گا۔

پیغمبرؐ کی یہودیوں سے صلح:

ہجرت کے اسی پہلے سال جب یہودیوں نے مشاہدہ کیا کہ اسلام دن بدن طاقتور ہوتا جا رہا ہے تو پیغمبرؐ سے خوف زدہ ہو گئے لہذا ان کے کامرین آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قبیلہ بنی قریظہ سے کعب بن اسد، قبیلہ بن نضیر سے حمی بن اخطب، قبیلہ بنی قینقاع سے مخزوم

کے ترجمان کے طور پر آپ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے محمد! ہمیں کس کی طرف دعوت دیتے ہو، فرمایا: شہادت کی طرف (”ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ“ میں وہ ہوں جس کی تعریف تم نے تو ریت میں پڑھی اور جان لی ہے اور تمہارے علماء نے اس کی خبر دی ہے۔ تمہارے ایک عالم نے کہا: میں شراب بہت پیتا تھا، اسی لئے اب اس تکلیف و مصیبت تک جا پہنچا ہوں جو اس ملک میں ہے۔ یعنی آخری اور بہترین اس ملک میں آنے والا ہے۔ وہ فخر پر سواری کرے گا اور کملی اوڑھے گا، آپ کی دونوں آنکھوں میں سرخی ہے اور آپ کے کندھوں کے درمیان مہر ختم نبوت ہے۔ آپ تلوار جمائل کئے اور بے باک ہوں گے۔ ہنس مکھ اور کشادہ پیشانی والے ہوں گے۔ آپ کا حکم وہاں تک پہنچے گا جہاں تک گھوڑا اور اونٹ نہیں پہنچ سکتے۔ اس طرح اس نے اپنے علماء سے پہنچی ہوئی روایات کا تذکرہ کیا۔ کہنے لگے: ابھی یہ باتیں ہم پر ثابت نہیں ہوئیں۔ اگر آپ چاہیں کہ آپ کے ساتھ صلح و صفائی سے زندگی بسر کریں اور ہم نہ آپ اور نہ آپ کے اصحاب کی توہین کریں یہاں تک کہ آپ کا امر آشکارا ہو جائے۔ جب آپ کی صداقت کا پتہ چلے گا تو ایمان لے آئیں گے۔

پیغمبرؐ نے ان کی التماس کو قبول فرمایا۔ اور ایک دستاویز لکھی کہ اگر یہود اس کے علاوہ کچھ کر لیا اور خفیہ طور پر یا آشکارا آنحضرتؐ کے دشمنوں سے دوستی کریں تو ان کی بیویاں، بیٹے اور جان و مال حلال ہوگا۔ یہ اکابرین جب اپنی قوم کی طرف واپس لوٹے تو کعب بن اسد اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ اس نے زبان بند رکھی لیکن جی بن اخطب نے بنی نظیر سے کہا: یہ وہی پیغمبرؐ ہیں جن کے بارے میں ہم نے کتب میں پڑھا اور علماء سے سنا ہے۔ لیکن میں ہمیشہ اس کی مخالفت کروں گا کیونکہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ نبوت و رسالت اسحاق کے خاندان سے باہر جائے اور اسمعیل کی اولاد میں آجائے۔ اور مخزق جو یہودیوں میں امیر بھی تھا۔ اپنی قوم سے کہنے لگا: یہ وہی پیغمبر مرسل ہے جسے تم لوگوں نے جان لیا ہے لہذا اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ اگر تمہاری صلاح ہو تو اس پر ایمان لائیں اور اس طرح تو ریت و قرآن دونوں کی فضیلت کے حقدار نہیں۔ قوم

نے اس کی بات پر کان نہ دھرے اور اس کی بات کو کوئی اہمیت نہ دی۔

آنحضرتؐ کی زبانی امیر المومنینؑ کی وزارت کا تذکرہ:

اگر تمام ملائکہ پانی کو سیاہی اور افلاک کو اوراق بنا کر ان پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کے فضائل رقم کرنا شروع کر دیں تو آپ کے فضائل کو کا حقہ نہیں لکھ سکتے کیونکہ یہ تمام مخلوقات کا وجود آپ کے طفیل خلق ہوا ہے۔ ذرات کا سورج سے کیا موازنہ؟ لہذا یہ تمام مخلوقات اگر زیر ہو جائیں تو آپ کے فضائل کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ لیکن اس ناچیز نے ایک چیونٹی کی مانند گہرے سمندر سے نہایت قلیل مقدار میں پانی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح آنحضرتؐ کے وہ فضائل جو رسول خداؐ کی زبان مبارک پر جاری ہوئے یہاں بیان کرنے کی سعی کی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کی ایک ریاست مللیار میں سامری نامی راجہ نے، (ایک) ہجری قمری کو اسلام قبول کیا تھا۔

ماخ التواریخ کی پہلی اور دوسری جلد میں ہندوستان کی ریاستوں اور وہاں کی آبادی کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس ملک کے سلاطین کا قصہ اور وہاں کے لوگوں کے عقائد کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ ہندوستان کی ریاستوں میں ظہور اسلام سے لے کر سلطان محمود غزنوی تک کسی ایک بادشاہ کی حکومت نہیں رہی بلکہ مختلف ریاستوں میں راجاؤں کی اپنی اپنی حکومتیں قائم تھیں۔ اسی طرح اس ملک میں مللیار نامی ایک ریاست بھی تھی وہاں کے راجا کا نام سامری تھا۔ اس نے ایک رات کو دیکھا کہ چاند آسمان سے نیچے اتر آیا اور دو ٹکڑے ہو اور کچھ دیر پر دوبارہ واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔ وہ اس امر سے بہت حیران ہوا۔ اس نے ہر کسی سے سوال کیا لیکن اس کا عقیدہ کسی نے حل نہ کیا۔ یہاں تک کہ اسے اس جستجو میں ایک سال کا عرصہ لگ گیا۔ اس نے اس سلسلے میں دنیا کے مختلف علاقوں کو اپنے سفراء بھیجے۔ آخر اس نے سراغ لگایا کہ اس رات رسول خداؐ نے شق القمر فرمایا تھا۔ جب سامری کو پتہ چلا تو وہ ایمان لے آیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے بھی مسلمان ہوئے اور اپنے نام کے ساتھ لفظ سامری کا اضافہ کرنے لگے۔ ان کی حکومت

ملیبار میں تھی اور وہ سب کے سب مسلمان تھے۔ یہاں تک کہ دو سو سال کا عرصہ گزر گیا۔ اس کے بعد وہ مرتد ہو گئے چنانچہ بعد میں ان کا تذکرہ ہوگا۔ انشاء اللہ۔

حکیم حارث بن کلدة کا ظہور (ہجری قمری):

حارث بن کلدة بن عمرو بن ابی علاج بن سلمة بن عبد العزی بن عمرو بن عوف بن قس بن انشقی الطائی، شروع زندگی ہی سے سائنسی علوم خصوصاً طب سیکھنے کی جانب راغب تھے۔ اس سلسلے میں آپ عرب سے فارس تشریف لائے اور مشہور اطباء کے سامنے زائے تلمذ طے کیا یہاں آپ نے طبابت کے علاوہ موسیقی کے شعبے میں بھی خاصی مہارت پیدا کر لی تھی اور..... کو اچھی طرح بجا سکتے تھے۔ اس کے بعد وطن مالوف کا رخ کیا اور مریضوں کے علاج معالجے میں لگ گئے۔ آپ اس شعبے میں بہت مشہور ہوئے۔

جب سعد بن ابی وقاص بیمار پڑ گئے تو رسول خدا ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔

”فَقَالَ: اُدْعُوْا لِي الْحَارِثَ بْنَ كَلْدَةَ، فَاِنَّهُ رَجُلٌ مُّطِيبٌ“

فرمایا: حارث کو بلا لیا جائے جو طبیب ہے چنانچہ اسے بلا لیا گیا۔

عرض کیا: کوئی مسئلہ نہیں، مجھے کچھ کھجور لاکر دو اس کے بعد دودھ منگوایا گیا۔ ان دونوں کو اکٹھا پکایا گیا جب پک چکا تو ٹھنڈا ہونے پر مریض کو پلایا۔ دو خوراک پلانے پر بیماری جاتی رہی۔ کہا جاتا ہے کہ حارث بن کلدة مسلمان نہیں ہوا اور اس نے اپنے رہنے کے لئے ایسی جگہ بنائی ہوئی تھی جہاں سورج نہیں پڑتا تھا۔ اس سے پوچھا گیا اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟

”فَقَالَ: اَلشَّمْسُ تَفْعَلُ الرَّجُلَ وَتَجْلِي الثُّوبَ وَتَخْرِجُ الدَّمَ الْدَائِمِينَ“

یعنی سورج کی روشنی لباس کو پرانا کرتی اور پھاڑتی ہے اور جسم میں چھپے ہوئے دروں کو حرکت دے کر ظاہر کرتی ہے۔ حارث کی ایک کنیز تھی جس کا نام سمیہ تھا۔ اگرچہ حارث اس کے ساتھ مجامعت کرتا تھا لیکن سمیہ کی شہوت کے سامنے سوجارث بھی کافی نہیں تھے۔ الاحمالہ اس نے فحاشی شروع کر دی اور حارث کو چھوڑ کر چلی گئی۔ اس نے زنا کاروں میں بہت شہرت پائی۔ یہ وہی

سمیہ تھی جس سے زیادہ بن ابیہ پیدا ہوا چونکہ اس کا کوئی والد نہیں تھا لہذا اسے زیادہ بن ابیہ یا کبھی کبھار زیادہ بن سمیہ کہا جاتا تھا۔ چنانچہ انشاء اللہ اس کی شرح حال اس کے مقام پر آئے گی۔
الغرض چونکہ حارث نے سمیہ کو اپنے آپ سے دور کر دیا تو وہ ہمام بن عمرو ثقفی کی بیٹی فارعہ کو بیوی بنا کر گھر میں لایا۔ ایک دن صبح سویرے اس نے دیکھا کہ فارعہ خلال کر رہی ہے اس نے اس سے فوراً طلاق دے دی۔ فارعہ نے کہا: یہ تم نے کیوں کیا؟

”فقال: دخلت عليك في السحر فوجدتک متخللين، فان كنت با درت الغداء فانتم شرهه و ان كنت بت والطعام بين اسنانك فانتم قذرة، قالت كل ذلك لم يكن ولكني تخلصت من خطايا السواك“

کہنے لگا: اگر تو نے یہ خلال اس غذا کا کیا ہے جو ابھی کھائی ہے جبکہ ابھی سورج بھی نہیں نکلا تو اس کا مطلب ہے تو بہت حریص اور پٹو ہو۔ اور اگر اس غذا کا خلال ہے جو تو نے کل رات کھائی ہے تو تو نے پاکیزگی کا خیال نہیں رکھا اور سخت پلید ہو۔

فارعہ نے جواب دیا: یہ بات نہیں، بلکہ میں نے مسواک کی اور یہ خلال مسواک کے ریشوں کو نکال کر باہر کرنے کے لئے کر رہی تھی۔ فارعہ حارث کے بعد یوسف بن ابی عقیل انھیں کے نکاح میں آئی اور اس سے حجاج پیدا ہوا۔ جس کا تذکرہ آگے آئے گا۔

انوشیروان کی حکیم حارث بن کلدہ سے بات چیت:

کہا جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں حارث بن کلدہ، نوشیروان عادل کی ملاقات کے لئے اس کے دربار کی طرف چل پڑا۔ اس نے بادشاہ کی دست بوسی کی اجازت مانگی اور دربار میں باادب کھڑا ہو گیا۔ ایران کے بادشاہ نے کہا: کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟
عرض کیا: میں حارث بن کلدہ، ایک عرب حکیم ہوں۔

نوشیروان بولا: عرب حکیم، جہالت کی کثرت، عقل کی کمی اور ناقص غذا کیسے علاج کرتا ہے؟

”قال ايها الملك اذا كانت هذه صفتها، كانت احوج الى من يصلح جهلها وتقيم عوجها و
 يسوس ابدانها ويعدل امشاجها فان العاقل يعرف ذلك من نفسه ويميز موضع دانه ويستر زعن
 الادواء كلها بحسن سياسته لنفسه“

حارث نے کہا: اگر عربوں کی عادت ایسی ہے تو وہ اکثر حکیم کے محتاج ہونگے کیونکہ
 عقلمند لوگ اپنے امر کی اصلاح کرنا جانتے ہیں۔

”قال كسرى: فكيف تعرف ما تو رده عليها؟ ولو عرفت الحكم لم تنسب الي الجبل - قال
 الحارث: الطفل يناغي فيداوى والحية ترقى فتجأوى، ثم قال: ايها الملك العقل من قسم الله تعالى، قسمه
 بين عباده كقسمته الرزق فيهم، فكل من قسمه اصاب، فمنهم مشر ومعدوم وجاهل وعالم وعاجز وحازم -
 ذلك تقدير العزيز العليم“

نو شیردان نے اس کی عقلمندی کی داد دی اور کہا: عربوں کے اخلاق اور اچھی صفات
 بتاؤ؟ اور تمہیں ان کی کوئی خوبی پسند آئی ہے؟

”قال الحارث: ايها الملك! لها انفس بخية وقلوب جريية والسنة فصيحة واحساب صحيحة يبرق
 من افواههم الكلام، مروق السهم من نبعة الرامي، اعذب من هواء الريح - الين من السلسيل
 المعين - يطعمون الطعام في الجذب، ويضربون الهمام في الحرب - لا يرام عزهم ولا يضيام جارهم، و
 لا يستباح حرهم، ولا يذل كرمهم للفقرون بفضل الامان، الا للملك الهمام الذي - لا يقاس به احد
 ولا يوازنه سويته ولا ملك“

جب نو شیردان نے کلدہ کے بیٹے سے یہدیرانہ گفتگو سنی تو اس نے درباریوں میں اس
 کی عقل و خرد کی داد دی اور تعریف کی اور حکم دیا کہ اسے احترام سے بٹھایا جائے۔ پھر اس نے سوال
 کیا۔ طب کا اصل کیا ہے؟

”قال الازم، قال فما الازم؟ قال ضبط العفتين والرفق باليدين“

یہ کنایہ ہے کہ حفظان صحت کے لئے ضروری ہے کہ ناموفق غذاؤں سے پرہیز کیا جائے

اور زیادہ کھانے سے پرہیز کیا جائے۔

نوشیروان نے کہا: تو نے بالکل صحیح کہا

”فما الداء الدوی؟ قال: ادخال الطعام، هو الذی بہلک البریۃ وشفی السیاع فی جوف

البریۃ“

المختصر یہ کہ کھانے پر ایسا کھانا تناول کیا جائے کہ ابھی پہلا کھانا ہضم نہ ہوا ہو تو ایسا کھانا انسانوں اور جانوروں کے لئے ہلاکت کا باعث ہے۔ یہ بات بھی کسریٰ کو بہت پسند آئی اور اس نے کہا:

”فما العلة التي تصطلم منها الادواء؟ قال: التهمة ان بقیت فی الجوف قتلت، وان تحلت

استحلت“

یعنی ایسی غذا جس سے معدے میں گیس پیدا ہو، اگر ہلاکت کا باعث نہ بنے تب بھی بیمار کر دیتی ہے۔ نوشیروان نے پوچھا: بیماری دور کرنے کے لئے خون نکالنے کا کونسا وقت اچھا ہے۔

”قال فی نقصان الهلال، فی یوم صحو لا غمیم فیہ، والنفس طیبة والعروق ساکنہ لسرورینا جیک و

ہم بیاعدک“

یعنی مہینے کے درمیانی ایام اور وہ دن جس دن سورج بالوں میں نہ چھپا ہو۔ اور نفس

امارہ سکون وراحت سے ہو۔

پھر نوشیروان نے کہا:

”فما تقول فی دخول الحمام؟ قال: تدخلہ ہبعان، ولا تعش اهلک سکران، ولا تقم باللیل

عریانا، ولا تتعد علی الطعام غضبان، وارفق بنفسک، یکن ارخی لباک وقلل من طعمک یکن اهنی

لنوک“

کہتا ہے: جب پیٹ بھرا ہو تو حمام میں جانے سے پرہیز کرو، عورتوں کے ساتھ

مجامعت سے پرہیز کرو، ننگے پاؤں رات کو اور غصے کی حالت میں چلنے سے اجتناب کرو۔ جو کوئی اطمینان قلب کا متلاشی ہے اپنے نفس پر کنٹرول کرے، کم کھائے گا تو سونے میں آسانی ہوگی۔

”قال: فما تقول في الدواء؟ قال: ما لم تحك الصلح فاجتنبه فان حاج داء فاحسمه بما

يرد قبل استحكامه فان المبدن بمنزلة الارض ان اصلحها عمرت وان تركها خربت“

کہتا ہے: اگر صحت و تندرستی ہو تو ہرگز دوا کے قریب مت جاؤ۔ دوا کی مقدار کا خاص خیال رکھو، کیونکہ انسانی جسم زمین کی مانند ہے جتنی اس کی دیکھ بھال کرو گے اتنا یہ پرورش پائے گا اور جتنی اس سے لاپرواہی برتو گے یہ دیرانے میں تبدیل ہو جائے گا۔

پھر اس نے شراب کی صفت بیان کی۔

”قال: اطيبة اھناہ وارقہ امراہ واعد بہ اشہاء۔ لاشربہ صرفاً فیورثک صداعاً ویشیر علیک

من الادواء انواعاً“

کہتا ہے: صاف ستھری اور خوشگوار شراب پئے، پانی یا عرق گلاب ملا کر اس کی تیزی و گاڑھے پن کو ختم کرو۔ ایسی شراب کو مقتول کہا جاتا ہے یہ جسم کو نرم کرتی ہے۔ اور خالص شراب نشہ آور ہوتی ہے، پھر اس کے علاج کی ضرورت پڑتی ہے اور گوشت کی صفت اس طرح بیان کرتا ہے:

”الضمان الفسفی افضل، والقديد المالح مہلك للاكل۔ واجتنب لحم الجوز وروالبقر“

یعنی جو ان دہنے کا گوشت ہر قسم کے گوشت سے بہتر ہے، پرانا گوشت صحت کے لئے مضر ہے۔ اونٹ اور گائے کا گوشت بھی مضر صحت ہے۔

پھلوں اور پھولوں کے متعلق اس نے کہا:

”قال: کلہا فی اقبالہا وحین اوانہا و اترکہا اذا ادبرت و ولت و انقصی زمانہا و افضل

الفاکہۃ الرمان والاترج و افضل الریاحین الورد و النج و افضل البقول الہندباء و الخس“

کہتا ہے: پھلوں کو کھانے کا وقت وہ ہے جب وہ درختوں پر پک جائیں، انہیں چننے کے وقت کھانا چاہئے۔ بہترین پھل انار اور مانجھی ہے۔ اور بہترین پھول سوری اور بنفشہ کے

ہیں اور سب سے اچھی سبزیاں کاسنی اور کاہو ہیں۔ پھر نوشیروان نے پانی پینے کے متعلق سوال کیا:
کہا:

”قال: هو حياة البدن وبقوامه۔ منفع ما شرب منه بقدر۔ وشر به بعد النوم ضرر۔ افضله
امراه وارق۔ اصفاه من عظام انهار البار والزلزال لا تختلط بماء الا جام والاکام وبتسلسل عن الرضراض
وعظام الحصى في البقاع۔ قال: فما طعمه؟ قال لا يوصف له طعم، الا انه مشتق من الحياة۔ قال: فما لونه؟
قال: اشتبه على الابصار لونه، لانه يتحكى لون كل شيء يكون فيه“

کہتا ہے: پانی بدن کی زندگی و مضبوطی کا باعث ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ ضرورت کے
وقت اور ایک خاص مقدار میں پیا جائے۔ اس کا سونے کے بعد پینا مضر ہے، سب سے بہترین
پانی وہ ہے جو درختوں اور جھاڑیوں سے گذر کر نہ آیا ہو، بلکہ پتھروں سے ٹکرا کر آیا ہو، پانی بے
ذائقہ اور بے رنگ و بو ہونا چاہیے۔ اگر پانی میں کسی رنگ کی آمیزش نظر آئے تو اس کا مطلب ہے
پانی میں کوئی ایسی چیز پڑی ہے جس کی وجہ سے پانی کے رنگ میں تبدیلی آئی ہے۔ پھر نوشیروان
نے کہا:

”اخبرني عن اصل الانسان ما هو؟ قال: اصله من حيث شرب الماء۔ قال: فما هذا
النور الذي في العينين؟ قال: مركب من ثلاثة اشياء: قلبياض شحمة والسواد ماء والناظر ریح“
مجھے انسان کی حقیقت کے متعلق بتاؤ اور یہ آنکھوں کی بیانی کی حقیقت کیا ہے؟ کہا:
انسان کی سرشت اس نقطے سے ہے جس سے اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ اور آنکھ سفیدی سے
مركب ہے جو پیہ ہے اور سیاہی سے جو پانی سے ہے۔ اور بصارت سے جو ہوا ہے، اس وقت
نوشیروان نے جسم کی جبلت، طبیعت اور بدن کے متعلق سوال کیا۔

”قال: على اربع طبائع: المرة السوداء وهي باردة يابسة والمرة الصفراء وهي حارة يابسة
والدم وهو حار رطب والبلغم وهو بارد رطب، قال: فلم لم يكن من طبع واحد؟ قال: لو خلق من طبع واحد،
لم ياكل ولم يشرب ولم يمرض ولم يهلك قال: فلو كان من طبيعتين؟ قال: لم يتجز لاشهاضدان،

تقتلان قال: فمن ثلاثة؟ قال: لم يصلح موافقان ومخالف، فلاربع هو الاعتدال والقيام۔ قال:
 فاجمل لي الحار والبارد في احرف جامعة۔ قال: كل حلو حار و كل حامض بارد و كل حريف حار و كل مز
 معتدل و في المز حار و بارد قال: فما فضل ما عولج به المرأة الصفر آء؟ قال: كل بارد لين۔ قال:
 فالمرأة السوداء؟ قال كل حاليين۔ قال: والبلغم۔ قال: كل حار يابس۔ قال: والدم۔ قال:
 اخرجه اذا زاد و تطهيه اذا سخن بالاشياء الباردة اليابسة۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان کی طبیعت چار اقسام کی ہے۔ سودا سرد و خشک، صفرا گرم و
 خشک، گرم خون وتر اور بلغم سرد وتر اور اگر ایک ہی طبیعت ہوتی تو کھانے پینے، مرض اور موت کے
 قابل نہ ہوتا۔ اگر دو طبیعتوں کا حامل ہوتا تو دو اضداد کا اجتماع راس نہ آتا اور اگر تین طبیعتوں کا
 حامل ہوتا تو دو موافق اور ایک مخالف ہوتی۔ اس طرح دو مخالف اور ایک موافق پر حاوی ہو جاتیں،
 پس چار طبیعتیں اعتدال برقرار رکھنے کا ذریعہ ہیں۔

اور جاننا چاہیے کہ ہر مٹھائی گرم اور ہر ترشی ٹھنڈا مزاج رکھتی ہے، اشیاء کی گرمی زبان
 کے جلنے سے محسوس ہوتی ہے اور جو ترشی و شیرینی کے درمیان ہے وہی اعتدال ہے، معتدل اشیاء
 گرمی و سردی کا مرکب ہیں اور صفرا کی گرمی کو ملین سرد سے ختم کیا جاسکتا ہے۔ اور سودا کی سورت کا
 گرم ملین سے علاج کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح گرم و خشک سے بلغم دفع کیا جاتا ہے۔ اگر خون بڑھ
 جائے تو اسے نکالا جائے اگر گرمی و حرارت پیدا کرے تو اس کا علاج سرد اور خشک چیزوں سے کیا
 جائے۔ پھر نوشیردان نے نقصان دہ گیس یا ہوا کا علاج دریافت کیا۔

”قال: بالحقن اللدیه والادھان الحارۃ اللدیه، قال: انما بالحقن؟ قال: نعم قرأت
 فی بعض کتب الحکماء: ان الحقن یتقی الجوف و ینسج الادواء عنہ۔ والعجب لمن اختص کیف یہرم او یعدم
 الولد۔ وان الجہل کل الجہل من اکل ما قدر عرف مضرتہ و یرشہ و یتعلی راحۃ بدنہ“

کہا: معدے کی گیس کا علاج (حقن کے طریقے) دوائی کے ذریعے کیا جائے جسے
 پاخانے کے سوراخ کے ذریعے داخل کیا جاتا ہے اور اس طرح گرمی پیدا کرنے والے تیل بھی اس

کے لئے مفید ہیں۔ میں نے حکماء کی کتب میں پڑھا ہے کہ حقنہ پیٹ کو پاک کرنا اور درد کو دور کر دینا ہے۔ اور مجھے تعجب ہوگا اس شخص سے جس نے حقنہ کر دیا ہو اور پھر بھی وہ بوڑھا اور بے اولاد رہے۔ اور سب سے بڑی جہالت یہ ہے کہ کوئی ایک چیز کو مضر سمجھے اور پھر بھی اس سے ہاتھ نہ کھینچے اور پیٹ کو صحت پر ترجیح دے۔ پھر نوشیروان نے کہا:

”قال: فما الحمیة؟ قال الاختصار فی کل شیء، فان الاکل فوق المقدار یضیق علی الروح

ساختہا و یسد مسامہا“

نوشیروان نے کھانے پینے اور پرہیز کے متعلق پوچھا، کہا: زیادہ کھانا انسانی صحت کے لئے انتہائی مضر ہے۔ پس اتنا کھائے کہ وہ معدے کے لئے بوجھ نہ بنے۔ اب نوشیروان نے خواتین سے مجامعت اور ہم بستری کے بارے سوال کیا:

”قال: کثر ہنسیا نہن روی۔ وایاک واتیان العجز، فانہا کالغن البالی تجذب تو تک و تسعم بدنک۔ ما وھاسم قاتل و نفسہا موت عاجل۔ تاخذ منک الکل و لاتعطیک ابعض، والشابۃ ما وھاعذب زلال و عناقھا شیخ و دلال۔ فوھا بارود و مہما طیب و مہما ضیق تزیدک قوۃ الی تو تک و نشا طالی نشا طک“

کہتا ہے: عورتوں سے زیادہ قربت اچھی نہیں اور بوڑھی عورتوں سے دور رہو کیونکہ اس سے طاقت زائل ہوتی اور تکالیف میں اضافہ ہوتا ہے، ہلاکت کا خدشہ ہوتا ہے، ان سے مجامعت موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اس سے متاع بے بہا جاتی رہتی ہے۔ لیکن جوان بیٹھے پانے سے زیادہ شیریں اور ان کی اٹھتی ہوئی جوانی دل کو لہاتی اور خون میں حرارت پیدا کرتی ہے۔ ان کی پیاری خوشبو انسانی توانائی کو دو چند کرتی اور طبیعت میں نشہ لاتی اور نشے کو دگنا کرتی ہے۔ نوشیروان نے جب یہ سنا تو کہا:

”قال: قلہ ہن القلب لیہا امبل والعین برؤدہا اقر؟“

کہا ان میں سے کون سا جملہ دل میں گھر کرنے والا اور آنکھوں میں ٹھنڈک پیدا کرنے

والا ہے۔

”قال المدبرة القائمة، العظيمة الهامة، واسعة الجبين، قنواء العينين، لعسا عصفية الخد
واقية القد، عريضة الصدر، مليحة النحر، مقرونة الحاجبين، ماهدة الشدين، لطيف النحر والقدهين،
بيضاء فرعاء جعدة غضة بهمة - تنخالها في الظمة بدرأ زهر أتبسم عن أخوان، عن مبسم كالار جوان كانها
بهمة مكنوتة - لين من الزبد واطلى من الشهد وانزه من الفردوس والتخلد واذكار سجا من اليا سمين والورد
تفرح بقربها وتسرك الخلو معها“

اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مکمل عورت، کشادہ پیشانی، ستواں ناک، روشن چہرے،
بلند قامت، چوڑے سینے، جمیل نما آنکھوں، ملے ہوئے آبروؤں، ابھرے ہوئے پستانوں،
نازک اندام، خندہ پیشانی، گھنگریالے اور تازہ بالوں والی خوبصورت اور جب آنکھ اٹھا کر دیکھے تو
تاریک رات میں چاند کو ماند کر دے۔ جب ہنسے تو پھولوں کو شرمادے اور مہکا دے۔ اس کے
باریک ہونٹ گلاب کی پنکھڑیوں جیسے نرم و لطیف، شکر سے زیادہ شیریں اور پاکیزہ، جنت سے
زیادہ پاکیزہ اور ارور بہشت ماہ (ایرانی مہینے کا نام) سے زیادہ خوشبوئیں بکھیرنے والی، اس کی
قربت سرور و نشہ لاتی اس کی قربت سرور دلاتی ہے۔

نوشیروان اس کلام سے بہت ہنسا اور کہا: عورتوں سے کس وقت مجامعت و قربت
کرنا چاہئے؟

”قال عند ادبار الليل يكون الجوف اظلي والنفس اهدى والقلب اشهى والرحم ادنى في
اروت الاتراح بها نهاراً تقر عينيك في جمال وجهها وتختفي فوك من ثمرات حسنها وبهي سمعك من
حلاوة لفظها وتسكن الجوارح كلها اليها - قال كسرى: لئذ درك من اعرابي لقد اعطيت علماً وحصلت
فطنته وفهما!“

کہا: جب آدھی رات گزر جائے اور معدہ ہلکا ہو جائے اور نفس سکون پائے، دل
راغب ہو اور رحم گرم ہو جائے۔ اور اگر مجامعت کو مزید بہتر طریقے سے انجام دو تو پہلے اس سے

میٹھی میٹھی باتیں کر دو اور اس کے مختلف اعضاء و جوارح کو سہلاؤ تا کہ اسے مجامعت کے لئے مائل کر سکو۔

نوشیروان کہنے لگا: خداوند تعالیٰ تجھے خیر عطا کرے تو ایک عالم و فاضل اعرابی ہے۔ پس اس نے حکم دیا کہ جو یہ چاہتا ہے اسے عطا کر دیا جائے۔ اس طرح اس نے وہاں سے خاص مقدار میں مال و متاع حاصل کیا اس کے مکالمے اور پیش بہا کلمات کو کتاب ”المحاورۃ فی الطب“ میں رقم کیا گیا ہے۔ اس کتاب، اس کی نوشیروان سے مکمل مکالمات موجود ہیں۔ حارث بن کلدہ کا قول ہے:

”اربعۃ اشیاء تہدم البدن: الغشیان علی البطنۃ و دخول الحمام علی الامتلاء و اکل القدرید و مجامعہ العجوز“

یعنی چار چیزیں انسانی جسم کے لئے تباہی کا باعث بنتی ہیں۔ بھرے پیٹ کے ساتھ عورتوں سے مجامعت، بھرے معدے کے ساتھ حمام میں جانا اور باسی خشک کیا ہوا گوشت کھانا، بوڑھی عورت سے جماع کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ جب حارث بن کلدہ کی موت قریب آئی (اجتمع الیہ الناس فقا لوامرنا بامر ننتہی الیہ من بعدک) لوگ اس کے پاس اکٹھے ہوئے اور انہوں نے اسے وصیت کرنے کے لئے کہا تا کہ اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔

”فقال لا تقروا من النساء الا شابہ لانا نکلوا الفاکہتۃ الا وان نھجھا ولا یتعاجلن منکم احد الا اذا اتمل فی بدنہ الدآ و علیکم بالنورۃ فی کل شہر فانہا نہیۃ للبلغم مہلکۃ لمرقۃ منبتۃ للحم و اذا تغذی احدکم فلیتم علی امرغذائہ و اذا تعشی فلیظہ اربعین خطوۃ“

کہا: شادی کرو نو جوان لڑکی کے ساتھ، پھل کھاؤ تو پکے ہوئے کھاؤ، جب تک کسی درد میں مبتلا نہ ہو، دوائی مت لو اور ہر نئے چاند میں نورہ لگاؤ کہ وہ بلغم کو پانی میں تبدیل کرتا اور ختم دیتا ہے اور کھانا کھانے کے بعد سونا مفید ہے۔ جب رات کو کھانی چکو تو چالیس قدم ضرور چلو اور اسی کے کلمات ہیں۔

”دافع بالدواء ما وجدت مدفعاً، ولا تشر به الا عن ضرورة فانه لا يصلح شياً الا افسد مثله“

کہتا ہے: درد کو دوا سے دور کرو۔ جب درد ہو تو دوا لو اور اگر ضرورت نہ ہو تو دوا نہ لو کیونکہ اس صورت میں یہ جسم کو ناکارہ کرتی ہے۔ اور یہ داستان بھی حارث بن کلدہ کی فن طباعت میں مہارت پر دلالت کرتی ہے۔

حارث بن کلدہ کا مریض عشق کا علاج کرنا:

شہر طائف میں دو مسلمان بھائی رہتے تھے جنہوں نے رسول خدا کی طائف سے واپسی پر اسلام قبول کیا تھا۔ ان میں سے ایک نے قبیلہ بنی کنہ کی ایک خاتون سے شادی کر لی تھی۔ اس دوران اسے کسی سفر پر جانا پڑ گیا۔ پس اس نے اپنی بیوی کے پاس بھائی کو چھوڑا اور خود رخت سفر باندھا اور چل پڑا۔ ایک دن بھائی کی نظر بھر جائی پر پڑ گئی۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔ یہ اس کا عاشق ہو گیا۔ ہر دن اس کے عشق میں اضافہ ہوتا اور صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اندر ہی اندر گھل گیا اور کمزور ہو گیا۔ جب بھائی واپس آیا تو بھائی کو دیکھا کہ سخت لاغر ہو گیا اور تکلیف میں ہے۔ پوچھا تجھے کیا ہو گیا ہے؟ کہا: مجھے ضعف و فتور کے علاوہ کوئی بیماری نظر نہیں آتی۔ اس نے کسی کو بھیج کر حارث بن کلدہ کو بلا لیا۔ حارث نے اس میں کوئی بیماری تشخیص نہ دی لیکن اس نے سوال و جواب میں اسے شرمیلا پایا۔ کہا، کہ یہ بیمار عشق ہے۔ حکم دیا کہ شراب کا ایک پیالہ کہ شرم کے پردوں کو دور ہٹا دیتا ہے۔ لایا جائے۔ اس نے اس میں روٹی کا ٹکڑا ڈبو کر اسے کھلایا جس سے وہ قدرے صحت مند ہو گیا۔ اس نے سراٹھایا اور یہ اشعار کہے۔

الارفتقا الارفتقا قليلاً ما كونه
المابى على الابيات بالتحيف نزرهه

غزالا ما رابت اليوم في دورى كنه
غزال احورا العينين في منطقه غنه

حارث نے کشف کر لیا کہ وہ عاشق ہے اس نے اسے شراب کا ایک اور پیالہ پلایا جس

سے اس کے شرم و حیا کا پردہ چاک ہو گیا۔ اس پر اس نے یہ شعر کہا:

ايها الحيرة اسلموا وقفوا كي تكلموا
وتقضوا البائتة تمحو و تقصموا

خرجت مزینة من البحر یا تمم ہی ما کنفی و تزعم انی لہا جم
 اب اس عورت کے شوہر کو بھائی کے عشق کا پتہ چل گیا۔ کہا: اے بھائی! پریشان نہ ہو
 میں اسے طلاق دیتا ہوں اور تو اس سے شادی کر لے۔ (ہی طالق ثلاثاً فتر و جہا)
 کہا: میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا اور اس سے جماع کی غرض اس کی طرف نظر بھی نہیں
 کروں گا۔ (ہی طالق یوم اتر و جہا)

میں جس دن اس سے شادی کروں اس دن کو میں نے طلاق دے دی ہے، اس نے یہ
 کہا اور تھوڑی سے طاقت آنے کے بعد بیابان کی طرف چلا گیا اور پھر اسے کسی نے نہ دیکھا۔
 طائف کے لوگوں نے اس کا نام فقید ثقیف رکھا اور عربوں میں یہ مثل بن گئی "و آیتہ من نھید ثقیف"
 اور اس خاتون کا شوہر بھی چند دن گزرنے کے بعد بھائی کے فراق میں راہی ملک عدم
 ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ حارث بن کلدہ معاویہ کے دور تک زندہ رہا۔ ایک دن اس طرح ہوا کہ اسے
 ایک سانپ نظر پڑا۔ کہا: ایک عالم فاضل انسان اپنے علم و فضل کے بل بوتے پر تریاق کا کام کرے
 اور اسے زہریلے سانپوں کا زہر اثر نہ کر سکے۔ لوگوں نے کہا، اے ابو اکل! اگر ایسا ہے تو تجھ سے
 بڑا حکیم کون ہے ذرا ہاتھ بڑھا کر اس سانپ کو پکڑ کر اس کا تریاق بناؤ۔ حارث کو حکمت کے غرور
 نے اندھا کر دیا۔ اس نے جو نہی سانپ کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ سانپ نے اسے پکڑنے
 کی مہلت ہی نہ دی اور فوراً کاٹ دیا۔ اسی وقت وہ پیٹھ کے بل گرا اور داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔

اس کے علاوہ حارث بن کلدہ کا وہ مناظرہ ہے جو اس نے حضرت علی سے کیا تھا۔ اور
 وہ داستان حضرت علی کے معجزات کے سلسلے میں آگے آئیگی انشاء اللہ
 آذرولاش کا نمودار ہونا:

یہ بھی ہجرت کے پہلے سال طبرستان کے ملک میں نمودار ہوا۔ یہاں اس کے ذکر سے
 پہلے بہتر یہ ہے کہ اس ملک کے بعض شہروں کی وجہ تسمیہ لکھ دی جائے۔
 مازندران کی وجہ تسمیہ:

لفظ ماز کا معنی ہے شکل، ٹٹھا، جیسا کہ منوچہری کہتا ہے۔

برآمد زکوہ ابر مازندران چو مارنجی و مازندران

یہ پہاڑ جو گیلان کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اس سے اسے پچ و خم کی وجہ سے پہلے زمانے میں ماز کہا جاتا تھا۔ اور یہ آبادیاں جو کوہ ماز کے پیچھے واقع ہیں کو ماز کے اندر ہیں۔ ان آبادیوں کی وجہ سے اس صوبے کو مازندران اور مازاندر یعنی ماز کے اندر اور اس سب کو طبرستان کا نام دیا جاتا ہے۔ اور طبرستان کے پہاڑوں میں جو بڑے بڑے شہر واقع ہیں انہیں رویان کہا جاتا ہے۔ اس شہر کی بنیاد منوچہر ملک الملوک عجم نے رکھی۔ اور بڑے شہروں میں جو بیابان واقع ہیں۔ آمل بہت مشہور ہے۔ اس شہر کی بنیاد ساسانیوں کے بادشاہوں میں سے ایک فیروز نے رکھی۔ چونکہ اشتاد رستاق کی ایک بیٹی جس کا نام آملہ تھا فیروز کے نکاح میں آگئی تھی، فیروز کو اس سے بیحد محبت تھی لہذا اس نے اس شہر کا نام اس کے نام پر رکھا۔

مازندران کے شہروں کی بنیاد:

شہر سازی کی بنیاد اس طرح پڑی کہ جب سلم و طور قتل ہو اور فریدون بھی اس جہان سے سدھارا، منوچہر نے فرمایا: سلم و طور کے سر کو فریدون کے پاس دفن کیا جائے اور اس کی خاک پر تین گنبد بنائے جائیں۔

جب یہ ہو چکا تو منوچہر افراسیاب سے کنارہ کر گیا اور چلند رام نامی دیہات کی طرف سدھارا اور اس دیہات اور کنس کے درمیان ایک خندق کھودی جس کے کھودے جانے کے نشانات اب بھی باقی ہیں، اپنی خواتین کو ماہیر دیہات جسے مور بھی کہا جاتا ہے، میں ٹھہرایا اور خزانے کو ایک غار میں جسے بذر منوچہر کہا جاتا ہے، میں رکھا۔ پس اس زمانے میں اس نے رویان نامی شہر کی بنیاد رکھی۔ اس نے افراسیاب کے ساتھ بارہ سالہ جنگی محاذ کھولے رکھا۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔ پھر جب وہ دن گذر گئے بڑے فرخ خان جسے اصمد کہا جاتا ہے کا زمانہ آ گیا جس کا ذکر رقم ہوگا۔

اس نے درگاہ کے بزرگوں میں سے ایک کو جس کا نام ’بابو‘ تھا، بھیجنا کہ ساری شہر کی بنیاد رکھی جائے۔ اور ہارون کی خلافت کے زمانے میں یحییٰ بن یحییٰ اور مازیار بن قارن کے ہاتھوں اس شہر کی مسجد پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اصمہد نے اپنے زمانے میں اس شہر کا نام ساری رکھا۔ یہ نام اس نے اپنے بیٹے سارویہ کے نام پر رکھا اور دوسرا رستم دار ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اسے رستم مازندران نے آباد کیا تھا۔ لہذا اس کا نام اسی کے نام پر ہے اس کے حالات بھی آئندہ رقم ہوں گے۔

ایک اور کوہ قارن ہے۔ بوذرجمہر کے ایک فرزند سوثر کے حالات زندگی تاریخ التواریخ جلد دوم میں درج کئے جائیں گے۔ جو نوشیروان کے فرمان پر جبل قارن آیا اسے اصمہد طبرستان کہا جاتا ہے۔ اور اس پہاڑ کا نام اس کے نام پر ہے ایک دوسرا گرگان ہے جو طبرستان اور خراسان کی حدود میں ہے۔ اس شہر کو کرکین میلا نے تعمیر کیا اس کا طول و عرض چہار فرسخ رکھا گیا۔ یہاں زیادہ گڈریے اور ڈرائیو آباد ہوئے تاکہ وہ اپنے گھوڑوں وغیرہ کو یہاں باندھیں۔ کرکین کی اولاد یہاں رہ گئی اور اور اب تک یہیں ہے۔ ان کی شرح زندگی آگے رقم ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ استرآباد قرق خیل کرکین کی جگہ ہے۔ اس بنا پر اس کا نام استرآباد ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام اس سے قبل بھی استرآباد تھا۔

قصہ مختصر مازندران وہاں کے جنگلات کی وجہ سے مشہور ہے۔ ضحاک کے غلبے کے بعد جمشید کے کچھ لوگ مازندران کی طرف چلے گئے۔ اور فریدون کی پیدائش وہ دزک جولاری جان کے دیہاتوں میں سے ایک ہے وہاں ہوئی۔ اور وہاں سے اسے سواد کوہ کی زمین اور شہلات کا گاؤں حاصل ہوا۔ وہ کبھی کبھی تمیغہ میں رہتا جیسے تمیغہ کوئی کہا جاتا تھا، لیکن اب بیابان ہے۔ وہ کبھی کوش گاؤں میں قیام کرتا تھا اور کورنامی سرزمین پر کوشی نامی پہاڑ واقع ہے۔

مازندران کے بادشاہ:

اب مازندران کے بادشاہوں کا ذکر کرتے ہیں۔ نوشیروان کے والد قباد کے دو بھائی تھے کہ ایک کا نام بلاش تھا۔ یہ قباد کا مخالف تھا جس کا ذکر آگے آئے گا اور دوسرے بھائی کا نام

جاماسب تھا وہ قباد کے زمانے میں آذربائیجان اور ارمنستان کا حاکم ہوا۔ اس کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک نرسی اور دوسرا یہو اوط تھا۔ نرسی اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کا جانشین ہوا۔ یہ شخص جنگ کا ماہر تھا۔ اسے صاحبِ حراب بھی کہا گیا ہے۔ اس نے نوشیروان کے حکم پر درہند کی حدود میں ایک عظیم دیوار تعمیر کی۔ نوشیروان کے ساتھ اس کی جنگیں ہوئیں۔ اس نرسی کا ایک بیٹا تھا جس کا نام فیروز تھا۔ یہ اپنے باپ کے جب حاکم ہوا تو اس نے طاقت کے بل بوتے پر گیلان فتح کیا اور گیلان کے ملک زادوں سے شادی کی جس سے بیٹا پیدا ہوا جس کا نام جیلان شاہ رکھا اور جب فیروز کی موت نزدیک آئی تو جیلان شاہ بادشاہ بنا اس کی حکومت کے قلمرو جیل اور دیلم کا علاقہ تھا۔ اس نے مازندران کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کرنے کی کوشش کی۔

جیل کارہننے والا یہ شخص حیلہ گر اور دوراندیش تھا۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ ایسا راستہ اختیار کرے جس سے خوزری بھی نہ ہو اور مملکت بھی ہاتھ آجائے۔ پس اس نے گیلان میں اپنا ایک قابل اعتماد نائب مقرر کیا اور اپنا حلیہ تبدیل کر کے ایک مزارع کا حلیہ اختیار کر کے چند گاؤں چراتا ہوا طبرستان آ گیا اور طبرستان میں لوگوں سے گھل مل گیا۔ وہ وہاں کے ہر طبقے کے لوگوں سے واقف حال ہو گیا اور ان کے تمام کاروبار سے آشنا ہو گیا۔ جب مازندران کے لوگوں کو اس کی بلند ہمتی اور اچھی طبیعت کا پتہ چلا تو حیران ہوئے کہ یہ داماد نیک سیرت شخص گائے سے بہت پیار کرتا ہے۔ اس لئے انہوں نے اس کا لقب گاؤ بارے رکھ دیا یعنی گائے کا دوست۔

اس وقت مازندران میں آذرو لاش بن مہر بن ولاش داہر بن زمرہ کی حکومت تھی۔ یہ حکومت ایرانی سلاطین سے انہیں نسل در نسل ملی تھی۔ جب گاؤ بارے سیانا مشہور ہوا تو آذرو لاش نے اسے بلا کر اپنا خاص ملازم رکھ لیا۔ اور مملکت کے کاموں میں اس سے مشورہ بھی لیتا رہا۔ اس زمانے میں عربوں میں ایرانی سلطنت میں گڑبڑ پھیلانی ہوئی تھی۔ ترکمان بھی اردگرد سے مملکت کو تاخت و تاراج کرنے کے درپے تھے۔ انہوں نے خراسان کی اکثر اراضی کو تاراج کر دیا اور علاقے میں لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ آذرو لاش کو ترکمانوں کو بھگانے کے لئے مجبوراً

خراسان کی طرف سفر کرنا پڑا۔ اس سفر میں گاد بارے بھی اس کے ساتھ تھا۔ آذولاش خراسان کی سرحد پر پہنچا تو اس نے ایک بڑا لشکر تشکیل دیا۔ اس طرف سے ترکمان اکٹھے ہوئے انہوں نے لشکر کا قتل عام شروع کر دیا۔ جب جنگ کے دن میدان کارزار خوب گرم تھا تو اچانک گاد بارے نے جنگی لباس زیب تن کیا اور لڑائی میں شریک ہو گیا۔ وہ کبھی دائیں سے اور کبھی بائیں سے نہایت جوامردی سے حملے کرتا رہا اس طرح کہ آخر کار ترکمانوں نے شکست کھائی اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ اس طرح گاد بارے آذولاش کے اور بھی قریب آ گیا۔ اور اس نے طبرستان میں کافی شہرت حاصل کر لی۔ عوام اس سے محبت کرنے لگے۔

اب گاد بارے نے طبرستان میں ٹھہرنا مناسب خیال نہ کیا کیونکہ اس نے مازندران پر غالب آنے کے لئے راستہ ہموار کیا ہوا تھا۔ لہذا آذولاش کے قریب آیا اور کہنے لگا: اب مجھے چھٹی عنایت فرمائیں تاکہ گیلان جاؤں اور وہاں کے ساز و سامان کو فروخت کر کے بیوی بچوں سمیت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ آذولاش نے اس کی باتوں پر یقین کر لیا۔ اس نے اسے اجازت دی اور گاد بارے گیلان آ گیا۔ اس نے کیل و ویلم سے جنگ کے لئے ایک لشکر تیار کیا اور مازندران کی طرف سدھارا۔

اس طرح یہ خبر آذولاش کو پہنچی اور وہ سخت پریشان ہو گیا۔ کیونکہ اسے علم تھا کہ گاد بارے بہت بہادر شخص ہے اور مازندران کے لوگ اسے پسند بھی کرتے ہیں۔ اس نے ناچار یہ صورتحال اس زمانے کے ایرانی بادشاہ یزدجرد کی خدمت میں عرض کی اور صاف بتایا کہ اس طرح ایک بے سرپرست شخص نے اب تک ارامنہ کی سرزمین پر اپنا جھنڈا گاڑ دیا ہے۔ اور کیل و ویلم پر بھی قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ طبرستان کی طرف بڑھ رہا ہے۔

جب یزدجرد نے یہ باتیں سنیں تو اس نے گاد بارے کے بارے میں معلوم کیا کہ وہ جاماسب کی اولاد سے ہے جو ایرانی بادشاہوں کے چچا زاد ہیں۔ لہذا اس نے دلالت کو حکم دیا کہ طبرستان کی سلطنت کو گاد بارے کے حوالے کر دے کیونکہ وہ ہمارے اپنوں میں سے ہے۔ خصوصاً

اس وقت جب کہ عرب ہمارے درپے ہیں اور ہم پر مشکل آن پڑی ہے۔
جب آذرو لاش کو یہ شاہی فرمان ملا تو اس نے مجبوراً ریاست گادبارے کے حوالے
کردی جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

غرض یہ کہ آذرو لاش اس زمانے میں گادبارے کا فرمانبردار بن گیا۔ قضاے الہی سے
ایک دن گھوڑے پر کھیلتے ہوئے گرا اور جان دے دی اس کا بچا کھچا مال و متاع گادبارے نے
سمیٹا۔ آذرو لاش نے ۲۵ سال حکومت کی۔

کلوتر دوئم

فرانسیمی بادشاہ یکم ہجری قمری

شہپر یکم، فرانسیمی بادشاہ جب اس جہان فانی سے راہی ملک عدم ہوا تو اس وقت اس
کے بیٹے کلوتر دوئم کی عمر چار ماہ تھی۔ لہذا وہ امور سلطنت چلانے کے قابل نہ تھا۔ مجبوراً فرانسیمی
اکابرین نے اجتماع کیا۔ اجتماع نے اسی کلوتر دوئم کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کا نام قوتران تھا۔ اس
کی ماں کا نام فردقوند تھا، وہ سلطنت کے امور کی قوتران کی جگہ بدبیر کرتی تھی۔

اس سے قبل رقم ہوا تھا کہ شہپر یکم کا بھائی شیو بر فردقوند کے فتنے کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔
اس وقت اس کے دوسرے بھائی قوتران نے مملکت کے امور میں مداخلت کی فردقوند کو اس سے
گزند پہنچنے کا خطرہ لاحق ہوا۔ لہذا اس نے مجبوراً قوتران کے ساتھ تعلقات برقرار رکھے۔ دونوں
فریقوں نے آپس میں دوستی معاہدے کئے لیکن چند دن ہی گزرے تھے کہ قوتران کا کام تمام ہوا
اور وہ دوسرے جہان کو سدھارا۔

اس کا بھائی شلد بر جو شیو بر کا بیٹا تھا، اس نے بورقان کی مملکت کو جو قوتران کی
فرمانروائی میں تھی۔ حاصل کر لیا اور اس طرح مزید طاقتور ہو گیا۔ اس اثناء میں اپنی خالہ قالوند اور
اپنے باپ شیو بر کا کینہ یاد آیا، اس نے ایک بڑا لشکر تشکیل دیا اور فردقوند کو تباہ کرنے کے لئے چل
پڑا۔ جب یہ خبر فردقوند کو ملی تو اس نے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور فوجیوں میں لٹانے لگی اور اپنے

بیٹے کلوتر دوئم کو جو اس وقت دس سال کا تھا لیکر میدان جنگ میں آگئی۔ دونوں طرف سے لشکر آمادہ جنگ ہوئے۔ لڑائی کا بازار گرم ہوا، تیر و تلواریں چلنے لگیں۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ شلد بر کے لشکر کو ہزیمت اٹھانا پڑی اور میدان سے بھاگ جانا سے اس نہ آیا۔ کیونکہ وہ چند دنوں کے بعد بیمار ہوا اور ہلاک ہو گیا۔ اس نے اپنے پیچھے دو بیٹے جس میں سے ایک کا نام ”تہ آ دو بر“ تھا اور دوسرے کا نام طیاری تھا چھوڑے۔ انہوں نے باپ کی سلطنت کو برا درازہ طور پر تقسیم کر لیا۔ اس دوران فرقہ وند کو بھی موقع ملا۔ اس نے کچھ جائیداد کو ہتھیالیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں ایک مرتبہ پھر اس سے جنگ کا خطرہ محسوس ہوا۔ لیکن فرقہ وند کی جلد ہی اجل آ پہنچی اور دنیا اس کے وجود سے خالی ہو گئی۔ عوام نے اس کے مرنے کی خوشی منائی۔ اور ”برنحوت“ جو طیاری اور تہ آ دو بر کی ماں تھی۔ کامیاب ہوئی اور ایسے لگا جس طرح اس مضبوط و مستحکم دشمن کے بعد ان بچوں کی حکومت کو دوام و ثبات حاصل ہوگا۔

الغرض یہ کہ برنحوت نے چند سالوں تک اپنے بیٹوں کی حکومت چلائی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئے۔ اب انہوں نے اپنی ماں کے مشوروں کو درخور اعتنا سمجھنا چھوڑ دیا اس طرح دونوں بھائیوں میں اختلاف نے جنم لیا اور دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے یہاں تک نوبت پہنچی کہ دونوں نے ایک دوسرے کی محاذ آرائی کی، تہ آ دو بر اور اس کا ایک بیٹا گرفتار ہو کر طیاری کے حکم سے قتل ہوا۔ بعض کا کہنا ہے کہ برنحوت کی ماں نے اس کے قتل کی اجازت دی۔

جب طیاری نے یہ کامیابی دیکھی تو اس کا تکبر و غرور بڑھ گیا۔ اس نے کلوتر دوئم سے اعلان جنگ کر دیا۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھا کہ اسے موت نے آ لیا اور اس نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ جب طیاری کے سپاہیوں نے یہ منظر دیکھا تو کلوتر دوئم سے جا ملے اور اس طرح برنحوت اپنے پوتوں کے ہمراہ کلوتر کی قیدی بن گئی۔ پہلے اسے تین دن سخت تکلیف پہنچائی گئی اس کے بعد حکم دیا: اس کے بالوں کو ایک سرکش گھوڑے سے باندھ کر اسے دوڑائیں یہاں تک کہ اس کے تمام جسم کے چھتھڑے اڑ جائیں۔ اس طرح طیاری کی ساری سلطنت کلوتر کے

ہاتھ آگئی۔ کہا جاتا ہے کہ کلوتر سے سوائے برنحوت کے قتل کبھی بھی عقل اور عدل سے بعید کام نہیں کیا۔ وہ تمام کاموں میں دین پرست اور فقیر نواز تھا۔ وہ اڑتالیس سال کی عمر میں آنجہانی ہوا اور اس مدت سے پانچ سال مستقل مزاجی سے حکومت کی۔

پیغمبر آخر الزمان محمد مصطفیٰ کے وقایع و آثار کا

تذکرہ

ہجرت کا دوسرا سال جسے سنتہ الامم بالقتال کہا جاتا ہے

تحویل قبلہ:

ہجرت کے دوسرے سال مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف موڑ دیا گیا۔ شیعہ مجتہدین کی روایت کے مطابق یہ اس وقت ہوا جب رسول خدا مکہ میں کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ آپ اس طرح قیام میں کھڑے ہوتے کہ بیت المقدس بھی آپ کے سامنے آئے۔ اور ابن عباس کی روایت کے مطابق پیغمبر ہجرت سے قبل بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ لیکن آپ اس طرح کھڑے ہوتے کہ کعبہ آپ کی دائیں جانب ہوتا۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ رسول خدا مکہ میں کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور جب مدینہ ہجرت فرمائی تو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھنے لگے اور ہجرت کے دوسرے سال دوبارہ مکہ کی طرف رخ کر لیا۔

ابن حجر نے اس بات کو قبول نہیں کیا کہ دوسرے سال ایسا ہوا ہو۔

بہر حال جب رسول خدا نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے کہ شاید اس طرح یہودیوں کے دل نرم پڑ جائیں اور ان کے دل میں اسلام سے رغبت پیدا ہو۔ جب کچھ عرصہ بیت گیا تو انہوں نے طعنے دینے شروع کر دیئے اور کہا: محمد جو ہمیں برا بھلا کہتے ہیں ہمارے ہی قبلے کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ

بات آپؐ کو ناگوار گذری تو آپؐ نے جبرائیل سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ خدا ہمارا قبلہ تبدیل کر کے کعبہ کو ہمارا قبلہ قرار دے جو ہمارے دادا ابراہیمؑ کا قبلہ تھا۔ جبرائیل نے عرض کیا: میں خداوند تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔ جبکہ آپؐ کا مقام خداوند کریم کے نزدیک اونچا ہے۔ مانگیں، جو آپؐ چاہیں گے خدا آپؐ کو عطا فرمادے گا۔ اس طرح پیر کے دن ۲۔ ہجری قمری جب کہ رجب کا نصف گذر چکا تھا یہ آیت نازل ہوئی۔

”مَنْ نَزَى مَثَلْبَ وَجْهَكَ فِي السَّمَاءِ فَلْيَوَلِّكَ قِبْلَتَهُ نَزَّ صِيهَا، فَوَكَ وَجْهَكَ
خَطْرُ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَخَيْتٌ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ حَطْرًا“ (۲-۱۳۹)

فرماتا ہے: تو بسا اوقات اپنے چہرے کا رخ آسمان کی طرف کر لیتا ہے۔ پس میں تیرا رخ اس قبلے کی طرف موڑ دوں گا جس کی طرف تو چاہتا ہے۔ پس اپنا رخ مسجد الحرام کی جانب کر لو اور جہاں کہیں بھی تم ہوا پنا چہرہ اس کی جانب کر لو۔

کہا جاتا ہے کہ رسول خداؐ ابشر بن البراء بن معرور کی والدہ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ کہ نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ اس محلہ کی مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز باجماعت پڑھانے لگے۔ آپؐ نے دوسری رکعت میں اپنا رخ مکہ کی جانب موڑ لیا اور مسجد کی دوسری سمت مڑ گئے اور آپؐ کے مقتدی بھی اسی طرح آپؐ کی تقلید کرنے لگے۔ اس طرح عورتیں مردوں کے مقام پر چلی گئیں اور مردوں نے عورتوں کی جگہ لے لی اور یہ مسجد ذوالقبلیتین کے نام سے مشہور ہوئی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک دوسری مسجد میں مسلمان نماز پڑھنے میں مشغول تھے کہ کسی نے انہیں قبلہ کی تبدیلی کی اطلاع دی وہ دو رکعت نماز پڑھ چکے تھے۔ اب انہوں نے باقی دو رکعت نماز کعبہ کے رخ پر پڑھی۔

اور قرطبی اپنی تفسیر میں ابو سعید بن المعلى سے روایت کرتا ہے کہ پیغمبرؐ اس وقت منبر پر تشریف فرما تھے کہ تحویل قبلہ کی آیت نازل ہوئی۔ اس کلام میں جان نہیں کیونکہ اس وقت تک منبر کی بنیاد نہیں پڑی تھی۔

صحیح بخاری میں براء بن عازب سے روایت ہے کہ وہ پہلی نماز جو آپ نے مکہ کی طرف منہ کر کے پڑھی، نماز عصر تھی۔ یہ بات اس طرح بھی صحیح لگتی ہے کہ نماز ظہر کی ایک رکعت تو بیت المقدس کے رخ پر پڑھی جا چکی تھی۔ لہذا نماز عصر وہ پہلی نماز ٹھہری جو مکمل طور پر مکہ کے رخ پر پڑھی گئی۔

تحويل قبلہ کے بارے میں مشرکین اور یہودیوں کا اعتراض:

الغرض جب مشرکین عرب کو تحويل قبلہ کا علم ہوا تو وہ کہنے لگے: دیکھا پیغمبرؐ خود اپنے کئے پر پچھتا گیا اور وہ اسی طرح کرتا ہے۔ اور یہودیوں نے کہا: دیکھا! آخر ہمارے قبلے سے رخ موڑ لیا! اسے تو اپنے وطن مالوف سے پیار ہے یا پھر اس نے حسد کی بناء پر اپنا منہ موڑا ہے۔ چنانچہ یہ آیت اس بات کی گواہی دیتی ہے۔

”سَيَقُولُ الْكُفْرَاءُ مِنْ النَّاسِ مَا وَدَّعْنَاهُمْ عَنِ قَبْلِهِمْ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا۔ قُلِ اللَّهُ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ بِيَدَيْهِ مَنْ يَشَاءُ عِزًّا لِيَصْرِطَ مَسْتَقِيمًا“ (۲-۱۳۶)

”قریب ہے کہ آدمیوں میں سے نادان یہ کہیں گے کہ جس قبلہ کی طرف یہ نماز پڑھا کرتے تھے اس سے ان کو کس چیز نے روگردان کر دیا ہے۔ تم یہ کہہ دو کہ مشرق اور مغرب خدا کے ہیں وہ جسے چاہے راہ راست کی ہدایت فرمادے“

”فرماتا ہے: جلد ہی دیوانے لوگ کہیں گے: کس چیز نے اسے اپنے قبلہ سے رخ موڑنے پر مجبور کیا؟ کہو مشرق و مغرب دونوں خدا کے ہیں وہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے“

الغرض جی بن اخطب کا قبیلہ جو یہود کے اکابرین میں شمار ہوتے تھے انہوں نے مسلمانوں سے اس طرح خطاب کیا کہ ہمیں اس نماز کے بارے میں بتائیں جو آپ نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی ہے اگر اس وقت آپ گمراہی پر تھے تو اب صحیح راستے پر ہیں؟ یا اس وقت ہدایت پر تھے تو اب گمراہی کے راستے پر ہیں۔

مسلمانوں نے اس کے جواب میں یوں کہا: ”ما الہدی ما المراد اللہ بہ، والصلواتہ ما نہی اللہ عنہ“ قرآن کریم (۲-۱۳۶)

یعنی ہم خدائی حکم کے مطابق کام کرتے ہیں۔ جس کا خدا حکم دیتا ہے وہی ہدایت ہے اور جس سے وہ منع کر دے وہ گمراہی ہے۔ کہنے لگے: جو لوگ تحویل قبلہ سے قبل دنیا سے چلے گئے ان کی نماز کیسی ہے؟ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ إِيمَانًا كَلَّمَكَمَ إِنَّ اللَّهَ لَرَّؤُوفٌ رَّحِيمٌ“ قرآن کریم (۲-۱۳۸)

اور خدا ایسا نہیں ہے کہ تمہارے ایمان کو ضائع کرتے بے شک خدا کل آدمیوں پر بڑی مہربانی اور رحم کرنے والا ہے“

یعنی خداوند تعالیٰ تمہاری ان نمازوں کو جو تم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی ہیں ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ بندوں پر بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

یہود کے اعتراض پر آنحضرتؐ کا جواب:

یہودی آپ کے پاس آئے اور انہوں نے یہی اعتراض کیا تو رسولؐ نے جواب ارشاد فرمایا: تم ہفتہ کے دن اعمال انجام دیتے اور دوسرے دنوں میں کام کاج میں مصروف رہتے ہو تو چند حالتوں سے خالی نہیں: یا تو حق سے باطل یا باطل سے حق کی جانب رجوع لاتے ہو اگر ایسا نہیں تو باطل سے باطل کی طرف رجوع کرتے ہو یا پھر حق سے حق کی طرف رجوع کرتے ہو۔ کہنے لگے: پہلے ہفتے کے دن اعمال کا ترک کرنا حق تھا اور پھر جب حکم آ گیا تو ہفتے کو اعمال کی انجام دہی حق ہو گئی۔ فرمایا: تحویل قبلہ کی بھی یہی مثال ہے۔ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھنا بھی حق تھا اور کعبہ کی طرف بھی حق ہے۔ کہنے لگے۔ اے محمدؐ کیا خدا کو بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل قبلہ کا بعد میں خیال آیا۔

”قال رسول اللہ: ما بدالہ عن ذلک، فانہ العالم بالعواقب والقادر علی المصالح: لا یتدرک علی نفسه غلطاً ولا یتحدث رایاً یخالف المقدم جل عن ذلک ولا یقبح علیہ ایضاً ما نفع یمعه عن مرادہ ویس

یہ دو اللہ کا ہذا وصف و هو عز وجل متعال عن ہذا الصفات علوا کبیراً“

اس کے معانی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہذا (ظہور) کا تعلق خدا سے نہیں۔ کیونکہ وہ دانائے مطلق ہے، وہ زیادہ اور کم کرنے پر اور پست و بلند کرنے پر قادر ہے۔ اس کے فعل میں خطا نہیں ہے تاکہ وہ تہجد پیدائے کرے۔ اور وہ کام کو دوسرے وقت کے لئے نہیں چھوڑتا کیونکہ اس کے امر میں کوئی مانع نہیں ہو سکتا۔ ہاں! اے جماعت یہود کیا بیمار ٹھیک نہیں ہو سکتا یا تندرست بیماری کا شکار نہیں ہو سکتا۔ کیا وہ خدا زندہ نہیں کرتا اور مارتا نہیں ہے اور کیا گرمی کے بعد سردی نہیں لاتا؟ کیا ان امور میں تبدیلیوں کا مطلب خدا کے ارادے کی تبدیلی ہے؟ کہنے لگے: ان افعال میں برائی نہیں ہے۔ فرمایا: تجویل قبلہ کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔ خداوند تعالیٰ ہر زمانے میں بندوں کے حالات کے مطابق احکامات صادر فرماتا ہے جو کوئی اطاعت کرے اسے اچھا صلہ دیتا ہے۔

”وَاللّٰهُ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَآءِۤیْمًا تُوۡلُوۡا کُلۡمَ وَجۡہِ اللّٰہِ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَرِیۡحُ عَلَیۡمٌ“ (۲-۱۱۵)

”اور مشرق و مغرب اللہ کے ہیں پھر تم جس طرف منہ کر لو گے بس خدا کا رخ ادھر ہی

ہوگا بے شک اللہ صاحب وسعت و علم ہے“

پھر پیغمبر نے ارشاد فرمایا: اے خدا کے بندو! چونکہ تم بیمار ہو اور خدا تمہارا حکیم ہے اور

بیمار کو جس دن جو بیماری ہو اس کے مطابق حکیم نسخہ جاری کرتا ہے۔

المختصر یہ کہ جب قبلہ تبدیل ہو تو رسول خدا مسجد قبا میں آئے اور اس کا قبلہ مکہ کی سمت درست کیا۔ اور اپنے ہاتھوں سے اس کی بنیاد رکھی۔ آپ ہر ہفتے کے دن کبھی پیدل اور کبھی سوار آتے اور یہاں نماز ادا فرماتے تھے۔ آپ نے اس مسجد کی فضیلت میں ارشاد فرمایا: جو کوئی مکمل وضو کرے اور مسجد قبا میں نماز ادا کرے۔ اسے عمرے کا ثواب ملے گا۔

”قال رسول اللہ من اتى مسجدی: مسجد قبا، فیصلی فیہ رکعتین، رجوع بعمرة وکان علیہ السلام

یا تہ، فیصلی فیہ باذن وقامتہ ویستحب اتیان المساجد بالمدينة: مسجد قبا، فانه المسجد الذی اسس علی التقوی من اول یوم“

حضرت فاطمہؑ کی حضرت علیؑ سے شادی:

حضرت فاطمہؑ کی حضرت علیؑ سے شادی بھی دوسری سن ہجری قمری میں انجام پائی۔ حضرت فاطمہؑ کی ولادت ۲۰ جمادی الآخر کو ہوئی۔ آدم کے سقوط سے لیکر آپؑ کی ولادت تک چھ ہزار دو سو آٹھ شمسی سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس وقت سے دوسری ہجری قمری تک ۹ سال اور دس قمری دن بنتے ہیں۔ اور آپؑ کی رخصتی بھی اسی ماہ میں ہوئی۔

شیخ مفید اور ابن طاووس اور کچھ دوسرے مجتہدین نے آپؑ کی شادی کی تاریخ بروز جمعرات اکیس محرم ۳ ہجری قمری رقم کی ہے۔ بعض نے غزوہ بدر کے بعد شوال کے چند دن گزرنے کے بعد درج کی ہے اور بعض نے بروز منگل ۶ ذوالحجہ اور بعض نے آپؑ کی منگنی رمضان میں اور رخصتی ۲ ہجری قمری کے ذوالحجہ ماہ میں۔ اور بعض نے آپؑ کی رخصتی ہجرت کے ایک سال بعد ماہ صفر میں لکھی ہے۔ اور بعض اہل سنت مورخین کا قول ہے کہ حضرت فاطمہؑ کی شادی کے وقت آپؑ کی عمر ۱۸ سال تھی اور یہ اختلاف یہاں سے وجود آیا ہے کہ اگر رخصتی کے وقت آپؑ کی عمر ۹ سال تھی تو آپؑ کی دس سال کی عمر میں امام حسنؑ کی ولادت ہوئی ہوگی جبکہ عموماً خواتین میں ایسا نہیں ہوتا۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپؑ چونکہ پیغمبر زادی ہیں لہذا آپؑ کے لئے استثنائی صورت ہو۔ واللہ اعلم۔

المختصر، سنی و شیعہ علماء اس پر متفق ہیں کہ پہلے ابو بکر تھے جنہوں نے پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لئے حضرت فاطمہؑ علیہا السلام کے رشتے کی بات کی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: فاطمہؑ کی شادی میں وحی الہی کے مطابق کروں گا۔ وہ چپ ہو کر عمر کے پاس آئے۔ اور یہ قصہ بیان کیا۔ عمر نے ابو بکر سے کہا: جان لو کہ پیغمبرؐ تمہیں فاطمہؑ کا رشتہ نہیں دینا چاہتے۔ اسی طرح چند دن گزر گئے۔ ابو بکر نے عمر سے کہا: بہتر یہ ہے کہ تم فاطمہؑ کا رشتہ اپنے لئے مانگو۔ شاید تمہارے لئے وہ مان جائیں۔ جب عمر نے یہ بات سنی تو آرزو مند ہو گئے اور پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حاجت کی۔ آپؑ کو بھی وہی جواب ملا جو ابو بکر کو ملا تھا۔ مجبوراً واپس ہوئے، ابو بکر کے پاس آئے

اور صورت حال بیان کی۔ ابو بکر نے کہا: تم بھی رد کر دیئے گئے۔ اس طرح اشراف قریش میں سے کئی ایک نے فاطمہ کے رشتے کی بات کی لیکن پیغمبرؐ اُن کی بات سن کر اپنا منہ اس طرح منہ موڑ لیتے تھے کہ یا تو غضبناک ہو گئے ہیں یا آپ پر وحی کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں۔ آپ فرماتے: فاطمہ کی شادی خداوند تعالیٰ کی وحی کے مطابق ہوگی۔ ایک دن ابو بکر، عمر اور سعد بن انصاری مسجد نبوی میں اکٹھے ہوئے اور فاطمہ کے بارے میں بات چیت کرنے لگے۔ ابو بکر نے کہا: قریش کے اشراف نے اس کا رشتہ مانگا ہے لیکن پیغمبر اسلامؐ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس کا رشتہ وحی الہی کے مطابق طے پائے گا۔ لیکن ابھی تک علی نے فاطمہ کے رشتے کے لئے درخواست نہیں کی۔ اور میرا خیال ہے کہ چونکہ اس کا ہاتھ تنگ ہے اس لئے اس نے یہ درخواست نہیں کی۔ اور نیز ایسا دکھائی دیتا ہے کہ یہ رشتہ علی کے لئے باقی رکھا گیا ہے۔

سعد بن معاذ علی کو ڈھونڈنے چل پڑے۔ ایک جگہ دیکھا کہ آپ اپنے اونٹ سے کسی انصار کے کھیتوں کے لئے پانی نکال رہے ہیں تاکہ اس کی اجرت سے اپنا خرچ چلائیں۔ جونہی علی نے انہیں دیکھا: فرمایا: کیسے ہیں؟ اور یہاں کیسے آنا ہوا؟ نے عرض کیا: اے ابوالحسن! آپ خوبیوں اور فضائل کے لحاظ سے سب سے برتر ہیں اور آپ قرابتداری میں رسول خداؐ کے نزدیکترین ہیں۔ دیکھئے! قریش کے اکابرین نے فاطمہ کا رشتہ مانگا ہے جس کا جواب انہیں حکم خداوندی کے انتظار کی صورت میں دیا گیا ہے۔ لگتا ہے یہ شرف صرف آپ کو حاصل ہوگا۔ یہاں چپ سا دھ لیما مناسب نہیں۔ آپ نے اپنے جوتے پہنے اور رسول خداؐ کے دروازے پر دق الباب کیا، پیغمبرؐ ام سلمہ بنت ابی امیہ بن المغیرہؓ الحزومی کے گھر پر تھے۔ ام سلمہ نے پوچھا کون ہے؟ فرمایا: اٹھو اے ام سلمہ دروازہ کھولو۔ کیونکہ یہ وہ شخص ہے جسے خدا اور رسولؐ دوست رکھتے ہیں۔ کہا، میرے ماں باپ قربان! یہ کون ہے کہ اسے دیکھنے سے پہلے ہی آپ اس کی تعریف فرما رہے ہیں؟

”فقال مہ، یا ام سلمہ، فھذا رجل لیس بالحزق ولا بالنزق ھذا انی وا بن عمی و احب الخلق الی“

پس ام سلمہ انھیں اور اتنی جلد بازی کی کہ خدشہ ہوا ابھی گر پڑیں گی۔ دروازہ کھولا اور خود پیچھے ہٹ گئیں۔ اسی اثناء میں علی آئے اور رسول خدا کو سلام کیا اور آپ کے سامنے سر نیچے کر کے بیٹھ گئے۔ آپ اس طرح زمیں میں نگاہیں گاڑھے ہوئے تھے کہ پتہ چلتا تھا آپ کو کوئی حاجت ہے لیکن شرم کی وجہ سے بتائیں رہے۔

رسول خدا نے فرمایا: یا ابا الحسن! ایسا لگتا ہے کہ آپ کسی ضرورت سے میرے پاس آئے ہیں۔ بتائیں میں آپ کی تمام حاجات بر لاؤں گا۔ عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ خود جانتے ہیں کہ آپ نے مجھے میرے والد ابو طالب اور والدہ فاطمہ بنت اسد سے لیکر پالا پوسا ہے۔ مجھے اپنی غذا سے غذا دی ہے۔ اپنے ادب سے ادب سکھایا۔ آپ میرے لئے میرے ماں باپ سے بہتر ہیں۔ اور خدا نے مجھے آپ کی طرف ہدایت کی۔ یہاں تک کہ وہ حیرت جس میں میرے دادا اور چچا گرفتار تھے۔ اس سے آزاد ہوا اور آپ ہی میری دنیا و آخرت کا ذخیرہ ہیں۔ لامحالہ میری خواہش ہے کہ جس طرح خدا نے میرے ذریعے آپ کے بازوؤں کو مضبوط کیا ہے اسی طرح میرا کوئی گھر اور زوجہ ہو۔ اس لئے میں آپ سے بڑی امید وابستہ کر کے آیا ہوں۔ اگر ہو سکے تو اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح مجھ سے کر دیجئے۔ جب علی کی بات ختم ہوئی تو رسول خدا کا چہرہ خوشی و مسرت سے کھل اٹھا۔ آپ ہنستے مسکراتے فرمانے لگے: اے ابو الحسن! آپ کے پاس فاطمہ کو ادا کرنے کے لئے مہر ہے؟ عرض کیا! جو کچھ میرے پاس ہے وہ آپ کے علم میں ہے۔ میرے پاس دنیا کے گھٹیا مال سے ایک زرہ، ایک تلوار اور ایک اونٹ ہے۔ پیغمبر اکرم نے فرمایا: یا علی! تلوار آپ کے لئے ضروری ہے کیونکہ اس سے آپ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ اونٹ بھی آپ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس سے آپ کھجور کے درختوں کو پانی دینے کا کام لیتے ہیں اور سفر کے لئے آپ کی سواری بھی ہے۔ البتہ زرہ کو میں تمہارے مہر کے طور پر قبول کرتا ہوں اور اسی پر تم سے راضی ہوں۔ اے ابابا الحسن! اب آپ خوش ہو جائیں۔ پس علی نے عرض کیا۔

”نعم فداک ابی دمی بشرتی، فانک لم تزل میمون العقیبة مبارک الطایر، رشید الامر صلی

پھر رسول خداؐ نے گفتگو کا آغاز فرمایا: اے علی تمہیں مبارک ہو کہ خداوند تعالیٰ نے آسمان میں فاطمہؑ سے تمہارا عقد اس سے قبل پڑھ دیا تھا کہ میں زمین میں تمہارا عقد پڑھتا اور اس سے پہلے کہ آپؐ میرے قریب آتے، آسمان سے ایک فرشتہ آیا بہت سے چہروں اور بہت سے پروں والا اور میں نے اس جیسا فرشتہ اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا کہا:

أَبْنُزَيَا مُحَمَّدٍ بِاجْتِمَاعِ الشَّمْلِ وَطَهَارَةِ النَّسْلِ

اے محمد! آپؐ کو مبارک ہو کہ آپؐ کی اولاد پھیلے گی اور پاکیزہ اولاد عطا ہوگی۔

میں نے کہا: تم کس لئے آئے ہو۔ کہا: میں وہ فرشتہ ہوں جس کی ڈیوٹی عرش کے ایک پایہ پر ہے۔ میرا نام سبائیل ہے۔ میں نے خداوند تعالیٰ سے خصوصی اجازت لی ہے۔ تاکہ فاطمہؑ سے علیؑ کے عقد کی خوشخبری لے کر آپؐ کے پاس آؤں اور ابھی ابھی میرے پیچھے جبرائیل بھی آنے والا ہے۔ اسی اثناء میں جبرائیل آ گیا اور سفید کپڑے کا ایک ٹکڑا جس پر دو سطروں میں نور سے کچھ لکھا ہوا تھا جنت میں لایا۔ میں نے اسے کہا: یہ لکھائی اور کپڑا کیسا ہے؟ خداوند تعالیٰ نے پہلی مرتبہ زمین پر توجہ فرمائی اور باقی مخلوقات میں سے آپؐ کو رسالت کے لئے انتخاب کیا۔ دوسری مرتبہ توجہ فرمائی تو آپؐ کے لئے ایک بھائی، ایک وزیر، ایک صاحب اور ایک داماد کا انتخاب کیا اور آپؐ کی بیٹی فاطمہؑ سے اس کا نکاح کیا۔ کہا: اے جبرائیل وہ شخص کون ہے؟

فقال: "لی یا محمد! خوک فی الدنيا والاخر و ابن عمک فی النسب، علی بن ابی طالب"

اور حق تعالیٰ نے حکم دیا جنت کو آراستہ کیا جائے۔ شجر طوبیٰ کو زیورات اور آرائشوں سے مزین کیا گیا۔ حوریں جمع ہوئیں اور ملائکہ چوتھے آسمان پر بیت معمور میں جمع ہو گئے، رضوان نے نور سے تیار کیا گیا کرامت کا منبر وہاں نصب کیا راجیل کو حکم ہوا کہ منبر پر جا کر خداوند تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے اور فاطمہؑ کا خطبہ پڑھے۔ پس راجیل منبر پر گیا اور کہا:

"الحمد لله الاول قبل اولیة الاولین، الالباقی بعد فناء العالمین، نحمدہ و نرجو ان نصلنا ملکة

روحانیوں و لروہیتہ مدعیین ولہ علی ما نعم علینا شا کریں۔ حجینا من الذنوب و سترنا من العیوب
 واسکننا فی السموات وقرینا لی السرا دقات وحببنا لنا اللشہوات وجعلنا ہمتنا و شھوتنا فی تقدیرہ
 تسبیحہ۔ الا سط رحمۃ، الواہب نعمتہ، جل عن الحاد اء حل الارض من المشرکین و تعالیٰ بعظمتہ عن
 اء قلم الملحدین۔

اس نے خطبہ کے بعد یہ باتیں کیں:

”اے ختار الملک الجبار صفوۃ کرمہ و عبد عظمتہ لامتہ سیدۃ نساء بنت خیر النبیین و سید المرسلین
 و امام المتقین، فوصل جملہ محبیل رجل من آہلہ، صاحبہ المصدق دعوتہ، المبادر الی کلمتہ، علی بفاطمہ
 البتول، ابنتہ الرسول۔“

اس کلام کا جامعہ خلاصہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے خصوصی کرم نوازی کرتے ہوئے
 امیر المومنین کو پیغمبر مکی بیٹی کے لئے منتخب کیا۔ اور پیغمبر کے رشتے کو علی کے رشتے سے مضبوط کیا۔
 اور رب جلیل کی طرف سے جبرائیل کو خطاب ہوا۔

”ان اعقد عقدۃ النکاح، فانی قد زوجت امتی فاطمہ بنت حبیبی محمد، عبدی علی بن
 ابطالب۔ فعقدت عقدۃ النکاح و اشہدت علی ذلک ملائکۃ اجمعین“

خداوند عالم فرماتا ہے: میں نے اپنی کنیز فاطمہ کو اپنے بندے علی کی زوجیت میں دیا۔
 اور اس پر آسمان کے ملائکہ کو گواہ بنایا۔ پس میں نے یہ شہادت سفید کپڑے پر لی اور حکم ہوا کہ اس
 سفید کپڑے کو آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے اور اس پر مشک کی مہر لگائی گئی اور رضوان کے
 حوالے کیا گیا۔ اور اس کو ابی کے بعد خداوند رؤف و رحیم نے فرمایا: شجرہ طوبیٰ پر جتنے زیورات
 تھے انہیں پھینک دے۔ فرشتوں اور حوروں نے انہیں حاصل کیا اور قیامت تک ان پر فخر کرتے
 رہیں گے۔

پھر کہا: اے محمد خداوند تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کو اس پر مامور کروں کہ آپ علی
 و فاطمہ کی شادی طے کریں اور انجام دیں اور انہیں بشارت دیں۔ وہ آپ کا دنیا و آخرت میں

غلام، پاک و پاکیزہ، نجیب، طاہر، طیب اور خیر فاضل ہے۔

الغرض جب رسول خدا نے علیؑ کو یہ ماجرا سنایا تو فرمایا: یا ابا الحسن ابھی وہ فرشتہ واپس نہیں گیا تھا اور دروازے پر کھڑا تھا کہ میں نے آپ کو حکم خدا سنا دیا۔ ابھی اسی وقت مسجد کی طرف جاؤ اور میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں اور اقوام کے اکابرین اور رؤسا کو آپ کے فضائل سناؤں گا۔ تا کہ آپ اور آپ کے دوستوں کی آنکھیں دنیا و آخرت میں روشن ہوں۔ پس علیؑ پیغمبرؐ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے۔

اور کہا جاتا ہے کہ پیغمبرؐ نے اس کے بعد فاطمہؑ سے کہا: علیؑ نے آپ کا رشتہ مانگا ہے۔ فاطمہؑ نے جواب نہ دیا اور خاموش رہیں۔ پیغمبرؐ سمجھ گئے اور فرمایا ”اللہ اکبر“ اس کی خاموشی کا مطلب اس کی رضا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے اہل سنت کے نزدیک اگر والد اپنی بیٹی کو بیاہنا چاہے تو اس کی اجازت لینا مستحب ہے۔ اور اگر لڑکی خاموشی اختیار کر لے تو اسے اس کی رضا پر محمول کیا جاتا ہے۔

الغرضیکہ علیؑ مسجد کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں صحابہؓ بھی علیؑ کے منتظر تھے کہ کیا بنا۔ جب انہوں نے علیؑ کو دیکھا تو آپ کے استقبال کے لئے دوڑے اور حال پوچھا۔ علیؑ نے بتایا کہ پیغمبرؐ نے فاطمہؑ کو میری زوجیت میں دیا اور بتایا کہ خداوند تعالیٰ نے آسمانوں میں یہ عقد پڑھ لیا۔ اور ابھی وہ آتے ہی ہوں گے۔ وہ خوش ہو گئے اور علیؑ کے ساتھ مسجد کی طرف آئے اور ان کے پیچھے پیغمبرؐ تشریف لائے۔ بلال کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو جمع کرے۔ پس بلال نے اکابرین قبائل کو پیغمبرؐ کے حکم پر دعوت دی۔ اس طرح ایک بڑی مجلس تشکیل پائی۔

آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے اور خداوند تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر ارشاد فرمایا: ایہا الناس۔ قریش کے مردوں نے فاطمہؑ کا رشتہ مانگا اور میں نے ان سے کہا: خدا کی قسم! میں آپ کا سوال رد نہیں کرتا بلکہ مجھے خداوند جبار کی طرف سے منع کیا گیا ہے۔ پس جبرائیلؑ آئے اور کہا: اے محمدؐ!

”إِنَّ اللَّهَ جَل جلاله يقول: لولم أخلق علياً لما كان لفاطمة ابنتك كفواً على وجه الأرض، آدم فمن دونه“

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے: اگر علی کو میں فاطمہ کے لئے خلق نہ کرتا تو کرہ ارض پر آدم اور دوسری مخلوقات سے اس کا کفو ہمسر کوئی نہ تھا۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی بھی انسان پیغمبروں اور پیغمبروں کی اولاد سے علی کے برابر نہ تھا۔ اگر کوئی ہوتا تو وہ فاطمہ کا ہمسر ٹھہرتا۔ اور اسی طرح کوئی بھی خاتون کائنات میں فاطمہ جیسی نہیں تھی اگر ہوتی تو اس کا نکاح علی کے علاوہ کسی دوسرے سے نہ ہو سکتا۔ اس طرح سنی و شیعہ میں بہت سی احادیث ہیں۔ پھر رسول خدا نے فرمایا:

ایہا الناس.....

”أتانی ملک فقال: یا محمد إن الله یقرؤک السلام ویقول لک فقد زوجت فاطمة من علی، فزوجها منه وقد أمرت شجرة طوبی: أن تحمل الدر والیا قوت والمرجان وأن أهل السماء قد قرحوا لذلک وسیولد منها ولدان، سید اشباب اهل الجنة، فابشر یا محمد، فانک خیر الاولین والآخرین“

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا: آپ کو خدا اسلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے۔ میں نے فاطمہ کا علی سے عقد کیا ہے۔ تو آپ بھی اس کو علی کی زوجیت میں دے دیں۔ اور میں نے درخت طوبی کو حکم دیا کہ زیورات سے لبریز ہو جائے اور ان جواہرات کو آسمانوں کے رہنے والوں کے لئے بکھیر دیئے۔ اہل آسمان خوش ہو گئے اور بہت جلد دو بیٹے (علیہم السلام) آئیں گے جو جو انان جنت کے سردار ہوں گے پس اے محمد! آپ کو بشارت ہو کہ آپ اولین و آخرین میں سب سے بہترین ہیں۔

شیخ صدوق نے رقم کیا ہے:

”بینا رسول الله جالس، اذ دخل علیه ملک له اربعة وعشرون وجها۔ فقال له رسول الله: حیبتی جبرئیل! لم ارک فی هذه الصورة فقال الملك: لست بجبرئیل، انا محمود بن عیسیٰ اللہ عز وجل ان

ازوج النور من النور۔ قال من ممن؟ فقال: فاطمة من علي۔ قال فلما ولي الملك، اذ بين كسفتيك؟ فقال: من قبل ان تخلق الله عز وجل ادم باثنتين وعشرين الف عام“

اور علمائے اہل سنت نے بھی یہ حدیث اسی طرح بیان کی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ انہوں نے فرشتے کا نام محمود کے بجائے صرصائیل لکھا ہے۔ اور روایت کرتے ہیں کہ اس کے بیس سر تھے اور ہر سر میں ہزار زبانیں تھی اور اس کے ہاتھ آسمانوں اور زمینوں سے بڑے تھے اور اس کے دو ابروؤں کے درمیان شہادتین کے بعد لکھا ہوا تھا:

”علی ابن ابی طالب مقیم الحجہ“

مختصر یہ کہ رسول خدا نے فرمایا: ایہا الناس: جبرائیل آیا اور مجھے اطلاع دی کہ خداوند جلیل نے آسمانوں میں علی کی شادی فاطمہ سے کر دی ہے اور اس پر ملائکہ کو گواہ بنا لیا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں بھی زمین پر علی کی شادی کروں اور تمہیں گواہ بناؤں۔

علمائے اہل سنت بھی جابر بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر نے فرمایا: اے لوگو! یہ علی ابن ابی طالب ہے۔ اور تمہارا خیال ہے کہ میں نے اشراف قریش کی درخواست رد کی ہے اور فاطمہ سے اس کی (علی) شادی کر دی ہے۔ دیکھو! چوبیس رمضان کی رات کو جبرائیل نازل ہوئے اور انہوں نے مجھے خدا کا سلام پہنچایا۔ اور کہا: خداوند تعالیٰ نے ملائکہ اور ارواح کو ایک بڑے گھر جو شجرہ طوبی کے نیچے واقع ہے جمع کیا اور علی کا فاطمہ سے عقد کیا میں نے خطبہ پڑھا اور حکم ہوا کہ طوبی لعل و یاقوت بکھیرے۔ حوران نے چن لئے ہیں اور قیامت تک ایک دوسرے کو تحفہ کے طور پر دیتی رہیں گی اور کہیں گی۔ فاطمہ کا صدقہ ہے اور رسول خدا نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

”الحمد لله الحمود، المعجود، بقدرته، المطاع، سلطانه، المرهوب من عذابه، المرغوب إليه، فيما عنده، النافذ امره في سانه وارضه، الذي خلق الخلق بقدرته وميزهم حكمته وحكمهم بعزته واعزهم بدينه وأكرمهم بنبيه محمد“

ثم ان اللہ عزوجل قد جعل المصاهرة نسيباً للاحقاد و امرامفتقرضا، نسخ بها الاثام و اوشح بها الارحام و الزمها الاثام، فقال عزوجل: (وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ السَّمَاءِ بَشَرًا جَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا) (قرآن کریم ۲۵-۵۶) فامر اللہ بجزی قضاء و قضاء و بجزی الی قدره و قدره بجزی الی اجله، فلکل قضاء قدره لکل قدره اجله و (لکل اجله کتاب نحو اللہ ما شاء و یثبت و عنده اثم الکتاب) (قرآن کریم ۱۳-۳۹) ثم ان اللہ تعالیٰ امرنی ان ازوج فاطمة من علی و قد زوجته علی ارحم الراحمین مشقاً فضیحة۔ ارضیت یا علی؟ فقال علی: رضیت عن اللہ و عن رسوله۔

فقال: جمع اللہ شملکما و اسعدکما و بارک علیکما و اخرج منکما کثیراً طیباً“

اس کے بعد پیغمبر منبر سے نیچے اتر آئے اور بیٹھ گئے اور فرمایا: اے علی اٹھو اور اپنے لئے

فاطمہ کا خطبہ پڑھو۔ پس علی اٹھے اور فرمایا:

”الحمد لله شکر الانعمه و ايا ديه و لاله الا اللہ شہادۃ و ترضيه و صلى اللہ علی محمد صلوة تزلقہ و تخطيه و النکاح مما امر اللہ عزوجل بہ و رضيه و محاسنا هذا اقتضاه اللہ و اذن فيه و قد زوجنی رسول اللہ ابنته فاطمة و جعل صداقہا درعی هذا رضیت بذک، فاسئلوہ و اشهدوا“

پس مسلمانوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہے؟ فرمایا: ہاں، پس سب نے کہا ”بارک لھما و علیھما و جمع شملھما“

اس وقت رسول خدا مسجد سے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ فاطمہ کے قریب آئے تو

انہیں روتا ہوا پایا۔ فرمایا:

”ما بینک؟ فواللہ لوکان فی اهل بیتی خیر منہ، زوجتک و ما انا زوجتک، و لکن اللہ زوجک و اصدق عنک الخمس ما دامت السموات و الارض“

اور کہا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے دنیا کا چوتھا حصہ فاطمہ کے مہر میں دیا اور جنت و دوزخ کو اس کے مہر میں قرار دیا تاکہ وہ اپنے دوستوں اور دشمنوں کو جزا و سزا دے سکیں اور کرہ ارض پر آپ کا مہر پانچ سو درہم ہے۔ اس حدیث سے بھی استفادہ کیا جاتا ہے کہ خدا نے رسول کو وحی

بھیجی۔

”انی جعلت نخلتها من علی خمس الدنيا وثمثة الجنة وجعلت لها فی الارض اربعة انهار:
الفرات ونیل مصر ونهر وان ونهر بلخ، فزوجه انت یا محمد خمس مائة درهم، تكون سنة لاعتک“
اس زمانے میں پانچ سو درہم موجودہ زمانے کے دو مثقال اور نہ خود اصل سونا کے برابر ہیں۔

فاطمہ کے لئے جہیز کی خریداری:

الغرض یہ کہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا: یا ابا الحسن اٹھو اور اس عطیمہ ذرہ کو فروخت
کر کے اس کی قیمت مجھے لا کر دو۔ علی گئے اور ذرہ کو بازار لے گئے۔ اور علی نے اس سے حاصل
شدہ رقم کو اپنی چادر کے ایک کونے میں باندھ لیا اور لے کر حضرت پیغمبرؐ کے پاس آ گئے اور منہ سے
کچھ نہ بولے کہ یہ کتنی رقم ہے اور پیغمبرؐ نے بھی نہیں پوچھا۔ آپؐ نے ہاتھ بڑھا کر اس سونے سے
مٹھی بھری اور بلالؓ کے حوالے کر کے ارشاد فرمایا: یہ فاطمہ کے لئے لے جاؤ تا کہ وہ خوش
ہو جائے۔

ایک روایت کے مطابق جو کچھ باقی بچا تھا اس کی قیمت دو سو درہم تھا اور ایک روایت
کے مطابق اس زر کے دو حصوں کو جناب فاطمہ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور چوتھے حصے سے
جہیز خرید گیا۔

المختصر یہ کہ دوسرے اصحاب کو ساتھ لے کر بازار گئے اور وہاں سے ایک قیمض سات
درہم کی اور ایک متعہ چار درہم، ایک کالے رنگ میں اور کوٹ جس سے تمام بدن ڈھک
جاتا تھا۔ کپڑے کا ایک تخت، بھینڑ کی چمڑی سے بنے ہوئے دو تلوے جس کے اندر بھینڑ کی اون
بھری جاتی ہے۔ ایک پردہ اور چٹائی، ہاتھ کا آئینہ، پیالہ، خوشبو، لکڑی کا پیالہ جو دودھ کے لئے
استعمال ہوتا ہے۔ چمڑے کا پیالہ، دو پانی پینے کے پیالے، روٹی پکانے کا تواء، مٹی کے کچھ برتن اور
دو بازو بند خریدے۔ اور یہ سازو سامان لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے
اچھی طرح ٹٹول کر ان برتنوں کو دیکھا اور فرمایا:

”بارک اللہ لاهل البیت“

اور ایک روایت کے مطابق جب پیغمبرؐ کی نظریں اس ساز و سامان پر پڑیں تو بے اختیار آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور سر آسمان کی طرف کر کے فرمایا:

”اللھم بارک لقوم جل آئیتھم الخزف“

یعنی اے خدا یا! ان لوگوں کو برکت عطا فرما جن کے زیادہ برتن مٹی کے ہیں۔

جب گھریلو ساز و سامان مکمل ہو چکا تو علیؑ ایک ماہ تک خاموش رہے اور شرم کی وجہ سے رسولؐ کے سامنے فاطمہؑ کا نام نہ لیا۔ رسولؐ کی بیویوں نے علیؑ سے کہا: یا ابا الحسن! آخر کب تک فاطمہؑ کے لئے صبر کرو گے۔ اگر پیغمبرؐ سے شرماتے ہو تو ہمیں اجازت دو ہم ان سے بات کر لیں۔ علیؑ نے اجازت کی مرحمت فرمائی۔ یہ رسولؐ کے پاس چلی آئیں۔ ان میں سے ام سلمہؓ بولیں۔ یا رسول اللہ! اگر آج خدیجہ سلام اللہ علیہا زندہ ہوتیں تو وہ فاطمہؑ کی شادی پر خوش ہوتیں۔ کیونکہ فاطمہؑ کو ایک اچھا شوہر ملا ہے اور علیؑ بھی اس امر پر خوش ہے بلکہ ہم سب شاداں و فرحاں ہیں۔ آپ اب فاطمہؑ کی رخصتی میں دیر کس لئے کر رہے ہیں؟ جب خدیجہؑ کا نام آیا تو پیغمبرؐ رونے لگے۔

”ثم قال خدیجہ و این مثل خدیجہ صدقنی حین کذبتی الناس، وازرتنی علی دین اللہ و اعانتنی علیہ بما لہا، ان اللہ عزوجل امرنی ان ابشر خدیجہ ببيت فی الحجۃ من قصب الزمرد و لاصحاب فیہ و لانسب“

ام سلمہؓ نے عرض کیا: جب کبھی خدیجہؑ کا نام آیا آپؐ نے فرمایا: آپ ہم سب کو جنت کے درجات میں اس کے ساتھ رکھے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: میں علیؑ سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ خود مجھ سے اپنی زوجہ کی خواہش کرے لیکن ابھی تک اس نے ایسا نہیں کیا۔ پس علیؑ نے عرض کیا۔

”ایضاً ۱۱ ۱۱ یعنی یا رسول اللہ

اس وقت رسولؐ نے اپنی بیویوں سے فرمایا:

”ھیوالا بنتی و ابن عمی فی حجری بیتا“

میری بیٹی اور میرے چچا زاد کے لئے ایک گھر سجاؤ۔ ام سلمہ نے عرض کیا: کس گھر کی آرائش کریں؟

رسول خدا نے ارشاد فرمایا: ام سلمہ! آپ اپنے گھر کو آرائش و زیبائش دیں اور دوسری خواتین سے فرمایا: ام سلمہ! کے گھر کو سجانیں۔

تاریخ خمیس کا مولف کہتا ہے: بعض تاریخی کتب میں دیکھا ہے کہ ام سلمہ کے بجائے ام سلیم لکھا گیا ہے اور ام سلیم انس بن مالک کی والدہ کا نام تھا جو انس کو لے کر آپ کے پاس آئی تھیں۔ یہاں ممکن ہے کہ آپ نے اس خدمت کے لئے ام سلیم سے رجوع فرمایا ہو۔ کیونکہ انس رسول خدا کے خادم تھے اور آپ کی والدہ گھر کی خدمت پر مامور تھی۔ کہا جاسکتا ہے کہ مولف نے احادیث کے رقم میں تحریف کی ہے۔ اور ام سلیم کے بجائے ام سلمہ لکھ دیا ہے یا جیسا کہ مرقوم ہے اپنائیت کی وجہ سے ام سلمہ ہی کو یہ حکم دیا گیا ہو۔

مختصر یہ کہ ام سلمہ نے فاطمہ سے کہا: کیا آپ نے دل کو لبھانے والی کوئی پاکیزہ چیز گھر میں رکھی ہوئی ہے؟ فرمایا: ہاں، اور وہ عطر کی ایک شیشی لیکر آئیں انہوں نے اسے ام سلمہ کی ہتھیلی پر اٹڑایا۔ ام سلمہ نے فرمایا: میں نے آج تک ایسی خوشبو نہیں سونگھی تھی۔ لامحالہ پوچھا یہ کیا ہے اور کہاں سے آئی ہے؟ فاطمہ نے کہا: ایک دن دجیہ کلبی رسول خدا کے پاس آئے تو مجھے آنحضرت نے ارشاد فرمایا: چچا کے لئے ایک بیڈ لگا دو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ وہ کچھ دیر بیٹھے اور پھر چلے گئے۔ آپ کے لباس سے کچھ چیز گری۔ پس مجھے کہا: لے لو اور اپنے پاس رکھ لو۔ میں نے سوال کیا: کیا فرمایا: کچھ عنبر جبرائیل کے پر سے گری ہے اور ایک روایت کے مطابق ام سلمہ کے جواب میں فاطمہ نے فرمایا: یہ رسول خدا کا پسینہ ہے جو میں نے اس شیشی میں ان کے قیلولہ کے وقت آپ کے بدن سے لیا اور جمع کیا ہے۔

شادی کا ولیمہ:

قصہ مختصر سو لہذا نے فرمایا: یا علی اپنے لوگوں کے لئے کھانا تیار کرو اور میرے پاس بھی کچھ روٹی اور گوشت ہے اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ کھجور، گھی اور دہی وغیرہ تیار کر کے میرے پاس لائیں۔ پس علی اسے سارے سامان کو لے کر حضور کے پاس آئے اور پیغمبر نے آستین اوپر چڑھا کر ان کھجوروں کو دہی اور گھی میں ملایا اور گوشت اور روٹی بھی حضرت علی کی طرف بڑھائی اور ارشاد فرمایا: اب جسے چاہتے ہو بلاؤ۔ امیر المومنین مسجد کی طرف روانہ ہوئے آپ کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ کچھ آئیں اور کچھ نہ آئیں۔ پس آپ اونچائی پر گئے اور آواز دی: اے انصار و مہاجرین فاطمہ کا ولیمہ کھانے کے لئے تشریف لائیے۔ خداوند تعالیٰ نے اس آواز کو تمام مدینے والوں کو سنوایا۔ لوگ ہر طرف سے گروہ درگروہ آنے لگے۔ ان کی تعداد کم از کم چار ہزار ہوگی۔ حضرت علی لوگوں کی کثرت اور کھانے کی کمی پر سخت شرمندہ تھے۔ پیغمبر نے فرمایا: یا علی، مایوس نہ ہو جاؤ۔

”انی سادعوا اللہ بالبرکۃ“

پس لوگ اکٹھے ہوئے انہوں نے کھایا پیا، دعائے خیر کی اور گھروں کو واپس چلے گئے۔ لیکن ابھی تک ولیمہ باقی تھا اور اس میں کچھ بھی کم نہیں ہوا تھا۔ پھر پیغمبر نے بڑا پیالہ منگوا لیا۔ اور اس کھانے میں سے اپنی ازواج مطہرات کے لئے کھانا بھجوایا۔ اب ایک اور پیالہ منگوا لیا، اسے بھی لبالب بھر دیا۔ اور فرمایا: یہ فاطمہ اور اس کے شوہر کے لئے ہے۔ اور یہ کام انجام پانے تک سورج غروب ہو چلا تھا۔

فاطمہ کو علی کے گھر پہنچانا:

پھر پیغمبر نے ام سلمہ سے فرمایا: فاطمہ کو بلا لاؤ۔ ام سلمہ گئیں اور آپ کو آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ شرم و حیا کی وجہ سے آپ کے رخسار مبارک سے پیدہ جاری تھا اور کانپ رہی تھیں۔ ڈر تھا کہ شاید آپ گر جائیں۔

اقا لک اللہ العثرۃ فی الدنیا والاخرۃ

پیغمبرؐ نے فرمایا: خدا آپ کے کانپنے کا آپ کو دنیا و آخرت میں صلہ عطا فرمائے۔ جب آپ پیغمبرؐ کے سامنے کھڑی تھیں تو آپ کے چہرے سے نقاب اٹھا کر علیؑ کو دکھایا۔ پھر فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑا اور علیؑ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا:

”بارک اللہ لک فی ابرہ رسول اللہ یا علی! نعم الزوجۃ فاطمہ ویا فاطمہ! نعم البعل علی“

اب اپنے گھر چلے جاؤ اور کوئی بات نہ کرو جب تک میں نہ آ جاؤں۔ اب علیؑ نے فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے گھر کی راہ لی۔ رسولؐ نے فرمایا: عبدالمطلب کی بیٹیاں اور مہاجر و انصار کی عورتیں فاطمہؑ کے ہمراہ جائیں، خوشی و مسرت کا اظہار کریں اور تکبیر کہیں۔ اور بیہودہ کلام و مذاق وغیرہ سے پرہیز کریں۔ کیونکہ خدا ایسی باتوں سے راضی نہیں ہوتا۔

پس فاطمہؑ سوار ہوئیں۔ ایک روایت ہے کہ چتکبرے رنگ کے خچر پر سوار ہوئیں۔ پیغمبرؐ فاطمہؑ کے پیچھے پیچھے جاتے رہے۔ جبرائیلؑ دائیں طرف سے، میکائیلؑ بائیں طرف سے فاطمہؑ کے ہمراہ تھے۔ اور ان کے پیچھے ستر ہزار ملائکہ خداوند تعالیٰ اور ملائکہ خداوند تعالیٰ کی تسبیح و پاکی بیان کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ آپ کے پاس صبح تک سترہ ہزار حوریں آئیں۔

لیکن اہل سنت کے فقہانے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ سہاگ کی رات جبرائیلؑ نے خچر کی لگام پکڑی ہوئی تھی، اسرافیلؑ نے رکاب اور پیغمبرؐ فاطمہؑ کے لباسوں کو ٹھیک کر رہے تھے۔ اور یہ ملائکہ دوسرے فرشتوں کے ساتھ تکبیر بلند کر رہے تھے اور یہ تکبیر قیامت تک ان کے درمیان سنت رہے گی۔

قصہ مختصر سلمان نے اس چتکبرے کی باگ ڈور تھامی ہوئی تھی اور حمزہ، عقیل، جعفر اور اہل بیت فاطمہؑ کے پیچھے چلتے آ رہے تھے، بنی ہاشم نے تلواریں نیام سے نکالیں ہوئی تھیں۔ پیغمبرؐ کی ازواج مطہرات یہ رجز پڑھتی ہوئی آ رہی تھیں۔ مثلاً ام سلمہؓ یہ رجز پڑھ رہی تھیں۔

سرن بعون اللہ جاراتی
واذکرن ما نعم رب العلی
واشکرنہ فی کل حالات
من کشف مکروہ و آفات

وقد هدا ما بعد كفر وبعد
 و من مع خير نساء لورى
 يا بنت من فضله ذوالعلى
 عائشة یہ کلمات ادا کر رہی تھیں۔
 يا نسوة استترن بالمعاجر
 وا ذكرن رب الناس اذ قد خصمنا
 والحمد لله على افضاله
 سرن بها قال الله على ذكرها
 خصمه یہ رجز پڑھ رہی تھیں۔
 فاطمة خير نساء البشر
 فصلك الله فتي فاضلا
 فسرن جاراتي بها انها
 و من لها وجه كوجه القمر
 اعني عليا خير من في الجهر
 كريمة بنت عظيم الخطر

معاذہ ام سعد بن معاذ سے یہ کلمات منصوب ہیں۔

اقول قولاً فيه ما فيه
 محمد خير بني آدم
 بفضلهم عرفنا رشدنا
 ونحن مع بنت نبي الهدى
 في ذروة شامخة اصلاها
 وا ذكرا لخير وابدیه
 ما فيه من كبر و من تبه
 قال الله بالخير يجازيه
 ذى شرف قد مكنت فيه
 فماری شینا یدانیہ

اور دوسری عورتیں ان ارجوز کو باری باری پڑھتی تھیں اور گھر میں داخل ہوتی جاتی تھیں۔
 جبکہ علی فاطمہ کے ہمراہ ام سلمہ کے گھر داخل ہوئے، بیٹھے اور پیغمبر کے مطابق خاموش بیٹھے
 رہے۔ اور دونوں ایک دوسرے سے شرم کی وجہ سے نگاہیں زمین پر گاڑے رہے۔ یہاں تک کہ

پیغمبرؐ تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ پھر فاطمہؑ سے فرمایا: کچھ مقدار پانی لاؤ، فاطمہؑ اپنی جگہ سے اٹھیں، لکڑی کے پیالے کو پانی سے بھر کر حاضر خدمت کیا۔ آپؐ نے اس میں سے ایک گھونٹ لیا اپنے منہ میں گھمایا اور دوبارہ پیالے میں ڈال دیا۔ اب اس میں سے کچھ پانی فاطمہؑ کے سر پر ڈالا اور فرمایا: میری طرف دیکھو اور کچھ مقدار ان کے سینے کے درمیان ڈالا۔ پھر کچھ مقدار ان کے دو کندھوں کے درمیان ڈالا اور فرمایا:

”اللَّهُمَّ هَذِهِ ابنتي واحب الخلق الی۔ اللَّهُمَّ هَذَا خِي وَا
الْخَلْقِ الی اللَّهُمَّ اجله لك ولياً وبك هنياً وبارك له في اهله

پھر فرمایا: اے علیؑ تم اہل خانہ کے پاس رہو۔ خدا تمہیں مبارک کرے۔ جاتے ہوئے آپؐ نے دروازے کی چوکھٹ کو پکڑا اور فرمایا: ”مکّہ کما وطهر نسلكما انا سلم لمن سالکما و حرب لمن حاربکما استودعکما اللہ واستخلفہ علیکما“

پھر فرمایا: ”مزحاً بجزین یلتقیان ونجمین۔ حقیر مان“

سہاگ کی پہلی رات کی صبح رسولؐ آپؐ کے پاس آئے اور ایک برتن میں دودھ لائے اور فاطمہؑ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اسے پیو کہ آپؐ کا باپ آپؐ پر قربان ہو اور علیؑ سے فرمایا: پیو، تمہارا چچا زاد تم پر قربان ہو۔ اور ایک روایت کے مطابق تین دہ فاطمہؑ اور علیؑ کے گھر نہیں آئے۔ اور چوتھے دن آپؐ کے گھر کا ارادہ کیا اور دیکھا کہ آپؐ کے گھر میں بنت عمیس الخمیہ آئی ہوئی ہیں۔ آپؐ اس طرف کیوں آئی ہیں جبکہ اس گھر میں مرد موجود ہے؟ عرض کیا بانی امتؐ دامی سہاگ کے دوران ایک عورت کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ مدد کرے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھے۔ اور میں فاطمہؑ کی حاجات بر لانے یہاں آئی ہوں۔ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: ”قصی اللہ لك حوائج الدنيا والآخرة“ خدا تمہاری دنیا و آخرت کی حاجات بر لائے۔ جس وقت رسولؐ آپؐ بنت عمیس سے باتیں کر رہے تھے۔

قصہ یہ کہ اس کے بعد پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ ایک کوزے میں پانی بھر لاؤ۔

امیر المؤمنین لے آئے تو آپؐ نے اس میں تین مرتبہ اس میں دم کر کے پھونک ماری۔ اور علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ! اس سے کچھ پانی پیو اور کچھ چھوڑ دو۔ علیؑ نے ایسا ہی کیا۔ آپؐ نے بچے ہوئے پانی کو علیؑ کے سینے پر ڈالا اور فرمایا: ”أَذْهَبَ اللَّهُ عَنْكَ الرَّجْسَ يَا أَبَا الْحَسَنِ وَطَهَرَكَ تَطْهِيراً“

اس طرح آپؐ نے اور پانی منگوایا اور اسی طرح فاطمہؑ کو دیا اور ان کے لئے بھی دعائے خیر فرمائی۔ پھر حکم دیا کہ علیؑ وہاں سے چلے جائیں پس علیؑ باہر چلے گئے۔ آپؐ نے فاطمہؑ سے پوچھا: اے میری بیٹی! ذرا یہ بتاؤ کہ تمہارا شوہر کیسا ہے؟ عرض کی: رات کو جب علیؑ میرے پاس آئے تو میں نے سنا کہ زمین ان سے باتیں کر رہی تھی۔ میں ڈر گئی۔ پیغمبرؐ سجدہ شکر بجالائے اور سر اٹھا کر فرمایا اے فاطمہؑ آپ کو بشارت ہو کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کے شوہر کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے اور خوش و خرم ہو جائے کہ پاک و پاکیزہ بیٹے ملیں گے۔

اسی طرح خدا نے زمین کو حکم دیا ہے کہ تمہارے شوہر کو مشرق سے مغرب تک زمین پر واقع ہونے والے واقعات کی اطلاع دے۔ فاطمہؑ نے عرض کی: میرا شوہر سب سے بہترین شوہر ہے لیکن قریش کی عورتیں کہتی ہیں۔ پیغمبرؐ نے اپنی بیٹی ایک غریب کو دے دی ہے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: اے میری لخت جگڑ! تمہارا باپ غریب نہیں اس لئے تمہارا شوہر بھی غریب نہیں رہے گا۔ زمین نے چھپے ہوئے اپنے تمام خزانوں کی مجھے اطلاع دی ہے۔ لیکن میں نے صرف قرب خداوندی اختیار کرنے کو ترجیح دی ہے۔ مجھے تمہارا علم ہے کہ دنیا تمہاری نظروں میں ہیچ ہے۔ دیکھو! تمہارے شوہر کا علم سب سے زیادہ اور حلم تمام دنیا سے زیادہ۔ خدا نے دو اشخاص کو تمام جہان سے انتخاب کیا ہے۔ آپؐ کا والد اور دوسرا تمہارا شوہر۔

علیؑ نے عرض کیا: مجھے خدا کی قسم میں کبھی اس پر غضبناک نہیں ہوں گا اور اسے کسی مصیبت میں مبتلا نہیں کروں گا۔ جب تک زندہ رہوں گا اور فاطمہؑ بھی مجھ سے غضبناک نہ ہو اور میری نافرمانی نہ کرے۔ ”إِنَّ اللَّهَ أَوْحَىٰ إِلَىٰ رَسُولِهِ: قُلْ لِفَاطِمَةَ لَا تَعْصِي عَلِيًّا، فَإِنَّهُ انْغَضِبَ غَضَبَ لِعُضْبِهِ“

یعنی خدا نے اپنے رسولؐ پر وحی نازل فرمائی کہ فاطمہؑ سے کہو: علیؑ کی نافرمانی نہ کرو اگر علیؑ غضبناک ہوگا تو میں بھی اس کے غضب کی وجہ سے غضبناک ہوں گا۔

فردوس الاخبار کا مولف جو اہل سنت ہے۔ ابن عباس سے نقل کر کے کہتا ہے۔ ”إِنَّ النَّبِيَّ قَالَ لِعَلِيٍّ: يَا عَلِيُّ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ زَوَّجَكَ فَاطِمَةَ وَجَعَلَ صِدْقَهَا الْأَرْضَ، فَمَنْ مَشَى عَلَيْهَا مَبْغُضًا لَكَ مَشَى عَلَيْهَا حَرَامًا“

اور اسی طرح شہر ابن آشوب نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے۔

”قال حرم الله عز وجل علي علي النساء ما دامت فاطمة حية قلت: وكيف؟ قال: لانها لا تحيى“

مختصر یہ کہ پیغمبرؐ نے علیؑ سے فرمایا: خدا نے فاطمہؑ کو آپؐ کی زوجیت میں دیا اور زمین کو آپؐ کا مہر قرار دیا۔ پس جو کوئی بھی زمین پر چلے اور آپؐ سے کینہ رکھتا ہو تو اس کا زمین پر چلنا حرام ہے۔ اور جب تک فاطمہؑ علیؑ کے گھر میں رہیں ان پر دوسری شادی حرام تھی۔ اور یہ فاطمہؑ کی شان پر ایک دلیل ہے اور یہ کہ آپؐ کبھی حایض نہیں ہوئیں اور شیخ صدوق کہتا ہے:

”قال رسول الله: ان الله تبارك وتعالى آخا بنی وبنی علی بن ابی طالب وزوجہ انہی من فوق سبع سمواتہ واشہد علی ذلک مقرباً ملائکته وجعلہ لی وصیاً وخلیفة۔ فعلی منی وانا منه محبہ ومحبه مبغضی وان الملائکة التقر بآلی الله بحسبہ“

پیغمبرؐ فرماتے ہیں: خداوند تعالیٰ نے میرے اور علیؑ کے درمیان برادری قائم فرمائی اور میری بیٹی کی شادی اس کے ساتھ آسمانوں میں کی اور ملائکہ کو اس پر گواہ بنایا۔ علیؑ کو میرا وصی و خلیفہ بنایا۔ پس علیؑ مجھ سے اور میں علیؑ سے ہوں۔ اس کا دوست میرا دوست اور اس کا دشمن میرا دشمن ہے۔ اور ملائکہ علیؑ کی محبت کے ذریعے قرب خداوند حاصل کرتے ہیں۔

قصہ مختصر رسولؐ نے علیؑ اور فاطمہؑ کی شان میں یہ کلمات ادا فرمائے اور اٹھ کر چلے جانے لگے تو فاطمہؑ نے عرض کیا: اے میرے والد گرامی! گھر کا کام کاج میرے بس کاروگ نہیں

براہ کرم مجھے ایک خادم دے دیں تاکہ میری مدد کرے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: کیا تمہیں خادمہ سے بہتر چیز عطا کر دوں۔ ابھی فاطمہؑ ساکت ہی تھیں کہ علیؑ بولے: جی ہاں! بتائیے۔ فاطمہؑ نے بھی عرض کیا: جی ہاں! فرمایا ہر صبح تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر۔ یہ کلمات سو بن جاتے ہیں۔ یہ پڑھنے سے میزان میں ہزار نیکیوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ اور یہ کلمات دنیا و آخرت کے لئے کافی ہیں۔ علیؑ و فاطمہؑ ہر صبح ان کلمات کا ورد کرتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سہاگ رات جبرائیل ملائکہ کی ایک فوج لے کر آئے۔

”یہدیۃ فی سلبۃ من السماء و فیما کعبک و موز و زہیب، فقال ہذا ہدیۃ جبرائیل و قلب من یدہ سفرجلۃ، ففطمہا نصفین و اعطی علیاً نصفاً و فاطمۃ نصفاً و قال: ہذا ہدیۃ من الجنۃ الیکما“
یعنی جبرائیل آسمان سے ایک تحفہ لائے وہ ایک ٹوکری تھی جو جنت کی روٹی، کھجور اور کشمش تھی اور جنت کے پھلوں سے ایک بہی بھی لائے اور اسے دو ٹکڑے کیا۔ اس کا آدھا علیؑ کو اور آدھا فاطمہؑ کو دیا اور کہا: یہ جنت کا تحفہ آپ کے لئے ہے۔

اور جبرائیل جنت سے ایک لباس بھی فاطمہؑ کے لئے لائے جس کی قیمت تمام دنیا کے مساوی تھی۔ اور جب فاطمہؑ نے پہنا اور قریش نے دیکھا تو حیران ہو کر کہنے لگیں یہ کہاں سے آیا ہے؟ فرمایا: خدا کے پاس سے آیا ہے۔

یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ شادی کے بعد ایک دن فاطمہؑ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا:

”یا رسول اللہ! ما یدع شیعاً من رزقہ الا وزع بین المساکین، فقال لھا: یا فاطمۃ! تنظین فی انی و ابن عمی و ان نخطہ نخطی و ان نخطی لخط اللہ، فقالت اعوذ باللہ من نخط اللہ و نخط رسول اللہ“
اے رسول خدا! علیؑ کھانے پینے کی کوئی چیز گھر میں نہیں چھوڑتے اور جو ہاتھ میں آتا ہے فقراء اور مساکین میں بانٹ دیتے ہیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: اے فاطمہؑ! کیا آپ میرے بھائی اور چچا زاد پر ناراض ہوتی ہیں جبکہ انکا غضب میرا غضب اور میرا غضب خدا کو غضبناک کرتا ہے فاطمہؑ

نے کہا: میں بخدا آپ کے اور خدا کے غضب سے پناہ مانگتی ہوں۔

بعض محققین کا قول ہے: سورہ ہل اتی اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی اور خدا نے جنت کی بہت سی نعمتوں کا اس میں ذکر کیا ہے۔ لیکن فاطمہ کے احترام اور بزرگی کی وجہ سے اس میں حورالعین کا ذکر نہیں کیا۔ آپ کی رحلت (شہادت) اور فضائل کا تذکرہ اپنے مقام پر کیا جائے گا۔

ماہ رمضان کے روزے کا وجوب:

ہجرت کے دوسرے سال شعبان کے آخر میں رمضان کا روزہ فرض کیا گیا اور یہ اس طرح ہوا کہ رسول خدا نے مجوسیوں کو دیکھا کہ پانچ مہینوں کا روزہ رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ کو شوق پیدا ہوا کہ ان کی شریعت میں بھی روزہ ہونا چاہیے۔ ایسا ماہ شعبان میں ہوا جب ماہ شعبان ختم ہوا تو خداوند تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزے فرض کر دیئے۔ اور یہ آیت نازل فرمائی۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صُومُوا عَنِّي كَمَا صُومَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (قرآن کریم ۲-۱۸۴)“

یعنی ”اے ایمان والو! آپ پر روزے اس طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح آپ سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تاکہ تم پر ہیز گار بنو“

مفسرین نے اس کی تفسیر میں بہت کچھ کہا ہے۔ زمخشری لکھتا ہے۔ نصاریٰ پر بھی رمضان کے روزے فرض تھے۔ لیکن چونکہ کبھی گرمی شدید ہوتی اور کبھی سردی شدید ہوتی۔ لہذا ان کے روزے سردیوں اور بہار کے موسم کے درمیان رکھے گئے اور کفارے کے طور پر ان پر بیس دن بڑھائے گئے۔ اس طرح ان کے روزوں کے کل پچاس دن ہوئے۔

لیکن ”من لا یخضر الفقہ“ میں لکھا ہے: حفظ بن عیاش نخعی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادقؑ سے سنا، آپ نے فرمایا: ”إِنَّ شَهْرَ رَمَضَانَ لَمْ يَفْرَضِ اللَّهُ صِيَامَهُ عَلَى أَحَدٍ أَلَّامٍ قَبْلَنَا، فَهَلَلْتُ لَهُ فَقَوْلَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صُومُوا عَنِّي كَمَا صُومَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ“

تَشْكُرُونَ (قرآن کریم ۲-۱۸۵)؟“ قال: إنما فرض الله صيام شهر رمضان على الأنبياء دون الأمم، ففصل به هذه الأمة وجعل صيامه فرضاً على رسول الله وعلى أمته“

اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ماہ رمضان مبارک کا روزہ کسی امت پر فرض نہیں کیا گیا اور یہ جو فرمایا: چنانچہ جس طرح گذشتہ لوگوں پر فرض کئے گئے تو اس سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں۔ کیونکہ انبیائے ماسلف پر روزہ فرض تھا۔ لیکن کسی امت پر واجب نہیں ہوا۔

قصہ مختصر یہ کہ جب جبرائیلؑ روزوں کی فرضیت کی آیت لیکر نازل ہوئے تو رسولؐ نے پوچھا: ان کا وقت کونسا ہے؟ تو یہ آیت آئی۔ ”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ أَنْ هُدِيَ الْبَشَرُ وَأَنَّ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْقُرْآنِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَ مَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ“ (قرآن کریم ۲-۱۸۱)

یعنی ”یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا جو لوگوں کے لئے ہدایت کی کھلی نشانیاں اور فرقان ہے۔ پس جو کوئی تم میں سے اس ماہ میں موجود ہو تو اسے چاہیے کہ وہ روزہ رکھے اور اگر کوئی مسافر یا بیمار ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھے۔“

ظاہری بات ہے کہ اس حکم کے بعد پیغمبرؐ اور اصحاب نے روزہ رکھنا اور صدقہ خطر ادا کرنا اور نماز عید پڑھنا شروع کر دیا۔ نماز عید کے لئے پیغمبرؐ صحابہ کے ساتھ صحرا میں چلے جاتے تھے اس طرح مسلمانوں میں یہ پہلی عید الفطر تھی۔

کفار کے ساتھ جہاد کا جوہ:

اور ہجرت کے دوسرے سال مشرکین کے ساتھ جنگ اور منافقین کے ساتھ جہاد و قتال کا حکم آیا: ”أُذِّنُ لِلَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَهْرِهِمْ لَلْقَدِيرُ“ (قرآن کریم ۲۲-۳۹)

یعنی ”جو دشمنوں کے ساتھ لڑائی کے حالت میں تھے اور مظلوم تھے انہیں جنگ کی اجازت دی گئی اور خدا ان کی مدد پر قادر ہے“۔ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ جب رسولؐ

کسی لشکر کو جنگ کے لئے بھیجے اور خود بھی ہمراہ ہوتے تو اس جنگ کو غزوہ کہا جاتا ہے اور آپ اگر لشکر کو مامور کرتے اور آپ اس لشکر کے ہمراہ نہ ہوتے تو اس جنگ کو بعثت و سریتہ کہا جاتا ہے۔

رسول خدا کے غزوات کی تعداد:

ایک روایت کے مطابق آپ کے غزوات کی تعداد انیس، بعض نے اکیس، بعض نے چوبیس اور بعض دوسروں نے اٹھائیس رقم کی ہے۔ اور یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ بعض غزوات ایک ہی حملے کے دوران پیش آئے ان کو ایک ہی زمرے میں شمار کیا گیا ہے۔ جس طرح محمد جریر طبری نے غزوہ فدک، خیبر اور وادی القریٰ کو ایک غزوہ شمار کیا ہے۔ اور بعض غزوہ طائف، حنین، احزاب اور بنی قریظہ کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔ یہاں شیخ طبری کے ان چھبیس غزوات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جنہیں انہوں نے معتبر خیال کیا ہے، ان کے نام یہ ہیں:

پہلا غزوہ ابواء، دوسرا غزوہ ہواط، تیسرا غزوہ عسیرہ، چوتھا بدر اولیٰ، پانچواں بدر کبریٰ، چھٹا غزوہ بنی قینقاع، ساتواں سویق، آٹھواں قرقرۃ الکدر کہ جسے غزوہ بنی سلیم اور غزوہ نیروان کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ نواں غزوہ غطفان، دسواں غزوہ احد، گیارھواں غزوہ حراء الاسد، بارھواں غزوہ بنی النضیر، تیرھواں غزوہ بنی قریظہ، ستارھواں دومتہ الجندل، اٹھارھواں غزوہ ذات الرقاع، انیسواں غزوہ بنی لحيان، بیسواں ذی قردہ، اکیسواں حدیبیہ، بائیسواں غزوہ خیبر، تیسواں ذات سلاسل، چوبیسواں فتح مکہ، پچیسواں حنین، چھبیسواں فتح طایق، ساٹیسواں تبوک۔

بعض سیرت کی کتب کے مصنفین نے غزوہ انمار، غزوہ قردہ، غزوہ بطن الخملہ، غزوہ الکدر، غزوہ الرجیع، غزوہ ہبدر الموعد، غزوہ القنہ جیسے نام رقم کئے ہیں۔ لیکن دراصل ایک ہی غزوہ کے مختلف نام ہیں۔ چنانچہ ہر ایک کی تفصیل آئے گی۔ ان غزوات میں سے نو میں رسول اکرم کو جنگ و جہاد کی ضرورت پیش آئی ہے۔ جنہیں بعض نے اس طرح بیان کیا اور ان کا زمانہ بھی لکھا ہے۔

پہلا بدر کبریٰ جو بروز جمعہ سترہ رمضان ۲ ہجری قمری میں واقع ہوا، دوسری غزوہ احد ماہ

شوال ۳ ہجری قمری، تیسری اور چوتھی جنگ خندق احمد بنی قریظہ، شوال ماہ ۴ ہجری قمری، پانچویں جنگ بنی المصطلق ماہ شعبان ۵ ہجری قمری، چھٹی جنگ خیبر ۶ ہجری قمری، ساتویں رمضان ۸ ہجری قمری، آٹھویں اور نہویں جنگ حنین و طائف ماہ شوال ۸ ہجری قمری۔

اسی طرح پیغمبرؐ کے سرایا میں بھی اختلاف ہے، بعض نے ان کی تعداد ۳۵، بعض نے ۳۶، اسی طرح ۱۴۸ اور ۵۶ بھی لکھی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے بعض جنگوں میں رسولؐ نے لشکر بھیجا ہے لیکن خود نہیں تشریف لے گئے۔ اس موقع پر آپؐ لشکر کے کمانڈر کو سپاہیوں سمیت بلا تے اور انہیں اس طرح نصیحت فرماتے تھے۔

لشکر کے کمانڈروں کو آپؐ کی وعظ و نصیحت:

خدا کا نام لے کر جائیں اور اس سے مدد طلب کریں، خدا کے لئے اپنی قوم کی طرف سے جہاد کریں۔ ہاں! اے مردو! مکرو فریب نہ کرنا اور غنیمت سے کوئی چیز نہ چرانا اور کفار کو قتل کرنے کے بعد انہیں مثلہ نہ کرنا (یعنی ان کے اعضاء و جوارح نہ کاٹنا) بوزھوں، بچوں اور عورتوں اور راہبوں کا جو غاروں میں زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں۔ قتل عام نہ کرنا۔ درختوں کی جب تک تمہیں ضرورت نہ پڑے نہ کاٹنا۔ اگر کوئی مسلمان کسی کافر کو امان دے دے تو اس کی امان قابل قبول ہوگی، یہاں تک کہ وہ کافر آئے اور خدا کا کلام سنے۔ اگر آپؐ کے دین کو قبول کر لے تو آپؐ کا بھائی ہے۔ وگرنہ اسے صحیح و سلامت اس کے مطلوبہ مقام تک پہنچائیں۔ اگر اس کے بعد اسے قتل کر ڈالیں تو اس بارے میں خدا سے مدد طلب کریں۔ اور پھر فرماتے ہیں۔ جنگلات کو آگ نہ لگائیں، کسی کو پانی میں غرق نہ کریں۔ پھل دار درختوں کو نہ کاٹیں، زراعت و کھیتی کو آگ مت لگائیں شاید اس کی آپؐ ہی کو ضرورت پڑ جائے۔ حلال گوشت جانوروں کو ضائع مت کریں۔ مگر یہ کہ ان کو کھانا اور طاقت حاصل کرنا مطلوب ہو اور دشمنوں کو تین چیزوں کی طرف بلاؤ۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو انہوں نے تسلیم کر لیا تو ان سے درگزر کریں۔

پہلی اسلام پیش کریں اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو تم وہاں سے ہجرت کر جاؤ اگر وہ اس

ہجرت پر راضی ہوں، مال غنیمت میں ان کا حصہ کرو، اگر اپنے گھر میں ٹھہرے رہیں اور جہاد پر نہ جائیں تو ان کے حقوق دوسرے عربوں کی مانند ہوں گے۔ کیونکہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ لیکن انہیں مال غنیمت سے کچھ نہیں ملے گا کیونکہ وہ جہاد میں شریک نہ تھے۔ اگر اسلام سے سرتابی کریں اور اہل کتاب ہوں تو ان سے جزیہ لو اور انہیں چھوڑ دو اگر جزیہ دینے پر راضی نہ ہوں تو ان سے جہاد کرو۔ اور اگر کسی کو آپ نے قلعہ کا مندر محصور کیا ہو اور وہ قلعے سے باہر آنا چاہیں تاکہ ان پر حکم خدا لاگو ہو تو ہرگز انہیں نیچے نہ چھوڑو کیونکہ تمہیں حکم خداوندی کا علم نہیں ہے، پھر ان پر ایک حاکم مقرر کرو اور اگر امان مانگیں تو انہیں اپنی طرف سے امان دے دو نہ کہ خدا و رسول کی طرف سے اور مشرکین کے پانی کو کبھی بھی زہر آلود نہ کرو اور حیلہ گری سے پرہیز کرو۔

رسول خداؐ ہرگز دشمن کے ساتھ بدسلوکی نہ کرتے اور ان پر شب خون نہ مارتے تھے۔ آپؐ ہر جہاد پر نفس امارہ کے خلاف جہاد کو بڑا تصور کرتے تھے۔ چنانچہ امام صادقؑ سے روایت ہے کہ ایک موقع، جب لشکر اسلام جہاد سے واپس ہوا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اب چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آؤ۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ اس سے آپؐ کی کیا مراد ہے تو آپؐ نے فرمایا۔ نفس امارہ کے خلاف جہاد، جنگ و قتال سے بڑا جہاد ہے۔

غزوات میں مسلمانوں کے نعرے:

اور اسی طرح جاننا چاہیے کہ جنگ میں ہر لشکر کوئی نعرہ اختیار کرتا ہے تاکہ اگر اندھیرا یا گرد اُڑ رہی ہو تو بھی نعرے کے ذریعے دوست و دشمن کی پہچان ہو سکے۔ اور فضول ضرب نہ لگائی جائے۔ اس طرح ایک روایت کے مطابق جنگ بدر اور جنگ احد میں اصحاب رسول خداؐ کا نعرہ یا نصر اللہ اقتراب یعنی خدا کی مدد قریب آ۔ اور جنگ بنی نضیر میں ”یا روح القدس ارح“ یعنی اے روح القدس راحت دے، اور جنگ بنی قبیقاع میں ”یا رب لیغلبنک“ تھا یعنی اے خدا یا کفار تیرے لشکر پر کامیابی حاصل نہ کریں، اور جنگ طائف میں یا رضوان تھا۔ جنگ حنین میں ”یا بنی عبد اللہ“ جنگ احزاب میں ”حم لاہمصر ون“ تھا۔ جنگ بنی قریظہ میں ”یا سلام سلمھم“ جنگ

مرتبہ سب سے پہلے میں جو جنگ بنی المصطلق ہے ”الا الی اللہ الامر“ تھا۔ جنگ حدیبیہ میں الالعیۃ اللہ علی الظالمین“ تھا اور جنگ خیبر میں ”یا علی اتبہم من غل“ تھا اور فتح مکہ میں ”مکن عباد اللہ حتی“ تھا اور جنگ تبوک میں ”یا احد یا صمد“ تھا۔ رسول خدا گھڑ دوڑ، اونٹ دوڑ اور اس طرح کے دوسرے کھیلوں کے حامی تھے کیونکہ اس سے جہاد کی تیاری میں مدد ملتی تھی۔ پہلا خدائی حکم یہ تھا کہ سو مسلمان ہزار کفار کے ساتھ جنگ کریں گے اور ہرگز نہیں بھاگیں گے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ حکم منسوخ فرمایا۔ لہذا اس طرح ہوا کہ سو مسلمان دو سو کافر سے جنگ کریں گے اور نہیں بھاگیں گے۔ اور اگر دشمن دو گنا سے زیادہ ہو تو اس صورت میں مسلمانوں کو لڑائی یا فرار کی اجازت تھی اور رسول خدا جنگی سفر میں عورتوں کو بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ تاکہ وہ زخمیوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی کریں۔

اب بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ہر ایک غزوہ یا سر یا کا ذکر کرتے ہیں۔

غزوا ابو کا ذکر:

اس آیت کے ذریعے جہاد پر جانے کا حکم صادر ہوا۔
 ”یا ایہا النبی جاهد الکفار و المؤمنین و اغلظ علیہم“ (قرآن کریم ۹-۷۳)
 ”اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو“
 اس طرح اس آیت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ قتل و جدال کا حکم آیا ”فما تملکوا المشرکین حیث و جدتھم و جدتھم و انصر و ہم و انصر و ہم و انصر و ہم“ (قرآن کریم ۹-۵)
 ”تو مشرکین کو جہاں جہاں تم پاؤ قتل کرو ڈالنا اور ان کو گرفتار کر لینا اور ان کا محاصرہ کرنا اور ہر راستہ پر ان کے لئے گھات میں بیٹھ جانا“

لا محالہ رسول خدا نے جہاد کے لئے عزم بالجزم کیا۔ آپ نے مشرکین کے ساتھ جنگ کے لئے تیاری شروع کر دی اور پھر سن دوسری ہجری کے ستر دن بعد غزوا ابو ایشیا آیا۔ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گاؤں کا نام ہے۔ یہاں ایک اور قریہ بھی ہے جس کا نام ودان ہے لہذا اس غزوہ

کو غزوہ ودان بھی کہا جاتا ہے۔ الغرضیکہ رسول خداؐ نے سعد بن عبادہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا اور خود اپنے اصحاب کے ایک گروہ کے ساتھ قریش کے لئے نکل پڑے یہ جہاد بنی ضمرۃ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ کے خلاف تھا۔ آپ نے سفید جھنڈا حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے سپرد کیا ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام میں پہلا جھنڈا حمزہ کے ہاتھ میں تھا اور لغت دان راہبیت اور لوارا کے ایک ہی معنی کرتے ہیں اسے کبھی لشکر کا امیر اٹھاتا اور کبھی کوئی دوسرا اٹھاتا۔ بعض نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ: آپ کا بیڑسیاہ اور آپ کا جھنڈا سفید رنگ تھا۔

قصہ مختصر رسول خداؐ اپنے ساتھ صحابہ کے ساتھ سفر کرتے ہوئے ”ابو“ کی سر زمین پر پہنچے۔ ثنی بن عمرو الضمری جو بنی حمزہ کا سردار اور قریب ”ابو“ کا نمبر دار تھا۔ جب اس نے یہ دیکھا تو ڈر گیا اور صلح صفائی پر اتر آیا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صلح کا ہاتھ بڑھایا۔ رسول خداؐ نے پندرہ دن ابو میں قیام کیا اور کسی جنگ و جدل کے بغیر واپس تشریف لائے۔

سریہ حمزہ:

اس کے بعد ماہ رمضان میں سریہ حمزہ بن عبدالمطلب پیش آیا اور وہ یوں کہ مدینہ میں افواہ پھیلی کہ قریش کی ایک جماعت شام سے واپس آ کر مکہ کی طرف جا رہی ہے۔ رسول خداؐ نے حمزہ کو تیس مہاجر دے کر اور سفید علم باندھ کر ابو مرشد غنوی کو لشکر کا علمدار بنا کر بھیجا۔ حمزہ اس لشکر کو لے کر سیف البحر جو جہینہ کی سر زمین کہلاتی ہے، کی طرف گئے۔ یہاں تک کہ بحر شام کے ساحل تک جا پہنچے اور وہاں کفار سے ٹڈ بھینٹ ہوئی۔ قریش کے مردوں کی تعداد تین سو تھی، ابو جہل ان کا سردار تھا۔ سے حمزہ کی بھٹک پڑی تو احتیاط اپنے آدمیوں کو لے کر قریبی دیہات گیا اور وہاں جا کر مورچے بنا لئے اس طرف حمزہ بھی صف آرا ہو گئے۔

محمد بن عمر جہنی جو اس گاؤں کا نمبر دار تھا۔ اس کے فریقین سے دوستانہ تعلقات تھے۔ اس نے جا کر ابو جہل کو حمزہ کے غیض و غضب اور بہادری سے ڈرایا اور اس طرف حمزہ کے قریب آیا اور عرض کی: دیکھئے! قریش آج تین سو آدمیوں پر مشتمل ہیں جب کہ آپ کے لشکر کی تعداد

صرف تیں ہے لہذا آپ کا اور ان کا جوڑ نہیں ایسی صورت میں جنگ لڑنا ہرگز مناسب نہیں۔
 اس نے فریقین سے مذاکرات کا سلسلہ جاری رکھا۔ ابو مرثد بولا: میں مسلمانوں کے علم
 کو غنیمت کے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔ حمزہ نے فرمایا: خاموش رہو۔ ایسے موقع پر جب کہ ہماری
 تعداد دشمن سے بہت کم ہے، صحیح و سلامت واپسی ہی بڑی غنیمت ہے۔ یہ کہا اور واپس لوٹ آئے۔
 پس ابو جہل اپنے کارواں کے ساتھ مکہ کے لئے روانہ ہوا۔ اور حمزہ اپنے آدمیوں کے ساتھ مدینہ
 کی طرف چل پڑے۔ آپ نے واپس جا کر سارا ماجرا رسول خدا کو کہہ سنایا۔ رسول خدا نے اس خیر خواہی
 پر محمد کو داد و تحسین ارسال فرمائی۔

سریہ ابو عبیدہ:

اور اس کے بعد سریہ ابو عبیدہ بن الحارث پیش آیا اور وہ اس طرح کہ چونکہ ابو جہل کی
 حضرت حمزہ سے صلح و صفائی ہوئی اور وہ بحفاظت مکہ پہنچ گیا تو اس نے قریش مکہ کو جمع کر کے کہا محمد
 کو جنگ و جدال کی سوجھی ہے وہ لڑائی پر اتر آیا تھا اس سے قبل کہ وہ ہمیں آ لے ہم اسکا کام تمام
 کر دیں۔ لوگوں نے اس کی تدبیر کی داد دی پس اس نے دو سو آدمیوں کا لشکر تیار کیا، اپنے بیٹے
 عکرمہ کو اس کی سربراہی سونپی اور روانہ کر دیا تا کہ وہ مدینہ پر حملہ آور ہوں اور پیغمبر کو جتنا نقصان
 پہنچا سکیں پہنچائیں۔ پس عکرمہ مکہ سے چل پڑا اور پیغمبر اکرم کو اطلاع ملی کہ مکہ سے قریش کا لشکر
 روانہ ہو چکا ہے قریب ہے کہ وہ مدینے پر چڑھائی کر دیں۔ رسول خدا نے ابو عبیدہ بن الحارث کو
 مہاجرین کے ساتھ جوان دے کر روانہ فرمایا۔ اور سفید علم مطح بن اثا شہ کے ہاتھ میں دے کر اسے
 علمدار بنایا۔ ایک روایت کے مطابق یہ پہلا سریہ تھا جس میں اسلام کا پہلا پرچم بلند کیا گیا۔ مختصر
 یہ کہ مسلمانوں نے قریش سے جہاد کے ارادے سے مدینہ سے کوچ کیا اور مکہ کے آدھے راستے
 تک آگئے۔ انہوں نے احیانا می کنوین کے کنارے اپنا پرچم اؤ ڈالا دوسرے دن لشکر قریش بھی وہاں
 آ گیا۔ اب دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے۔ عکرمہ بن ابو جہل جو لشکر کا کمانڈر تھا اور ایک دوسری
 روایت کے مطابق ابوسفیان نے مرکز بن الحنفص بن الاحنف کے ہمراہ لشکر کو جنگ کے لئے صف

آرا کیا۔ جب دونوں فریقین صفیں درست کر چکے تو مقداد بن عمرو اور عتبہ بن عمرو جنہوں نے اپنا اسلام چھپایا ہوا تھا اور مکہ سے لشکر قریش کے ساتھ آئے تھے، موقع غنیمت جان کر اپنے گھوڑے دوڑائے اور لشکر کفار سے جدا ہو کر لشکر اسلام سے آئے۔ جب عکرمہ نے یہ صورتحال دیکھی تو غضبناک ہو گیا اور جنگ کا حکم دیا۔ پس دونوں لشکروں نے تیر و کمان نکال کر ایک دوسرے کا نشانہ لیما شروع کر دیا۔

پہلا تیر سعد بن ابی وقاص نے قریش کی سمت پھینکا اور یہ شعر کہا:

فملا تمد رام فی عدو بسہم یا رسول اللہ قبلی

وذلك ان دینک دین حق و ذو صدق اتیت بہ وعدل

اور وہ پہلا شخص تھا جس نے مشرکین کی طرف تیر بھیجا ابھی اس نے نیام سے تلواریں نکالی تھی کہ کفار کے دل میں آیا کہ مسلمانوں نے گھات لگایا ہے اور پیچھے سے ایک بڑی فوج ان سے آئے گی اور ہماری شامت آ جائیگی، ورنہ ہمارے دوسو کے لشکر کے مقابلے میں یہ مٹھی بھر جوان نہ آتے۔ یہ بات ان کے دل میں گھر کر گئی اور اس طرح ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ جنگ سے فرار کر گئے۔ جب مسلمانوں نے ان کی یہ حالت دیکھی تو مسلمانوں نے اسے ایک عظیم فتح قرار دیا، ان کے پیچھے نہیں بھاگے اور انہیں جانے دیا یہ لشکر واپس مدینہ آنحضرت کی خدمت میں آیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا یہ سر یہ ماہ شوال میں پیش آیا۔

مختصر یہ کہ اس کے بعد ماہ ذیقعد میں سر یہ سعد بن ابی وقاص پیش آیا۔ اور وہ اس طرح کہ مدینہ میں اطلاع ملی کہ قریش کا ایک کارواں تجارت کی غرض سے سفر کرنے والا ہے۔ پس رسول خدا نے سعد بن ابی وقاص کو بیس افراد پر مشتمل پیدل دستے کے ساتھ سفید علم باندھ کر روانہ فرمایا مقداد بن الاسود ان کا عملدار تھا۔ سعد کو حکم دیا کہ سر زمین جھمکے کے قریب منزل ضرار سے آگے نہ جائے۔ وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ قریش گذشتہ دن وہاں سے گذر گئے ہیں۔

غزوہ بواط:

اس کے بعد ماہ ربیع الآخر میں غزوہ 'بواط' پیش آیا۔ وہ اس طرح کہ مدینہ میں اطلاع ملی کہ امیہ بن خلف جمحی قریش کے پانچ سوا افراد اور پچیس سو دوسرے افراد کے ہمراہ اونٹوں پر سوار جا رہے ہیں۔ پس رسول خدا نے سایب بن عثمان بن مظعون کو اور ایک روایت کے مطابق سعد بن معاذ کو خلافت سونپی اور مدینے ٹھہرایا اور سفید جھنڈا سعد بن ابی وقاص کو عطا فرما کر اسے لشکر کا علمدار بنایا اور خود اپنے دو صحابہ کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے اور قریش کے کارواں کا پیچھا کرنے کے ارادے سے ارض بواط تک کا سفر طے کیا۔ لیکن انہیں دشمن کا کہیں سراغ نہ مل سکا۔ کیونکہ امیہ اپنے لوگوں کے ساتھ وہاں سے گزر چکا تھا۔ اس طرح لامحالہ وہاں سے مدینہ واپس لوٹ چلے۔

غزوہ ذوالعشیرہ:

اور اس کے بعد ماہ جمادی الاول میں غزوہ ذوالعشیرہ پیش آیا۔ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ایک گاؤں ہے۔ یہ اس طرح واقع ہوا کہ رسول خدا نے سنا کہ ابوسفیان قریش کی ایک جماعت کے ساتھ تجارت کی غرض سے شام کا ارادہ رکھتا ہے پس آپ نے ابوسلمہ بن عبدالاسد المخزومی کو اپنا نائب مقرر کر کے مدینے میں چھوڑا اور خود ڈیڑھ سویا دو سو جوانوں کے ہمراہ مدینہ سے کوچ فرمایا آپ نے علم حمزہ بن عبدالمطلب کے سپرد کیا۔ آپ کے ساتھ تیس اونٹ تھے۔ اس طرح آپ فاصلے طے کرتے ہوئے ذوالعشیرہ کی سرزمین تک پہنچے اور وہاں چند دنوں کے لئے پڑاؤ ڈالا۔ پھر آپ کو معلوم ہوا کہ قریش اس سرزمین سے گزر چکے ہیں۔ اب وہاں سے دائیں طرف چلے گئے چونکہ انہیں قریش وہاں بھی نہ ملے لہذا وہ وہاں سے سقیاء الخلل کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں ایک بڑے درخت جس کا نام ذات الساق تھا اس کے سائے میں ڈیرے ڈال دیئے اور نماز پڑھی پھر وہاں سے دیکھان جا پہنچے۔ چنانچہ وہاں اب تک مسجد اور دیگ کا نشان موجود ہے۔ الغرض مکہ وہاں سے پھر قریش کا پیچھا کیا اور سرزمین ضرغہ آگئے اور ضرغہ سے سرزمین صحیر الرماد پہنچے۔ آپ ان مقامات سے قریش کے بارے میں معلومات حاصل کر کے آگے بڑھتے گئے پس ایک کنویں کے پاس جا پہنچے جس کا نام مشیرب تھا۔ وہاں پانی پیا اور پھر صحیر واپس آگئے۔ مختصر یہ

کہ یہ لشکر تمام صحراؤں میں قریش کو ڈھونڈتا رہا لیکن وہ نہ ملے۔ لامحالہ وہاں سے واپس لوٹے اور ذات العشیر آئے اور وہاں لشکر کو ترتیب دیا۔ اس دوران بنی لخم کے اکابرین جو ذوالعشیرہ کے مقام پر سکونت پذیر تھے۔ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح صفائی کا مشورہ دیا۔

حضرت علیؑ کو ابوتراب کی کنیت عطا ہوئی :

سنی و شیعہ دونوں کی روایات شاہد ہیں کہ اس سفر میں ایک دن حضرت علیؑ عمار یا سرکے ساتھ ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے کہ آپ کے سر کے قریب سے رسولؐ گذر رہے تھے تو فرمایا: ”قم یا ابوتراب“ اے ابوتراب اٹھو۔ اور ایک روایت ہے کہ جب آپ نے آنحضرتؐ کو دیکھا تو جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا ”اجلس یا ابوتراب“ یا یہ فرمایا ”مالک یا ابوتراب“۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: اے علیؑ میں تمہیں بتانا ہوں کہ بد بخت ترین لوگ کون ہیں؟ علیؑ نے عرض کیا: فرمائیے یا رسول اللہؐ، آنحضرتؐ نے فرمایا: ایک وہ جس نے حضرت صالحؑ کے ناقہ کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور دوسرا وہ جو تمہارے چہرے اور داڑھی کو خون سے رنگین کر دے گا۔ یہ کہا اور اپنے ہاتھ مبارک علیؑ کے سر اور چہرے پر پھیرے اور آپ کی پیشانی سے گرد جھاڑی۔ قصہ مختصر اس سفر کے دوران علیؑ نے ابوتراب کا لقب پایا اور اس کے بعد پیغمبرؐ بینا آئے۔

پہلا غزوہ بدر:

اور ماہ جمادی الاخر میں غزوہ بدر الاولیٰ کہ جسے بدر الصغیر بھی کہا جاتا ہے پیش آیا۔ اس طرح کہ پیغمبرؐ کو اطلاع ملی کہ زین الجبارہ امیر الہمدانی مکہ سے ایک گروہ کے ہمراہ نکلا اور مدینہ سے تین منزل کے فاصلے پر آیا اور آنحضرتؐ کے اونٹوں اور دوسرے لوگوں کے حیوانات کو چراگا ہوں سے زبردستی مکہ لے گیا ہے۔ رسولؐ نے جنگ کے علم کو علیؑ کے سپرد کیا اور خود مہاجرین کی ایک جماعت کو لے کر عازم سفر ہو چلے۔ آپ بدر کے نواح میں سفوان کی منزل پر اتر گئے۔ یہاں پانی کا ایک کنواں بھی تھا۔ آپ نے وہاں تین دن قیام فرمایا۔ آپ نے ہر طرف سے مشرکین کے

بارے میں معلومات کیسے لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ لامحالہ واپس مدینہ کی راہ لی۔ یہ ماہ جمادی الثانی تھا۔

سریہ عبداللہ بن جحش

ماہ رجب میں سریہ عبداللہ بن جحش بن رباب اسدی پیش آیا۔ یہ عبداللہ آپؐ کی پھوپھی کا بیٹا تھا۔

الغرضیکہ پیغمبرؐ نے ماہ رجب کی ایک رات کو، نماز عشاء کے بعد عبداللہ بن جحش کو طلب فرمایا۔ اور حکم دیا کہ صبح میرے پاس آنا مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے۔ پس وہ صبح سویرے ابی بن کعب کے ہمراہ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پیغمبرؐ نے سعد بن ابی وقاص الزہری اور عکاظہ بن حُصّ بن جرثان اسدی اور عتبہ بن غزوٰن بن جابر السلمی، ابوحنیفہ بن عتبہ بن ربیعہ ابن عبدالشمس بن عبدمناف، سہیل بن بیضا الحارثی، عامر بن ربیعہ الرائلی، واقد بن عبدالہ المیر بوعی، خالد بن بکیر لیبی اور کچھ دوسرے افراد یعنی کل بارہ افراد کے ہمراہ عبداللہ کے ہمراہ کاب فرمائے۔ پھر ابی بن کعب کو حکم دیا کہ ایک خط لکھے۔ آپؐ نے اس خط میں مہر لگائی اور عبداللہ کو دے کر فرمایا۔ مکہ کی طرف کوچ کرنے کے تین دن بعد اس خط کو کھول کر اس پر عمل کرو اور یہ جو تمہارے ساتھ ہیں اگر تمہاری اطاعت نہ کریں تو انہیں تکلیف مت دینا۔ پس عبداللہ مدینہ سے چل پڑا جب تین دن گزر گئے تو خط کھولا۔ اس میں لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اللہ کا نام لے کر سفر جاری رکھو۔ جب بطن نخلہ کے مقام پر پہنچو تو وہاں قریش کے کاروان کا انتظار کرو۔ شاید آپ کو کاروان کے بارے میں کوئی اطلاع ملے۔ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو زبردستی آگے نہ لے جاؤ بلکہ جو واپس جانا چاہے اسے واپس کر دو۔ عبداللہ نے جب اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ خط پڑھا تو سب نے یک زبان ہو کر کہا: ہمیں خدا اور رسولؐ کا فرمان اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے اور آپؐ سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے۔ یہ کہہ کر عزم بالجزم کیا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ اس دوران سعد بن وقاص اور عتبہ بن غزوٰن کا اونٹ جس پر سامان لدا ہوا تھا گم ہو گیا۔ انہوں نے عبداللہ سے اجازت لی اور اونٹ تلاش کرنے کے لئے چل پڑے اور دوسرے عبداللہ کے ساتھ مسافت

طے کر کے لطن محلہ کے مقام پر آگئے اور ایک دو دن آرام کیا۔

اسی اثناء میں قریش کا کارواں، جنہوں نے طایف سے واپس آنا تھا آگئے۔ اُن کے پاس ساز و سامان بھی تھا۔ اس قافلے میں عمرو بن لُحزومی، حکم بن کیان، عثمان بن عبداللہ بن المعیرہ اور اس کا بھائی نوفل بن عبداللہ لُحزومی تھے۔ جب انہوں نے اصحاب رسولؐ کو دیکھا تو ڈر گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ یہاں سے جلدی کوچ کر جاؤ مبادا یہ لوگ ہم سے کیندو عداوت پر اتر آئیں۔ عکاشہ بن مھسن اسدی نے لشکر اسلام سے کفار کو دھوکہ دینے کے لئے سر موڑھوا لیا تا کہ وہ یہ سمجھیں کہ یہ لوگ عمرہ کی غرض سے مکہ جا رہے ہیں۔ پس وہی ہوا کہ کفار نے خیال کیا کہ یہ لوگ حج کے ارادے سے مکہ جا رہے ہیں لہذا انہوں نے آرام سے اپنے اونٹوں کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور کھانے کی دیکھیں چڑھا دیں۔

لیکن مسلمانوں کو یہ بھی شک تھا کہ اس دن رجب کی آخری تاریخ یا پہلی شعبان ہے کیونکہ عربوں میں ماہ رجب میں قتل حرام تھا۔ خیر انہوں نے اس قانون کی پروا نہ کی اور کفار پر حملہ آور ہو گئے۔ ان میں سے واحد بن عبداللہ تمیمی خوب بہادری سے لڑے اور عمرو بن لُحزومی جو اکابر قریش سے تھا کو حملہ کر کے قتل کر ڈالا۔ اور ان کے ساتھیوں نے حملہ کر کے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیان کو گرفتار کر لیا۔ جب نوفل نے یہ دیکھا تو سارا ساز و سامان چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ اور اس طرح مسلمان کسی رکاوٹ کے بغیر غنایم اور قیدی لے کر مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ لیکن جب یہ خبر مکہ پہنچی کہ مسلمانوں نے کفار قریش سے لڑائی کی، عمرو کو قتل کر ڈالا اور اموال لوٹ لیا تو انہوں نے بہت برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ محمدؐ نے حرام کو حلال کر دیا اور ماہ حرام میں قتل عام کو جائز قرار دے دیا۔ اس کے نتیجے میں مکہ میں مقیم مسلمان بہت شرمندہ ہوئے اور یہودیوں نے اس قتال کو مسلمانوں کے لئے برا شگون قرار دیا اور کہا! اب محمدؐ اور قریش کے درمیان جنگ کی آگ کبھی ٹھنڈی نہ ہوگی۔ وہ ان الفاظ سے برا قال نکالتے اور کہتے تھے۔ ”و اقد عمرو و حضر میرا کشت“ یہی ”و داگ جلانے کے معنوں میں آیا ہے۔ پس ”قدت العرب“ وہ لفظ عمرو سے جنگ پر دلالت

کرنے کے معنوں میں لیتے اور کہتے تھے: عمرت الحرب اور لفظ حضرمی سے حضرت الحرب لاتے تھے۔ وہ اس طرح کی فضولیات بکتے اور خوش ہوتے تھے۔

المختصر یہ کہ جب عبداللہ جحش مدینے کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے مال غنیمت سے پیغمبرؐ کے لئے خمس علیحدہ کر لیا ابھی تک آیت خمس نہیں نازل ہوئی تھی اور جو کچھ باقی بچا سے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کیا۔ یہ پہلا مال غنیمت تھا جو مسلمانوں میں تقسیم ہوا اور پہلا خمس تھا جو جدا کیا گیا۔

غنائم کی تقسیم کے بعد وہ مدینہ میں داخل ہوئے اور سارا ماجرا رسولؐ کی خدمت میں بیان کر دیا۔ اب آنحضرتؐ کو مشرکین کے طعنے اور یہودیوں کے براقال نکالنے کی اطلاع بھی مل چکی تھی۔ پس آپؐ نے عبداللہ سے فرمایا: میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ حرام ماہ میں لڑائی مت کریں۔ یہ فرمایا اور حکم دیا کہ کوئی ان غنائم کو ہاتھ نہ لگائے اور قیدی فی الحال قید میں رہیں جب تک حکم خدا نہ آجائے۔ اس وقت اصحاب سر یہ اپنے کئے پر نام ہوئے وہ چند دن بہت پریشان رہے کہ مبادا ان پر کوئی غضب نازل ہو۔ اسی اثنا میں یہ آیت نازل ہوئی۔

”يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمِ فَقُلْ فِيهِ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدُّ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَحْرَامِ وَالْأَنْبِيَاءِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ“ (قرآن کریم ۲-۲۱۴)

یعنی آپ سے ماہ حرام اور اس میں قتال کے بارے سوال کرتے ہیں۔ کہو اگرچہ ماہ حرام میں جنگ سخت بری بات ہے اور انسان کو راہ خدا سے دور لے جاتی اور کفر ہے۔ لیکن لوگوں کو مسجد حرام سے نکالنا خدا کے نزدیک اس سے بھی بری بات اور قتل سے بھی زیادہ بڑا افتدہ ہے۔

نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت جس میں خدا فرماتا ہے:

”مَنْ قَاتَلْنَا كُنْهِ خَيْرٌ وَجَدْتُمْوَهُمْ“ (قرآن کریم ۹-۵)

منسوخ ہوگئی۔ الغرضیکہ عبداللہ بن جحش اور اصحاب سر یہ غم سے رہا اور خوش و خرم

ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق یہ اشعار عبداللہ بن جحش کے ہیں:

بعدون قتلانی الحرام عظیمۃ
و اعظم منہ لویری الرشدر اشد
صدودکم عما یقول محمد
وکفر بہ واللہ راہ شاهد
واخر اجکم من مسجد اللہ اھلہ
لکلا یری اللہ فی البیت ساجد
شمینا من ابن الحضرمی رماحتنا
مخالۃ لما وقد الحرب واقد
رما و ابن عبد اللہ عثمان بنینا
یناز غل من القدر عاند

اس وقت رسول خدا نے اس مال کا خمس قبول کیا اور جو کچھ بچا تھا جس طرح عبداللہ نے تقسیم کیا تھا، تقسیم ہوا۔ ایک روایت کہتی ہے یہ اموال وقف کر کے تقسیم کیا گیا۔

المختصر یہ کہ اس طرف سے مکہ والوں نے مشورہ دیا کہ حکم بن کیسان اور عبداللہ جو مدینہ میں قید ہیں، کورہا کر دیا جائے انہوں نے ان کا جذبہ بھی ادا کیا۔ جب ان کا بھیجا ہوا شخص مدینہ آیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا تو رسول خدا نے فرمایا: اب کچھ روز ہمارے پاس ٹھہریں تاکہ سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوہ ان جو اونٹ کی تلاش میں گئے تھے، کی اطلاع ملے۔ اگر وہ صحیح سلامت واپس آجائیں تو ہم آپ کے قیدیوں کو رہا کر دیں گے وگرنہ قصاص لیں گے۔ وہ چونکہ چند دنوں کے بعد صحیح سلامت واپس آ گئے۔ رسول خدا نے حکم اور عثمان کو اپنے پاس بلایا اور ہر دو کو اسلام کی دعوت دی۔ حکم بن کیسان اسلام لائے اور یہاں ہی رہ گئے یہاں تک کہ غزوہ بدر معونہ میں شہید ہوئے جبکہ عثمان نے فدیہ دیا، مکہ چلا گیا اور آخر کار کافر مرا۔

غزوہ بدر کبریٰ

اور اسی دوسرے سال ہجرت غزوہ بدر کبریٰ پیش آیا جسے بدر قتال بھی کہا جاتا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے جب رسول خدا نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو ابو جہل نے آپ کو مندرجہ ذیل پیغام بھیجا: ”قال یا محمد.....“

اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے کہا اے محمد! یہ ان باطل خیالات کی وجہ سے جنہوں

نے آپ کے دماغ میں گھر کر لیا ہے سر زمین مکہ آپ پر ٹھک ہوئی اور آپ کو مجبوراً مدینہ جانا پڑا اور یہ خوبی آپ سے اس وقت تک دور نہ ہوگی جب تک آپ کو ہلاک نہ کر دے۔ اور قریش کو بڑھکا کر آپ کا ساتھی و مددگار نہ بنالے تاکہ آپ کے نقصان کا ازالہ کریں۔ اور یہ گروہ جو آپ کی مدد کر رہا ہے آپ پر عاشق نہیں بلکہ آپ کی مدد کرنے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ انہیں دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں ان پر قہر نہ آجائے اور دشمن کا لشکر ان پر غالب نہ آجائے۔ انہیں دوست، دشمن اور خادم اور غدار کا کچھ پتہ نہیں میں آپ سے معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو اس امر کے نقصان سے خبردار کرنا اور اس عمل کی برائی کھول کر بیان کرنا ہوں۔ اب آپ کی مرضی ہے جو چاہیں سو کریں۔

جب یہ پیغام پہنچا تو رسول خدا نے قاصد سے کہا تم نے اپنی ڈیوٹی انجام دے دی ہے۔ اب اس کا جواب لیکر جاؤ۔

”إِنَّ أَبَا جَهْلٍ بِالْمَكْرَهُ وَالْعَطْبِ يَهْدُونِي، وَرَبِّ الْعَالَمِينَ بِالنَّصْرِ وَالظَّفْرِ يَعْدُونِي وَخَبَرَ اللَّهُ صَدَقَ وَالْقَبُولِ مِنَ اللَّهِ أَحَقُّ لَنْ يَهْرَ مُحَمَّدٌ أَمْنَ خَذَلَهُ أَوْ غَضِبَ عَلَيْهِ بَعْدَ أَنْ مَضَى اللَّهُ وَتَنَفَّضَ بَعْدَهُ كَرَمَهُ عَلَيْهِ۔ قُلْ لَهْ يَا أَجْهَلُ! أَنْكَ رَا سَلْتَنِي بِمَا لَقَاهُ فِي خَا طَرِكِ الشَّيْطَانِ وَأَنَا أُجِيبُكَ بِمَا لَقَاهُ فِي خَا طَرِي الرَّحْمَنِ۔ اِنْ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كَايْنَةُ اِنْ تَسَعَهُ وَعَشْرِينَ يَوْمًا وَ اِنْ اَللَّهُ سَلَّتْكَ فِيهَا بِاَضْعَفِ اَصْحَابِي وَتَلَقَى اَنْتَ وَعْتَبَةُ وَشَيْبَةَ وَ اَلْوَلِيدَ وَفُلَانَ فِي قَلْبِ بَدْرٍ مُتَقَلِّبِينَ۔ اَقْتُلْ مِنْكُمْ سَبْعِينَ وَ اَنْتُمْ مِنْكُمْ سَبْعِينَ۔ جَمَلُكُمْ عَلَي الْقَدَاءِ اَثْقِيلٌ“

فرماتے ہیں ابو جہل مجھے موت سے ڈراتا ہے جبکہ خداوند تعالیٰ نصرت کا وعدہ فرماتا ہے پس میرے لئے خداوند تعالیٰ کے وعدے پر بھروسہ کرنا ہی بہتر ہے نہ کہ ابو جہل کی جھوٹی باتوں پر اعتبار کرنا۔ ابو جہل سے کہو کہ جو کچھ تم نے مجھے پہنچایا ہے وہ شیطان کی تلقین تھی۔ بعد میں جو کچھ کہتا ہوں رحمان کا حکم ہے۔ ٹھیک، انتیس دن بعد ہمارے درمیان موجود آتش جنگ علاقے کو اپنی پیٹ میں لے لے گی اور تم کمزور تر لوگوں کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ اسی طرح عتبہ و شیبہ اور اس طرح ولید بن عتبہ سے لیکر ستر افراد تک شمار کئے کہ یہ سب قتل ہو جائیں گے۔ اور انہیں بدر

کے کنویں میں دفن کر دیا جائے گا۔ اور اس کے علاوہ آپ کے ستر افراد قید ہوں گے اور ان کی رہائی کے لئے آپ کو ایک بڑی رقم فدیہ کے طور پر ادا کرنا پڑے گی۔

پھر اس وقت وہاں موجود مومن، مشرک اور یہود کو مخاطب کر کے فرمایا: کیا آپ قریش کے مقتل کو دیکھنا چاہتے ہیں؟ کہا: اگر دکھادیں تو اچھا ہے۔ فرمایا: بدر کی طرف کوچ کی تیاری کرو تاکہ تمہیں قریش کے زمین پر گرنے کے مقامات کو ایسے روشن کروں کہ ذرا بھر بھی کم و بیش نہ ہو۔

پہلے علی نے فرمایا: ٹھیک ہے، بسم اللہ، جبکہ دوسروں نے کہا: یہاں سے بدر کا فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ لہذا ہم سواریوں کے بغیر جانے سے تو رہے۔ اور اس سلسلے میں ہمیں کھانے پینے کا سامان اور گھاس وغیرہ کی بھی ضرورت پڑے گی۔ یہودیوں نے کہا: ہم اپنے گھر میں ہی اچھے ہیں اور ہمیں ایسے مشاہدے کی ضرورت نہیں۔ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: اس سلسلے میں کوئی پریشانی نہیں اٹھانا پڑے گی۔ آپ ایک قدم اٹھائیں گے تو دوسرا قدم بدر میں ہوگا۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ آپ کے لئے زمین کی طنائیں کھینچ لے گا۔ اس وقت مومنین نے سچے دل اور مشرکین نے امتحان کی خاطر اپنے پاؤں اٹھائے تو اپنے آپ کو بدر میں پایا۔ اب وہ سخت حیران ہوئے۔ پھر فرمایا: کنویں سے لے کر زراعت والی زمین تک پیمائش کرو اور ہر مقام پر فرمایا ”ہذا مصرع ابو جہل و ہذا مصرع فلان“ یہاں تک کہ مشرکین کے ستر افراد کا نام لیا کہ وہ کہاں خاک و خون میں نہائیں گے اور ان کا قاتل کون ہوگا؟

پھر فرمایا: جو کچھ کہا ہے جان لیا ہے۔ عرض کیا: جی ہاں، بالکل۔

فرمایا: ان کلمات کو لکھ کر اپنے پاس رکھ لو جب تک وہ گھڑی نہیں آ پہنچتی۔ اس وقت آپ کو سمجھ آئے گی کہ میں نے کیا کہا تھا؟ عرض کیا: ہمارے پاس نہ تو قلم ہے اور نہ کاغذ: یہ دیکھو ملائکہ لکھ رہے ہیں۔

”قال: یا ملائکہ ربی! اکتبوا ما سمعتم من ہذہ القصۃ فی اکتاف و اجعلوا فی کم کل واحد منہم کتفا من ذلک“

یعنی اے میرے پروردگار کے ملائکہ! جو کچھ آپ نے سنا ہے اسے لکھ کر ان کی آستینوں اور کندھوں میں رکھ دو۔ پھر اس گروہ سے فرمایا: آپ اپنی آستینوں اور کندھوں میں تلاش کریں۔ پس جس کسی نے ہاتھ ڈالا تو ایک رقع لکھا ہوا پایا جس میں ساری صورت حال رقم تھی اور مزید فرمایا:

”ثم قال: ان ذلک لحق کائن بعد ثمانیۃ و عشرين یوماً من الیوم فی الیوم التاسع والعشرين وعدا من اللہ مفعولاً وقضاً جتماً لازماً“

پس لوگ دن گننے میں لگ گئے یہاں تک کہ اٹھائیس دن بیت گئے اور انیسویں دن جنگ بدر پیش آئی۔ اب سب نے اس منظر کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ وجہ یہ تھی کہ چونکہ غزوہ ذوالعشیرہ میں رسول خدا نے قریش کے کارواں کو نہ پایا تھا لہذا جبرائیلؑ نے وعدہ کیا تھا کہ ان کا تصادم آپ سے ضرور ہوگا۔

پس اُس وقت جب ابوسفیان دوسرے چالیس اکابرین کے ہمراہ شام سے مکہ واپس ہو رہا تھا تو مدینہ میں اس کی اطلاع ملی۔ رسول خدا نے طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو حالات معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا۔ یہ لوگ جب مدینہ سے باہر نکلے تو راستہ بھول گئے اور اپنی منزل تک نہ پہنچ سکے۔ پس احمد بن عاصم الجہنی و عدی بن عمر اور ایک روایت کے مطابق بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغبہ کو مامور کیا اور یہ لوگ خبار کی سر زمین پر گئے اور ایک شخص کے گھر میں داخل ہوئے جس کا نام کھد جہنی تھا، داخل ہوئے اور کھد نے ان دونوں کو چھپا کر اپنے گھر میں پناہ دی۔ کارواں کے آنے سے ایک رات قبل احمد اور عدی نے سنا کہ دو عورتیں آپس میں گفتگو کر رہی تھیں ایک کہہ رہی تھی: وہ رقم جو مجھ سے تم نے قرض لی تھی، واپس کرو۔ دوسری نے جواب میں کہا: ٹھہرو، قریش کے کارواں کو آنے دو۔ میں نے ان کے ہاتھ اپنا سامان فروخت کر کے تمہارا قرض اتار دوں گی۔ اس نے کارواں کی آمد کے بارے پوچھا: کہا ”انما العیر عذأوبعد غد قد نزلت“ یعنی کارواں کل یا پرسوں آئے گا۔ جب احمد و عدی نے یہ باتیں سنیں تو مدینہ کی راہ

لی۔ ان کے ساتھ کھد جہینی بھی آیا تا کہ خطرناک مقام تک ان کی راہنمائی کرے۔ لیکن اس طرف سے جب ابوسفیان دوسرے دن بدر پہنچا تو اس نے مجدی بن عمرو جہینی کو دیکھا کہ وہاں موجود ہے۔ عربوں کے ہاں رسم و رواج تھا کہ جب کارواں کی خبر ملتی تو گھاس و خوراک وغیرہ لے کر وہاں پہنچ جاتے اور اس طرح اسے بچ کر خوب کمائی کرتے۔ پس ابوسفیان نے مجدی سے پوچھا: کیا تمہیں محمدؐ کے جاسوسوں اور مدینہ کے ڈاکوؤں کے بارے میں علم ہے؟ کہا: میں نے وہ نہیں دیکھے لیکن دو اونٹ سوار دیکھے تھے۔ جو یہاں آئے، پانی کی مشکلیں بھریں اور چلتے بنے۔ ابوسفیان تھا کہ ماندہ تھا وہیں بیٹھ گیا اور اونٹوں کے کوبر کو غور سے دیکھنے لگا۔ اس نے ایک کو تو ڈر کر دیکھا تو اس میں کھجور گٹھلی پائی۔ اس نے قسم اٹھائی کہ ان اونٹوں نے شرب کی گھاس کھائی ہے۔ ہونہ ہو محمدؐ کے جاسوس یہاں ٹھہرے ہیں اور بعید نہیں کہ ان کا لشکر یہیں چھپا ہوا ہو۔ یہ کہہ کر وہاں سے شام کے راستے پر چل پڑا، جب سرزمین نقرہ پہنچا تو اس نے مصمّم بن عمرو خزاعی کو اپنے پاس بلایا، اسے ایک تیز رفتار اونٹ اور دس دینار زر سرخ دے کر ہدایت کی کہ وہاں سے مکہ تک چھ دن کی مسافت کو تین دن میں طے کرے اور قریش مکہ کو کہیں کہ اپنے اموال کی حفاظت کی خاطر کارواں قریش سے آملیں اور اس کے علاوہ وہ مسلمانوں کی حرکات و سکنات پر نظر رکھے اور ان سے قریش مکہ کو مطلع کرے۔

اسی اثناء میں اتفاق سے عمرو بن عاص کارواں لیکر ساحل کے کنارے کنارے چلتے ہوئے جدہ آ پہنچا اور وہاں سے تین دن کا فاصلہ طے کر کے مکہ وارد ہو چکا تھا۔ چنانچہ نہ تو اس کو پیغمبرؐ کی اور نہ ہی قریش کو اس کی اطلاع تھی۔ جس وقت وہ مکہ پہنچا تو قریش کا لشکر باہر جا چکا تھا۔ چنانچہ اس کا ذکر ابھی آئے گا۔ لیکن اس طرف سے چونکہ احمد اور عدی کو نکلے ہوئے دس دن ہو چلے تھے۔ لہذا آپ نے عمرو بن ام مکتوم کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر کر کے، پیر کے دن ماہ رمضان کی تیسری تاریخ کو، قیس بن صعصعہ کو بیدل فوج کا کمانڈر مقرر کر کے مدینہ سے ایک میل کی مسافت طے کر کے ابو عبہ کے کنویں کے پاس خیمے گاڑ لئے۔ یاد رہے کہ ابی صعصعہ کا نام عمرو بن یزید بن

عوف بن مبذول ہے۔ آپ نے یہاں کم سن بچوں جن میں عبداللہ بن عمرو، اسامہ بن زید، رافع بن خدیج، اسید بن ظہیر، عمیر بن ابی وقاص، براء بن عازب، زید بن ارقم اور زید بن ثابت کو مدینہ واپس جانے کے لئے کہا، ان میں سے عمیر بن ابی وقاص رہ گئے کیونکہ انہوں نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص سے ٹھہرنے کی سفارش کروائی جو ان کے حق میں قبول کر لی گئی۔ اس وقت عبداللہ بن عمرو بن حزام انصاری نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس جنگ میں فاتح آپ ہوں گے۔ کیونکہ جب ہمیں کوہ حیکہ (مدینے کے قریب ایک پہاڑ) کے قریب جنگ درپیش ہوئی تو ہم نے ان کم عمر نوجوانوں کو اکٹھا کر کے ایک لشکر ترتیب دیا تو وہ ان پر غالب آ گئے اور اس طرح ہمیں بہت سا مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔

جب پیغمبر بیوت سقیہ میں اترے تو اصحاب سے فرمایا: کنویں سے پانی لائیں پہلے آپ نے خود پیا اور نماز ادا کی اور مدینہ کے لوگوں کے لئے دعائے خیر فرمائی اور کہا:

”اللھم ان ابراہیم عبدک و خلیلک و نبیک دعاک لاهل مکة و انی محمد عبدک و نبیک
ادعواک لاهل المدینة: ان تبارک لھم فی صاعھم و مدھم و شمارھم۔ اللھم جب الینا المدینة و اجعل ما
بہا من الوباء یقتم اللھم انی حرمت ما بین لابیہا کما حرمت ابراہیم خلیلک مکة“

آپ نے مدینہ سے باہر نکلتے ہی فرمایا: اصحاب اپنا روزہ کھول دیں لیکن بعض نے آپ کی اطاعت میں پس و پیش کیا تو دوسرے دن پھر منادی کروائی کہ: یا معشر العصاق انی مضطر فافطروا، یعنی اے میرے نافرمانو! میں نے روزہ افطار کر لیا ہے لہذا تم بھی افطار کر لو۔ پس انہوں نے اس تاکید پر افطار کیا۔ اس لئے شیعہ علماء کہتے ہیں کہ صحابہ رسول خدا کے زمانے میں نافرمانی کرتے تھے۔ لہذا بعید نہیں کہ وہ آنحضرت کے بعد گناہ کرتے رہے ہوں۔

بدری لشکر کے نام:

قصہ یہ کہ رسول خدا نے قیس بن ابی صعصعہ سے جا ملنے کے لئے لشکر تیرتیب دیا۔ کہا جاتا ہے جو کوئی بدری صحابہ کے ناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے خدا کو یاد کرے اور اس دوران خدا سے جو

سوال کرے گا پورا ہوگا۔ مزید یہ کہ میں نے اس کتاب ”ناسخ التواریخ“ کو اس انداز میں رقم کیا ہے کہ اس کے قاری کو کسی دوسری کتاب سے رجوع کی حاجت نہ رہے۔

الغرض یہ کہ بدری صحابہ جو جنگ میں موجود تھے اور چند وہ افراد جو غائب تھے لیکن انہوں نے بھی لڑنے والوں کی مانند مال غنیمت سے حصہ لیا۔ رسولخداؐ کو ملا کر کل تعداد ۳۱۴ تھی۔ مہاجرین کے گروہ سے ۱۸۳ افراد، قبیلہ اوس سے ۱۶۱ افراد اور خزرج قبیلہ سے ۱۷۰ افراد، اب مزید ان کی تشریح کرتے ہیں۔

مہاجرین قریش سے بنی ہاشم، بنی مطلب بن عبدمناف، کل بارہ افراد: پہلے رسولخداؐ دوسرے علیٰ ابن ابیطالب، تیسرے حمزہ بن عبدالمطلب، چوتھے زید بن حارثہ بن شریک الکلبی، پانچویں امّہ الحُشبّی، رسولخداؐ کے غلام، چھٹے ابو کثّابہ الفارسی، رسولخداؐ کے غلام، ساتویں ابو مرشد کنانہ بن حصین، آٹھویں مرشد بن ابی مرشد، حمزہ کے ساتھی، نہویں عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب، دسویں عبیدہ کے بھائی طفیل بن الحارث، گیارہویں ان کے دوسرے بھائی حصین بن الحارث، بارہویں مسطح، ہوعوف بن اثابہ بن عباد بن عبدالمطلب اور سلویٰ بن عبد شمس سے تھے، پہلے عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ، دوسرے ابو حذیفہ بن ربیعہ بن عبد شمس، ابو حذیفہ کا نام ہشتم تھا۔

تیسرے ابو حذیفہ کے غلام سالم اور سالم کی والدہ ثنیہ، یعار بن زید بن سبیہ کی بیٹی تھیں اور بعض کا خیال ہے کہ ابی العاص بن امیہ کے غلام صبیح بھی بدر کی طرف گئے تھے لیکن راستے میں بیمار پڑ گئے تو انہیں ابو سلمہ بن عبد الاسد اپنے اونٹ پر سوار کر کے بدر لائے۔ چوتھے بنی عبد شمس کے خلفاء سے تھے جن کا نام عبد اللہ بن جحش بن رباب الاسدی ہے۔ پانچویں عکاشہ بن حُصین بن حنّان اسد، چھٹے شجاع بن وہب اسدی، ساتویں ان کے بھائی عقبہ بن وہب آٹھویں یزید بن رقیش بن رباب الاسدی، نہویں عکاشہ کے بھائی ابوسنان، دسویں ان کے بیٹے سنان بن ابی سنان گیارہویں محرز بن فضالہ الاسدی، بارہویں ربیعہ بن اسلم الاسدی، تیرہویں بنی کبیر بن غنم کے

خلفاء سے تھے۔ جن کا نام شہف بن عمرو، چودھویں ان کے بھائی مالک بن عمرو، پندرہویں ان کے دوسرے بھائی مدح بن عمرو اور ان کا تعلق آل بنی سلیم سے تھا، سولہویں ان کے ساتھی ابو عیسیٰ الطائی جن کا نام ابو عیسیٰ سوید بن عیسیٰ ہے۔

اور بنی نوفل بن عبد مناف سے دو افراد تھے۔ پہلے عتبہ بن غزوہ ان دوسرے ان کے غلام

خیاب۔

اور بنی اسد بن عبد العزیٰ بن قصی کے تین افراد تھے، زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد دوسرے حاط بن ابی بلتعہ لخمی، ابی بلتعہ کا نام عمرو ہے۔ تیسرے حاطب کے غلام سعد الکلبی۔

اور بنی عبدالدار بن قصی سے دو افراد تھے: پہلے مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی، دوسرے سوہب بن سعد بن حرمہ اور بنی زہرہ بن کلاب آٹھ افراد تھے: پہلے عبدالرحمان بن عبد الحارث بن زہرہ، دوسرے سعد بن ابی وقاص اور ابی وقاص کا نام مالک بن اہیب زہری ہے۔ تیسرے ان کے بھائی عمیر بن ابی وقاص چوتھے ان کے خلفاء مقداد بن عمر بن بلتعہ، پانچویں عبداللہ بن مسعود بن حارث، چھٹے مسعود بن ربیعہ بن عمر، یہ گروہ قارہ سے تھے اور کماندار کے عہدے پر فائز تھے۔ ساتویں ذوالشمالین اور ان کا نام عمیر بن عبد عمرو ہے۔ آپ بائیس ہاتھ سے کام کرتے تھے اس لئے اسے کھلاتے تھے۔ اور ان کو ذوالشمالین کہا جاتا تھا۔ آٹھویں بنی تمیم سے جناب بن ارت تھے اور ایک روایت کے مطابق خزاعہ سے تھا۔

اور بنی تمیم بن مرہ کے گروہ سے پانچ افراد تھے۔ پہلے ابو بکر جن کا نام عبداللہ بن عثمان بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم اور لقب عقیق تھا۔ دوسرے ابو بکر کے غلام بلال بن رباح تھے۔ انہوں نے انہیں امیہ بن خلف سے خرید لیا تھا۔

تیسرے ابو بکر کے غلام عامر بن فہیرہ، چوتھے صہیب بن سنان بن النمر بن قاسط، عبداللہ بن جدعان بن عمرو، پانچویں طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم جو شام میں تھے لیکن بعد میں لوٹ کر بدر آ گئے تھے اور پیغمبرؐ نے انہیں ان کا حصہ دیا۔

بنی مخزوم بن یثقلہ بن مرثدہ کے گروہ سے پانچ افراد تھے۔ پہلے ابوسلمہ بن عبدالاسد جن کا نام عبید اللہ تھا۔ دوسرے شماس بن عثمان بن الشویبہ کہ جن کا نام بھی عثمان بن عثمان تھا۔ اپنی سخاوت اور خوبصورتی کی بنا پر یہ نام پایا۔ تیسرے ارقم بن ابی ارقم ابی ارقم کا نام عبید اللہ بن مناف ہے۔ چوتھے عمار بن یاسر عسسی قبیلہ مذحج سے تھے۔ پانچویں مصعب بن عوف بن عامر وہ جماعت خزاعہ سے ان کے ساتھی تھے۔

گروہ بن عدی بن کعب سے چودہ افراد تھے۔ پہلے عمر بن الخطاب بن نوفل بن عبدالعزی بن عبداللہ بن فرط بن رباح بن رزاح، دوسرے ان کے بھائی زید بن الخطاب، تیسرے عمر بن الخطاب کے غلام مہج، آپ یعنی تھے۔ چوتھے عمرو بن سراقہ بن المعتمر بن انس، پانچویں ان کے بھائی عبداللہ بن سراقہ، چھٹے واقد بن عبداللہ بن عبد مناف اور ان کے ساتھی یہ تھے۔ ساتویں خولی بن ابی خولی، آٹھویں مالک بن ابی خولی کے بھائی اور ان کے خلیفہ بھی تھے۔ ابی خولی کا قبیلہ بنی عجل سے تھے۔ نہویں عامر بن ربیعہ جو قبیلہ غنم بن وائل سے تھے اور بنی خطاب کے ساتھی تھے۔ دسویں، عامر بن بکیر بن عبد یلیل، گیارہویں ان کے بھائی عاقل بن بکیر، بارہویں ان کے دوسرے بھائی خالد بن بکیر، تیرہویں ان کے دوسرے بھائی ایاس بن بکیر یہ بھی خلفائے بنی عدی سے ہیں۔ چودھویں سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، یہ بھی پیغمبر کے بدر سے واپس آنے کے بعد سفر شام سے لوٹے اور مجاہدین کے زمرے میں شمار ہوئے اور مال غنیمت سے حصہ لیا۔

گروہ بنی جمح عمرو بن ہصیص بن کعب سے پانچ افراد تھے: پہلے عثمان بن مظعون بن حبیب، دوسرے ان کے فرزند سایب بن عثمان، تیسرے ان کے بھائی قدامتہ بن مظعون، چوتھے ان کے ایک اور بھائی عبداللہ بن مظعون، پانچویں معمر بن الحارث بن معمر بن حبیب بن وہب۔ اور بنی سہم گروہ سے ایک ہی شخص تھا: جنیس بن حذاقہ بن قیس۔ اور قبیلہ بنی عامر بن لوی اور بنی مالک کے گروہ سے پانچ افراد تھے۔ پہلے ابواسیرہ بن

ابو درہم بن عبد العزی، دوسرے عبد اللہ بن مخرقہ بن عبد العزی بن ابی قیس، تیسرے عبد اللہ بن سہیل ابن عمرو بن عبد شمس، چوتھے سہیل بن عمرو کے غلام عمر بن عوف، پانچویں سعد بن خولد، آپ یمنی اور ان کے ساتھی تھے۔

اور گروہ بنی حارث بن فہر سے پانچ افراد تھے۔ پہلے ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن الجراح، ابو عبیدہ کا نام عام ہے۔ دوسرے عمرو بن الحارث بن زبیر، تیسرے سہیل بن وہب بن ربیعہ، چوتھے ان کے بھائی صفوان بن وہب، پانچویں عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ۔

یہ کل ۸۳ افراد کا گروہ تھا، ابن اسحاق جس کا شمار اکابر مورخین میں ہوتا ہے۔ یہی کہتا ہے اور بعضی مورخین نے بدر میں مہاجرین کی تعداد ۸۶ افراد بتائی ہے اور ان تین افراد کا اضافہ کیا ہے۔ پہلے وہب بن ابی سرح دوسرے حاطب بن عمرو اور بنی عامر بن لوی بن غالب سے تھا۔ تیسرے غیاظ بن ابی زہیر اور وہ بنی حارث بن فہر کے گروہ سے تھے۔

اب دوبارہ قبائل انصار کی طرف واپس آتے ہیں۔ پہلے اوس کے افراد کو گنتے ہیں گروہ اوس بن حارث کے پندرہ افراد تھے۔ پہلے سعد بن معاذ بن العمان بن امرء القیس بن زید بن عبد الاشہل، دوسرے ان کے بھائی عمرو بن معاذ بن العمان، تیسرے حارث بن اوس بن معاذ بن العمان، چوتھے حارث بن انس بن رافع بن امرء القیس، پانچویں سعد بن زید بن مالک بن عبید بن کعب بن عبد الاشہل، چھٹے سلمہ بن سلامہ بن قش بن زعبہ بن زعوراء بن عبد الاشہل، ساتویں سلمہ بن ثابت بن قش، آٹھویں رافع بن کرز بن سکین بن زعوراء، نہویں حارث بن ضرمة بن عدی آپ کے ساتھی عوف بن خزرج سے تھے۔ دسویں محمد بن سلمہ بن خالد بن عدی جو بنی حارث بن الحارث کے گروہ سے تھے۔ گیارہویں سلمہ بن اسلم بن جریش بن خالد بن عدی، گروہ بنی حارث بن الحارث سے یہ دو افراد ان کے ساتھی تھے۔ بارہویں ابو الہشیم بن التہیان، تیرہویں ان کے بھائی عتبہ بن التہیان، چودھویں ایک روایت کے مطابق علیک ابن التہیان تھے۔ پندرہویں عبد اللہ بن ہبل جو بنی زعوراء سے تھے اور ایک روایت کے مطابق قبیلہ غسان سے

تھے۔

بنی ظفر کے گروہ سے جن کا نسب سواد بن کعب سے جا ملتا ہے دو افراد تھے۔ پہلے قتادہ بن العثمان بن زید بن عامر بن سواد، دوسرے عبیدہ بن اوس بن مالک بن سواد اور آپ کو مقرر کہتے تھے۔ ”لانہ قرن اربعۃ اسری یوم بدر“

اور بنی عبد بن رزاح بن کعب کے گروہ سے تین افراد تھے پہلے نصر بن الحارث ابن عبد دوسرے معتب بن عبد، تیسرے بنی بلی کے گروہ سے عبد اللہ بن طارق ان کے ساتھی تھے۔ اور گروہ حارث بن خزرج سے تین افراد تھے: پہلے مسعود بن سعد بن عامر بن عدی، ایک اور روایت کے مطابق مسعود بن عبد سعد ہیں۔ دوسرے ابو عبس بن جبیر بن عمرو تیسرے ابو مددہ بن نیا زاوران کے نام ہانی ہے جو بنی بلی سے ان کے ساتھی تھے۔

بنی عمر بن عوف بن مالک بن الادس کے گروہ اور قبیلہ بنی صنیعہ بن زید ابن مالک بن عوف سے پانچ افراد تھے۔ پہلے عاصم بن ثابت بن القیس بن ابوالاخن بن عصمہ بن مالک بن امیہ بن صنیعہ بن زید، دوسرے معتب بن قشیر بن مالک بن ملیک ابن زید بن العطاف بن صنیعہ، تیسرے ابو ملیک بن الازعر بن زید بن العطاف بن صنیعہ، چوتھے عمرو بن سعید بن الازعر، اور ایک روایت کے مطابق انہیں عمیر بن معبد کہا جاتا ہے۔ پانچویں ہبل بن حنیف بن واہب بن العکیم۔

اور بنی امیہ بن زید بن مالک کے گروہ سے نو افراد تھے۔ پہلے بشیر بن عبد المنذر بن زبیر بن امیہ، دوسرے روانہ بن عبد المنذر بن زبیر، تیسرے سعد بن عبید بن العثمان بن قیس، چوتھے عویم بن ساعدہ، پانچویں رافع بن عجدہ کہا جاتا ہے۔ کہ عجدہ آپ کی والدہ کا نام تھا۔ چھٹے عبید بن ابی عبید، ساتویں ثعلبہ بن حاطب، آٹھویں ابالباہہ بن بشیر بن عبد المنذر، نہویں حارث بن حاطب بن عمرو بن عبد۔ کہا جاتا ہے کہ ابالباہہ اور حارث رسول خدا کے ساتھ باہر نکلے اور روہا کی منزل سے ان کی واپسی کا حکم دیا، پیغمبر اکرم نے ان دونوں کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا۔

اور بنی عبید بن زید بن مالک کے گروہ سے سات افراد تھے۔ پہلے انیس بن قناده بن ربيعة بن خالد، دوسرے ان کے ساتھی جو بنی معن بن عدی بن جدرة بن عجلان بن صنيعہ اور ثابت بن اقرم بن ثعلبہ بن عدی بن العجلان، تیسرے ربعی بن رافع بن زید بن الحارثہ بن جدرة بن عجلان، چوتھے عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن الحارث بن عدی بن العجلان، پانچویں زید بن اسلم بن ثعلبہ بن عدی بن العجلان، چھٹے عاصم بن عدی بن جدرة بن العجلان، ان کو رسوخڈانے دو بار ہمدینہ بھیجا اور مجاہدین کا حصہ دیا۔

اور بنی جحججیبی بن کلثمة بن عوف کے گروہ سے دو افراد تھے۔ پہلے منذر بن محمد بن عقبہ بن ایحیہ بن الجلاح، دوسرے ان کے ساتھی بنی اہوق سے ابو عقیل بن عبداللہ بن ثعلبہ۔ گروہ بنی غنم بن اسلم بن امرء القیس بن مالک بن اوس سے پانچ افراد تھے۔ پہلے سعد بن خثیمہ بن الحارث دوسرے منذر بن قدامتہ تیسرے مالک بن قدامتہ ابن عرفجہ چوتھے حارث بن عرفجہ پانچویں غنم کے غلام تمیم اور ایک روایت کے مطابق سعد بن ابن خثیمہ کے غلام۔ بنی معاویہ بن مالک بن عوف کے گروہ سے تین افراد تھے۔ پہلے جابر بن عتیک ابن الحارث بن قیس، دوسرے مالک بن نمیلہ جو بنی مزینہ سے ان کے ساتھی تھے۔ تیسرے نعمان بن عصر بھی جو بنی گروہ سے تھے۔ ان کے ساتھی تھے۔ یہ سارے اوس قبائل کے افراد تھے جن کی کل تعداد ۱۶۱ افراد تھے۔

اب دوبارہ خزرج کے گروہ کی طرف آتے ہیں۔ بنی خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ کے چار افراد تھے۔ پہلے خارجہ بن زید بن ابی زہیر بن مالک بن امرء القیس، دوسرے سعد بن ریح بن عمرو بن عمرو بن ابی زہیر، تیسرے عبداللہ بن رواحہ بن امرء بن امرء القیس، چوتھے خلاد بن سویہ بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امرء القیس۔

بنی زید بن مالک بن ثعلبہ کے گروہ سے دو افراد تھے۔ پہلے بشیر بن سعد بن ثعلبہ دوسرے ان کے بھائی سماک بن سعد اور بنی عدی بن الکعب بن الخزرج سے تین افراد تھے۔ پہلے

سليح بن قيس بن عثية، دوسرے ان کے بھائی عباد بن قيس تيسرے عبد اللہ بن قيس اور بنی احمر بن حارث بن ثعلبة کے گروہ سے ایک شخص تھا: يزيد بن حارث ابن قيس۔

اور بنی حشم بن حارث بن خزرج و زيد بن حارث کے گروہ سے چار افراد تھے: پہلے حبیب بن سیاف بن عتبہ بن عمرو، دوسرے عبد اللہ بن زيد بن ثعلبة، تیسرے ان کے بھائی حريث بن زيد جو تھے سفیان بن بشر اور ایک روایت کے مطابق بشير۔

بنی جدادہ بن عوف کے گروہ سے چار افراد تھے۔ پہلے تميم بن يعار بن عدی، دوسرے عبد اللہ بن عمير جو بنی

حارث سے تھے۔ اور ایک دوسری روایت کے مطابق عبد اللہ بن عمير بن عدی بن امیہ بن جدادہ۔ اور بنی الابر کے گروہ سے جنہیں بنی جدرة بھی کہا جاتا ہے، سے بنی جدرة بن عوف بن حارث بن خزرجند سے ایک شخص تھا عبد اللہ بن قيس بن عمرو بن عباد بن الابر۔

اور بنی عوف بن خزرج کے گروہ سے جو بنی عبید بن مالک بن سالم بن غنم ابن عرف بن خزرج جنہیں بنی حلی کہا جاتا ہے ان کا نسب سالم بن غنم بن عوف تک جا پہنچتا ہے اور سالم کو حلی کا نام دیتے تھے اور یہ دو افراد تھے: پہلے عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی بن مالک بن الحارث بن عبید اللہ جو ابن سلول کے نام سے مشہور تھے۔ اور یہ ابن ابی کی ماں کا نام ہے۔ اس وجہ سے کبھی عبد اللہ کو ابن سلول کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات اسے والد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یعنی عبد اللہ بن ابی۔ یہ شخص خود منافق تھا اور اس کا بیٹا جس کا نام بھی عبد اللہ تھا مومن و موحد تھا۔ دوسرے اوس بن خولی بن عبد اللہ بن الحارث ابن عبید تھے۔

اور بنی جزی بن عدی بن مالک کے گروہ سے چھ افراد تھے: پہلے زيد بن ودیعة ابن عمرو بن قيس بن جزی دوسرے اس کے ساتھی عقبہ بن وہب بن کلدہ۔ اور وہ بنی عبد اللہ بن غطفان سے تھے تیسرے رفاعة بن عمرو بن زيد، چوتھے ان کے ساتھی تھے عامر بن سلمہ بن عامر، جن کا تعلق یمن سے تھا۔

ابن ہشام کا قول ہے کہ ان کا نام عمرو بن سلمہ تھا وہ بلی کے گروہ اور قضاہ قبیلے سے تھے۔ پانچویں ابو تمیصہ معبد بن عباد بن قشیر، چھٹے عامر بن الکبیر، یہ بھی مذکورہ افراد کے ساتھی تھے۔ ابن ہشام کہتا ہے: ان کا نام عامر بن العکیر تھا اور انہیں عاصم بن العکیر بھی کہا جاتا ہے۔

بنی سالم بن عوف بن عمرو کے گروہ سے ایک شخص تھا: نوفل بن عبد اللہ ابن فضلہ۔

اور بنی اصرم بن فہیر بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف اور ابن اسحاق کی روایت کے مطابق یہ سالم کے فرزند ہیں اور ابن ہشام کی روایت کے مطابق سالم کے بھائی ہیں یہ دو افراد تھے: پہلے عباد بن الصامت بن قیس بن اصرم دوسرے ان کے بھائی اوس بن الصامت اور بنی وعد بن فہیر بن ثعلبہ بن غم کے گروہ سے ایک شخص تھا نعمان بن مالک بن ثعلبہ، نعمان کو قوتل کہتے تھے۔ اور بنی قریوش بن غنم بن امیہ سے ایک روایت کے مطابق غنم بن ثابت تھے یہاں قریوش سین مہملہ کے ساتھ بھی آتی ہے۔

اور بنی مرصعہ کے گروہ سے ایک شخص تھا اور مالک بن الاحتم ابن مرصعہ تھے۔

اور بنی لوی بن سالم کے گروہ سے تین افراد تھے۔ پہلے ربیع بن ایاس بن عمرو بن غنم، دوسرے ان کے بھائی ورثہ بن ایاس، تیسرے عمرو بن ایاس جو ان کے ساتھی بھی تھے۔ ان کا تعلق یمن سے تھا۔ ابن ہشام کہتا ہے ان کی والدہ کا نام غصینہ اور والد کا نام عمرو بن عمارہ ہے اور گروہ خزرج سے پانچ افراد تھے: پہلے مجد ورجن کا نام عبد اللہ بن زیاد بن عمرو بن مرمرہ ہے۔ دوسرے عباد بن الشخاش بن عمرو بن مرمرہ، تیسرے یخاف بن ثعلبہ بن خزیمہ، چوتھے عبد اللہ بن ثعلبہ بن خزیمہ، پانچویں ان کے ساتھی عتبہ بن ربیعہ بن خالد تھے۔

بنی ساعد بن کعب بن الخزرج کے گروہ سے اور بنی ثعلبہ بن الخزرج کے قبیلہ سے دو افراد تھے: پہلے ابو دجانہ جو سماک بن خزیمہ کہلاتے تھے ابن ہشام کہتا ہے سماک بن اوس بن خزیمہ، دوسرے منذر بن عمرو بن خزیمہ، ابن ہشام کہتا ہے عمرو بن خزیمہ۔

اور بنی الیید بن عامر بن عوف کے گروہ سے دو افراد تھے۔ پہلے ابو اسید مالک بن ربیعہ

دوسرے مالک بن مسعود اور وہ ابو الییدی اور ایک روایت کے مطابق مسعود بن الییدی تھے۔
 اور بنی طریف بن الخزرج بن ساعدہ کے گروہ سے پانچ افراد تھے۔ پہلے کعب بن
 ثمان بن ثعلبہ، یہ جہینہ کے رہنے والے اور ان کے ساتھی تھے۔ ابن ہشام کے بقول کعب بن جہاز
 اور وہ غوشان سے تھے۔ دوسرے حمزہ تیسرے زیاد، چوتھے بسلس اور وہ بنی عمرو ہیں۔ ابن ہشام
 کہتے ہیں: ضمیرہ اور بشر کے بہت سے فرزند ہیں چوتھے عبداللہ بن عامر جن کا تعلق قبیلہ بلی سے
 ہے۔

اور گروہ بنی جشم الخزرج اور بنی سلمہ بن سعد سے بارہ افراد تھے۔ پہلے خراش بن
 الصمت بن عمرو بن الجموع، دوسرے حباب بن المنذر بن الجموع، تیسرے عمیر بن الحمام بن
 الجموع چوتھے خراش بن الصمت کے غلام تمیم، پانچویں عبداللہ بن عمرو بن خزّام، چھٹے معاذ بن عمرو
 بن الجموع، ساتویں معوذ بن عمرو بن الجموع، آٹھویں خلاد بن عمرو بن الجموع، نہویں عقبہ بن
 عامر بن تالی، دسویں ان کے غلام حبیب بن اسود، گیارہویں ثابت بن ثعلبہ بن زید، ان ثعلبہ کو
 جزع کہا گیا ہے۔ بارہویں عمیر بن الحارث بن ثعلبہ، ابن ہشام نے ان کا نام و نسب اس طرح
 لکھا ہے: عمیر بن الحارث بن ابدا بن ثعلبہ۔

اور بنی عبید بن عدی بن غنم بن کعب سے نو افراد تھے: پہلے بشر بن البراء بن معرور بن
 صغر بن خنساء، دوسرے طفیل بن مالک بن حنساء، تیسرے طفیل بن نعمان بن حنساء، چوتھے سنان بن
 صغی بن صغر بن خنساء پانچویں عبداللہ بن جدرہ بن قیس ابن صغر بن خنساء چھٹے عقبہ بن عبداللہ بن صخر
 بن حنساء، ساتویں جبار بن صغر بن امیہ بن خنساء، آٹھویں خارجہ بن حمیر، نہویں عبداللہ بن حمیر،
 خارجہ و عبداللہ ان کے ساتھی تھے۔

قبیلہ بن دھمان سے اٹھ گروہ۔

بنی خناس بن سنان بن عبید سے سات افراد تھے۔ پہلے یزید بن منذر ابن سرح بن
 خناس، دوسرے معقل بن منذر بن سرح بن خناس، تیسرے عبداللہ بن النعمان ابن بلدہ اور

بلند مہ بذال معجمہ بھی کہا گیا ہے۔ چوتھے ضحاک بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ۔ پانچویں سواد بن زریق بن ثعلبہ۔ ابن ہشام کہتا ہے: سواد بن انزم بن زید بن ثعلبہ، چھٹے معید بن قیس بن صحر بن حزام، ابن ہشام کے بقول: معید بن صھی بن صحر بن خرام، ساتویں عبد اللہ صحر بن خرام۔

اور بنی نعمان بن سنان بن عبد اللہ کے گروہ سے چار افراد تھے۔ پہلے عبد اللہ بن مناف بن النعمان، دوسرے جامد بن عبد اللہ بن رباب بن النعمان، تیسرے خلیدہ بن قیس بن النعمان چوتھے ان کے غلام نعمان بن سنان۔

بنی سواد بن تمیم بن کعب بن سلمہ بن تمیم بن کعب بن سلمہ اور بنی عدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد، یہاں ابن ہشام کا قول ہے کہ عمرو بن سواد تھے۔ اور ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ جس کا نام غنم ہو، بہر کیف ان سے چار افراد تھے: پہلے ابو المنذر جو یزید بن عامر بن حدیدہ، دوسرے سلیم بن عمرو بن حدیدہ، تیسرے قطبہ بن عامر بن حدیدہ، چوتھے سلیم بن عمرو کے غلام عتترہ، ابن ہشام کے بقول عتترہ بن سلیم بن منصور جن کا گروہ بنی ذکوان ہے۔

اور بنی عدی بن مابی بن عمرو بن سواد بن غنم سے چھ افراد تھے۔ پہلے ثعلبہ بن عنمہ بن عدی، دوسرے عیس بن عامر بن عدی، تیسرے ابو الیسر جو کعب بن عمرو بن عباد بن عمرو بن غنم بن سواد، چوتھے ہبل بن قیس بن مابی بن کعب بن قیس بن کعب بن سواد، پانچویں عمرو بن طلق بن زید بن امیہ، چھٹے معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس۔

اور بنی نصیر بن عامر کی جماعت سے سات افراد تھے۔ پہلے قیس بن حُصن بن خالد بن مخلد۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ قیس بن حصین تھے۔ دوسرے ابو خالد جن کا نام حارث بن قیس بن خالد بن مخلد، تیسرے جبیر بن ایاس بن خالد بن مخلد، چوتھے ابو عبادہ اور ان کا نام سعد بن عثمان ابن خلدہ بن مخلد تھا۔ پانچویں ان کے بھائی عقبہ بن عثمان تھے۔ چھٹے ذکوان بن عبد بن قیس بن خلدہ بن مخلد ساتویں مسعود بن خلدہ بن عامر بن مخلد۔

اور بنی خالد بن عامر بن زریق کی جماعت سے ایک شخص تھے، جن کا نام عبادۃ بن قیس

بن خالد تھا۔

بنی خلدہ بن عامر بن زریق کی جماعت سے پانچ افراد تھے۔ پہلے اسعد بن یزید بن فاکہہ بن یزید بن خلدہ، دوسرے فاکہہ بن بشر بن الفا کہتہ بن زید بن خلدہ، ابن ہشام کہتا ہے: بشر بن فاکہہ، تیسرے معاذ بن ماص بن قیس بن خلدہ، چوتھے عابد بن ماص بن قیس بن خلدہ، پانچویں مسعود بن سعد بن خلدہ۔

بنی العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق سے تین افراد تھے۔ پہلے رفاعہ بن رافع بن مالک بن العجلان، دوسرے ان کے بھائی خلا و بن رافع، تیسرے عبید بن زید بن عامر بن العجلان۔

بنی بیاضہ بن عامر بن زریق سے چھ افراد تھے۔ پہلے زیاد بن لبید بن ثعلبہ ابن سنان دوسرے فردۃ بن عامرۃ بن ووقہ اور ایک روایت کے مطابق ورقہ تیسرے خالد بن قیس بن مالک بن العجلان، چوتھے رجیلہ بن ثعلبہ بن خالد۔ ابن ہشام کہتا ہے ان کا نام دجیلہ تھا۔ پانچویں عطیہ بن نورۃ بن عامر، چھٹے خلیفہ بن عدی بن عمرو۔ ابن ہشام انہیں علیفہ لکھتا ہے۔

اور بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک کی جماعت کے ایک فرد تھے جن کا نام رافع بن المعطلی ابن لوذان بن حارثہ تھا۔ اور بنی النجار کے گروہ سے تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج اور پھر بنی عنم سے مالک بن النجار، پھر ثعلبہ بن عوف بن عنم سے ایک شخص تھے۔ ابو ایوب، جن کا نام و نسب، خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ تھا۔

بنی عسیرہ بن عبد بن عوف بن عنم کے گروہ سے ایک شخص تھا جس کا نام ثابت بن خالد بن العثمان بن خنساء بن عسیرہ ہے۔ ابن ہشام انہیں عسیرہ سے یاد کرتا ہے۔

اور بنی عسیرہ بن عبد بن عوف بن عنم کی جماعت سے ایک شخص تھا جس کا نام ثابت بن خالد بن العثمان بن خنساء بن عسیرہ ہے ابن ہشام ان کو عسیرہ سے یاد کرتا ہے۔

بنی عمرو بن عبد عوف بن عنم کے گروہ سے دو افراد تھے۔ پہلے عمارۃ بن عزم ابن زید بن

لوذان بن عمرو اور دوسرے سراحہ بن کعب بن عبد العزی۔

بنی عبید بن ثعلبہ بن غنم کے گروہ سے دو اشخاص تھے: پہلے حارثہ بن العثمان ابن زید بن عبید۔ ابن ہشام انہیں نعمان بن نفع بن زید کے نام سے یاد کرتا ہے۔ دوسرے سلیم بن قیس بن فہد اور بنی عائد بن ثعلبہ کے گروہ سے دو افراد تھے۔ (ابن ہشام نے ان کا نام بنی عابد لکھا ہے)۔ بہر حال دو افراد یہ تھے۔ پہلے سہیل بن رافع بن ابی عمرو بن عاتز دوسرے عدی بن ابی الزغباء، یہ افراد قبیلہ جہینہ سے تھے۔

بنی زید بن ثعلبہ بن غنم سے تین افراد تھے: پہلے مسعود بن اوس بن زید، دوسرے ابو خزیمہ بن اوس بن زید بن اصرم بن زید، تیسرے رافع بن الحارث۔

اور بنی سواد بن مالک بن غنم سے دس افراد تھے، پہلے عوف، دوسرے معوذ، تیسرے معاذ، چوتھے نعمان بن عمرو، پانچویں عامر بن مخلد بن الحارث بن سواد، چھٹے عبداللہ بن قیس بن خالد بن خلدہ بن الحارث بن سواد، ساتویں اشبح قبیلے سے عصیمہ ان کے ساتھی تھے۔ آٹھویں جہینہ سے ان کے دو ساتھی تھے۔ دویسٹھ بن عمرو، نہویں ثابت بن عمر بھی ان کے ساتھی تھے۔ حارث بن عفر کے غلام ابو الحمراء اور ایک روایت کے مطابق حارثہ بن رفاع۔ تھے۔

بنی عامر بن مالک النجار و عامر مبدول، اور بنی عتیک ابن عمر بن مبدول سے تین افراد تھے: پہلے ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن عمرو بن عتیک، دوسرے سہیل بن عتیک بن العثمان بن عمرو بن عتیک، تیسرے حارث بن الصمہ بن عمرو بن عتیک۔ حارث منزل روہا سے آگے نہیں جاسکے لیکن پیغمبرؐ نے انہیں بھی ان کا حصہ عطا فرمایا اور بن عمرو بن مالک بن النجار جنہیں بنی جزیلہ کہا جاتا ہے۔

پھر بنی قیس بن عبد بن زید بن عمرو بن مالک بن النجار سے دو اشخاص تھے پہلے ابی بن کعب بن قیس اور دوسرے انس بن معاذ بن انس بن قیس۔

اور بنی عدی بن عمرو بن مالک بن النجار کے گروہ سے ابن ہشام کہتا ہے: یہ بنی مغالہ

ہیں اور مغالہ عوف بن عبدمنافہ بن عمرو کی بیٹی ہیں۔ اور مغالہ بن زریق قبیلہ سے ہے۔ یہ عدی بن عمرو بن مالک بن النجار کی والدہ ہیں۔ اور بنی عدی، مقالہ سے منسوب ہیں ان کی طرف سے تین افراد تھے۔ پہلے اوس بن ثابت بن منذر بن حزام، دوسرے ابو شیخ بن ابی ثابت بن منذر بن حزام، ابن ہشام کہتا ہے: ابو شیخ حسان بن ثابت کے بھائی ہیں، تیسرے ابو طلحہ ہیں جن کا نام زید بن بہل بن الاسود بن حزام ہے۔

بنی حزام بن مبذول بن عامر بن عنم بن النجار کے گروہ سے چار افراد تھے۔ پہلے ابو زید قیس بن سکین بن قیس بن زعوراء بن حزام، دوسرے ابو الاعور بن الحارث بن عبس بن حزام اور ایک روایت کے مطابق ابو الاعور حارث کی کنیت ہے۔ تیسرے سلیم بن ملحان، چوتھے حرام بن ملحان اور ملحان کا نام مالک بن خالد بن زید بن حزام ہے۔

بنی مازن بن النجار اور بنی عوف بن مبذول کے گروہ سے تین افراد تھے، پہلے قیس بن ابی صعصعہ اور ابو صعصعہ کا نام عمرو بن زید بن عوف ہے۔ دوسرے عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف، تیسرے عصیمہ ان کے ساتھی تھے، جو بنی اسد بن خزیمہ سے تھے۔

اور بنی خنساء بن مبذول بن عنم بن عمرو بن مازن کے گروہ سے دو افراد تھے، پہلے ابوداؤد عمیر بن عامر بن مالک بن خنساء دوسرے سراقہ بن عمرو بن عطیہ بن خنساء۔

اور بنی دینار کی جماعت سے بنی النجار پھر بنی مسعود بن عبدالاشہل بن حارثہ بن دینار بن النجار سے پانچ افراد تھے: پہلے نعمان بن عبد عمرو بن مسعود، دوسرے ضحاک بن عبد عمرو بن مسعود، تیسرے سلیم بن الحارث بن ثعلبہ اور یہ ضحاک اور نعمان کے مادری بھائی تھے۔ چوتھے جابر بن خالد بن الاشہل۔

اور بنی ثعلبہ بن مازن بن النجار کے گروہ سے ایک شخص تھا، قیس بن مخلد بن ثعلبہ بن صحر بن حبیب اور بنی حبیب اور بنی قیس بن مالک بن کعب بن حارثہ بن النجار بن دینار کے گروہ سے دو افراد تھے: پہلے کعب بن قیس، دوسرے بجیر بن ابی بجیر جو ان کے ساتھی تھے۔ ابن ہشام کا قول

ہے: بحیر کا تعلق قبیلہ عیس بن معیض بن ریث بن عطفان سے اور بنی خزیمہ بن رواحہ سے ہے اور یہ جماعت بنی خزرج تھی جن کی تعداد ۷۱۷ افراد ہے اور اسحق کی روایت کے مطابق رسول خدا سمیت تمام بدریوں کی تعداد ۳۱۴ ہے۔ لیکن ابن ہشام نے اس تعداد پر چار افراد کا اضافہ کیا ہے۔ تین افراد قبیلہ بنی العجلان سے جو خزرجند قبائل سے ہیں: پہلے عتبان بن مالک بن عمرو بن العجلان، دوسرے سلیل بن ویرة بن خالد بن العجلان، تیسرے عصمۃ بن الحصین بن ویرة بن خالد بن العجلان۔

اور بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن شہم بن الخزرج جو بنی زریق سے شمار کیے جاتے ہیں۔ یہاں ایک شخص کا اضافہ کیا گیا ہے جو ہلال بن المعلیٰ بن لوذان بن حارثہ ہیں۔ انشاء اللہ جو کوئی ان ناموں کو پڑھے گا خداوند تعالیٰ اس کی جائز و شرعی حاجات پوری فرمائے گا۔ چنانچہ مطالعہ میں سہولت کی خاطر بدری صحابہ کے نام ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

شرجیل قصی مدح خولہ مرشد حباب نوفل سرح مسطح
بلتہ

غیاظ عوف مصعب قرظ حریش یعار سوبط رزاح کرز
سبۃ

عمیر مہج وقش عکاشہ ارت عمر زغبۃ محسن
خزانہ عجل

رعورا حرثان مرۃ بکیر سکین محرز تیم ہایل ہشیم
غنم

جدعان جمع ضرمتہ شہف رباح نخیس قنادة مدح نمر
ھصیص

بلی عتبۃ شماس لوی ابوردۃ غزدان شرید قدامۃ نیار

ملیک

نمیلہ جزى حزام ازعر مزینہ کلدة قطبة عطاق عصر
نمیهة

ہشام قشیر روانة قوئل صمرة عکیم خلاد خزنة

ذکوان روانة

ساک خرشة غممة عومیم سبیج طریف عیس عنجدة چشم
غشان

طلق روحا خیب بشر جبیر جدرة ییاف صمرة درنة
صباح

عزقة خراش ودنة البوجه حریش جموح نورة خوات یعار
حاب

لوزان انیحة ابجر دهان معلی نجیحی رفانة خناس حزم
ظنیهة

سلول حمیر سرائة عتیک خولی زریق صممة جزیلته

عصیهة بکیر

عتبان سلیط ملحان بغیض چشم حساس حرام ریث اعور
حزام

عظمان

غرضیکہ بدری صحابہ کے نام یہ تھے اگر بالفرض محال کسی نام میں رو بدل پائیں تو راقم
الحروف کو الزام نہ دیں کیونکہ ان کے ناموں کے بارے میں مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔
اور میں نے کسی دلیل و برہان کے بغیر کسی نام کو درج نہیں کیا بلکہ ایسی صورت میں اس نام کا تذکرہ

نہیں کیا۔

اب آئیے داستان غزوہ بدر کی طرف، یہ پہلا غزوہ تھا جس میں انصار آپ کے ہم رکاب تھے۔ جب آپ نے نظر اٹھا کر دشمن کی تعداد کو مشاہدہ فرمایا اور اپنے ساتھیوں کی کم تعداد کو ملاحظہ فرمایا تو ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

”یا رب انھم حفاة جملھم وجیاع فاشیعھم وعراة فاکسہم وعالۃ فاعصھم من فھلک“

یہی وجہ تھی کہ اس جنگ سے خالی ہاتھ واپس نہ آیا بلکہ بڑی مقدار میں مال و متاع اور بہترین پہناوے لے کر واپس لوٹا۔ صحابہ میں سے آٹھ افراد یا تو غائب تھے یا سستی کی وجہ سے بیٹھ گئے تھے انہیں بھی بدر کے غازیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور انہیں بدر کے مال غنیمت سے باقاعدہ حصہ ملا۔ اس جماعت میں تین افراد مہاجرین سے تھے پہلے عثمان بن عفان تھے جنہوں نے رسول خدا سے اپنی بیوی کی بیماری کا بہانہ کیا اور واپس چلے گئے، دوسرے طلحہ و سعید جنہیں جاسوسی پر مامور کیا لیکن راستہ گم کر بیٹھے۔

اور جو پانچ افراد انصار سے تھے ان کے نام یہ ہیں: پہلے ابولبابہ تھے جنہیں رسول خدا نے ابن ام مکتوم کی جگہ خلیفہ مقرر کر کے اور آدھے راستے سے مدینہ واپس بھیجا۔ دوسرے عاصم بن عدی العجلانی تھے، جنہیں عالیہ کے لوگوں پر خلافت ملی، تیسرے حارث بن حاطب جو روحا کی منزل سے بنی عمرو بن عوف کے درمیان مقرر کئے گئے۔ چوتھے حارث بن الصمۃ، پانچویں خوات بن جبیر ان دونوں کو راستے میں پتھروں سے ٹکرانے کی وجہ سے چوٹیں آئیں لہذا یہ مدینہ سے واپس چلے گئے۔

اس طرح رسول خدا نے لشکر کے ہمراہ کوچ فرمایا۔ آپ کے لشکر میں ستر اونٹ اور گھوڑے تھے۔ زبیر کے گھوڑے کا نام یعوب تھا اور مرشد ابن مرشد کے گھوڑے کا نام سیل تھا اور پھر مقداد کے پاس بھی گھوڑا تھا۔ جنگی ہتھیاروں میں آپ کے پاس چھ زرہیں اور سات تلواریں تھیں اور چونکہ ان کے پاس سواریاں کم تھیں لہذا دو یا تین آدمی باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔

آپ جس اونٹ پر سوار تھے اس کا نام عضبا تھا۔ اگرچہ اس کا کان کٹا ہوا نہیں تھا لیکن پھر بھی اس کو عضبا کہتے تھے کیونکہ عربی میں عضبا اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کا کان کٹا ہوا ہو۔ آپ کی باری علی کے ساتھ تھی اور اس سے قبل کہ ابولبابہ کو مدینہ میں ڈیوٹی دی جاتی وہ بھی پیغمبرؐ کی سواری میں شریک تھے۔ جب آپ کو مدینہ روانہ کیا گیا تو ان کی باری زید بن حارثہ کو دے دی گئی اور جب پیغمبرؐ پیدل چلنا چاہتے تو علی اور ابولبابہ عرض کرتے تھے: اس طرح سوار ہو کیونکہ ہم آپ سے تیز چل رہے ہیں۔ آنحضرتؐ جواب میں فرماتے:

”ما اتما با حری منی وانا غنی عن الاجر منکم“

اور حمزہ بن عبدالمطلب کے پاس رسولؐ کے غلاموں ابو کبشہ اور انسہ کے اشتراک سے ایک اونٹ تھا۔ اور عبید بن حارث، طفیل و حصین حارث کے بیٹوں کے پاس ایک اونٹ تھا۔ اور عفر کے بیٹوں معاذ، عوف اور معوذ اور ان کے غلام ابوالحمراء کی شراکت سے ایک اونٹ تھا۔ ابن ابی کعب و عمارہ بن حزام و حارثہ بن نعمان ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے، اسی طرح ابن ابی کعب، عمارہ بن حزام اور حارثہ بن نعمان کا ایک ہی مشترکہ اونٹ تھا۔ اور خراش بن صمد و قطبہ بن عامر بن حدیدہ اور عبداللہ بن عمرو بن حزام ایک اونٹ پر تھے۔ اور عتبہ بن غزوہ و طلیب بن عمیر کے پاس ایک اونٹ تھا۔ مصعب بن عمیر اور سوہب بن حرمہ اور مسعود بن ربیع کا ایک اونٹ تھا۔ عبداللہ بن کعب، ابو داؤد و ماذن اور سلیم بن قیس کا ایک ہی اونٹ تھا۔ قدامہ بن مظعون، عبداللہ اور سائب بن عثمان کا ایک ہی اونٹ تھا۔ ابو بکر، عمر اور عبدالرحمن بن عوف کا ایک اونٹ تھا۔ سعد بن معاذ، ان کے بھائی اور بھتیجے، حارث بن اوس اور حارث بن انس کا ایک ہی اونٹ تھا۔ اور سعید بن زید، سلمہ بن سلامہ ابن قشی، عباد بن بشر اور رافع بن زید کا ایک ہی اونٹ تھا۔ ان کا زادراہ تین کلو سے زیادہ نہ تھا۔ اور معاذ بن رفاع، خلاد بن رافع، عبیدہ بن یزید بن عامر کا ایک ہی اونٹ تھا۔ جب یہ لوگ روحا کی منزل پر پہنچے تو ان کا اونٹ راستے میں لیٹ گیا اور فریاد کرنے لگا۔ خلاد نے کہا: خدایا میں منت ماننا ہوں کہ اگر ہم صحیح سلامت اس اونٹ کے ساتھ واپس مدینہ

آئے تو میں اسے تیری راہ میں ذبح کروں گا۔

اس وقت پیغمبرؐ ان کے پاس سے گزرے اور انہیں سارا ماجرا کہہ سنایا تو آپؐ نے پانی کو منہ میں ڈال کر گھمایا اور پھر ایک برتن میں ڈال دیا اور اس سے تھوڑا سا پانی لے کر اونٹ کے منہ میں ڈالا گیا اور کچھ پانی گردن، سر، کوہان اور ران پر ڈالا گیا۔ جس سے اونٹ اٹھ کھڑا ہوا اور راستے پر چل پڑا۔ واپسی کے وقت مدینہ کے آخری کونے میں آ کر اونٹ بے قابو ہو گیا اور مصلیٰ کے مقام پر لیٹ گیا۔ پس اسے ذبح کیا گیا اور اس کا گوشت مستحقین میں تقسیم کیا گیا اور جب منزل روحا پر پہنچے تو رمضان کی چودھویں رات تھی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: یہ عرب کی بہترین دادیاں ہیں، اس طرح عشاء کی نماز پڑھی اور سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ جن کے اسلام کے بارے میں قریش کو علم اور انہیں مکہ میں نظر بند کیا گیا تھا دعائے خیر کہی اور مشرکوں میں سے ایک ایک کا نام لے کر ان سے نفرت کا اظہار کیا۔ اور صبح وہاں سے کوچ کیا اور خبیب ابن ریف، قیس بن الحارث اس کے باوجود کہ ابھی ایمان نہیں لائے تھے۔ عقیق کے مقام پر مسلمانوں سے آ ملے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: ما اخرجکما؟ کونسی چیز آپ کو باہر لائی؟ کہنے لگے ہم مال غنیمت حاصل کرنے کی غرض سے آپ سے آ ملے ہیں۔ شاید آپ کو فتح حاصل ہو اور مال غنیمت میں سے ہمیں بھی حصہ ملے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: لا تخرجن معارجل لیس علی دیہا“

خبیب نے جب یہ سنا تو اسلام لے آیا اور آپؐ کے ہمراہ ہو گیا۔ لیکن قیس واپس چلا گیا۔ اور جب مسلمان بدر سے واپس آئے تو مسلمان ہو گیا اور احد میں شہید ہوا۔ جس کا ذکر آئے گا۔

اس طرف ضمضم بن عمرو خزاعی ابوسفیان کے حکم سے نہایت تیز رفتاری سے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا اور ضمضم کے مکہ پہنچنے سے تین دن قبل عبدالمطلب کی بیٹی عاتکہ نے خواب میں دیکھا کہ اٹح کے مقام پر ایک اونٹ سوار نے آواز دی کہ اے قریش! جلدی کرو، تمہیں اپنی مقتل گاہ

تک پہنچنے میں تین دن لگیں گے۔ اس نے اپنا اونٹ مسجد الحرام کی طرف دوڑایا۔ لوگ دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے اور یہ شخص کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا اور وہاں سے آواز دی، وہاں سے ابو قیس پہاڑ پر گیا اور وہی آواز دی۔ اس وقت پہاڑ سے ایک پتھر لڑھکا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوئے۔ اس کے چھوٹی چھوٹی کنکریاں مکہ کے تمام گھروں میں جا پہنچیں۔

صبح سویرے اس خواب کو اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب سے بیان کیا۔ اور کہا: یہ راز کسی سے نہ کہیں۔ دوپہر کے وقت ولید بن عتبہ نے دیکھا عباس کسی سوچ میں مبتلا ہے۔ اور چونکہ وہ اس کا بہترین دوست تھا لہذا اس نے عباس سے پوچھا کہ کیوں اس قدر گہری سوچ میں مبتلا ہو؟ عباس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ جب ولید اس کے پاس سے گیا تو اس نے یہ بات جا کر اپنے بھائی کو بتادی۔ اب زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ یہ بات جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور ابو جہل نے بھی سن لی۔ اس نے عباس سے کہا: اے ابوالفضل تمہاری یہ خاتون کب سے پیغمبر ہو گئی ہے؟ اور یہ خواب اس نے کیسے گھڑا ہے؟ یہ بات کافی نہیں کہ تمہارے مردنوبت کا دعویٰ کریں۔ اب عورتوں نے بھی یہ کام شروع کر دیا ہے۔ اگر تین دن تک اس خواب کی حقیقت سامنے نہ آئی تو میں عرب کے تمام قبائل کو خط لکھوں گا کہ تم بنی ہاشم عربوں میں سب سے بڑے جھوٹے ہو۔ عباس نے کہا: عاتکہ نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ اس طرح معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ رات کو بنی عبدالمطلب کی خواتین عباس کے ہاں جمع ہوئیں اور کہنے لگیں: اب تک یہ ابو جہل فاسق و خبیث تمہارے مردوں کو تکلیف پہنچاتا رہا ہے۔ اب تمہاری خواتین کا نام بھی زبان پر لے آیا ہے۔ کیا عباس تم میں غیرت نہیں کہ اسے سمجھاتے اور منع کرتے؟ عباس شرمسار ہو گئے۔ انہوں نے قسم اٹھائی کہ اب کی بار میں اس کا قصہ تمام کروں گا۔ اور تیسرے دن چہ جائیکہ وہ ابو جہل کی طرف جاتے اور اس کی کوشالی کرتے مسجد الحرام کی طرف چلے آئے۔ جس وقت وہ حرم میں داخل ہوئے ابو جہل جلدی سے دوسرے دروازے سے باہر نکل بھاگا۔ عباس سمجھے کہ شاید اسی نے اس دن اٹی سیدھی باتیں کر دی ہیں لہذا اب وہ ڈر کے مارے باہر چلا گیا ہے، جبکہ حقیقت یہ نہ تھی۔ اس نے اسی آواز

کو مضمم بن عمرو سے سنا تھا جو گریبان چاک کئے اور اپنے اونٹ کے کان وناک کٹے ہوئے وہاں آدھمکا تھا، یہ اس بات کی علامات تھیں کہ ایک بڑا حادثہ رونما ہونے والا ہے۔ وہ اونچی آواز سے کہہ رہا تھا: اے گروہ قریش! جاؤ اپنے کارواں کی مدد کو پہنچو کیونکہ محمد یوں نے اس کے خلاف برا ارادہ کیا ہوا ہے۔ مجھے بعید لگتا ہے کہ تم ان کی مدد کو پہنچ سکو اور مسئلے کا حل نکالو۔

جب یہ اطلاع پھیلی تو اب ابو جہل میں دم ختم نہ تھا کہ عباس سے جھگڑا کرنا۔ لوگ اپنے قافلے کو بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے اور سوچنے لگے کہ کیا کریں؟ ابو جہل نے کہا محمد اور ان کے اصحاب کا گمان ہے کہ یہ قافلہ عمرو بن الحضرمی کا ہے۔ جب کہ ایسا نہیں۔ اب ہر کوئی اپنی رائے دینے لگا۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ ہر دو افراد میں سے ایک شخص یا قبیلے کا ایک شخص گھر سے نکل پڑے۔ سہیل بن عمرو کہنے لگا: اے قریش! دیکھو! تم نے محمد کا مقابلہ کرنا اور اپنے مال کا دفاع کرنا ہے۔ اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا اس مال میں حصہ نہ ہو لہذا اٹھو اور ہتھیار سجا کر نکل پڑو۔ زمعہ بن الاسود نے کہا: مجھے لات وعزنی کی قسم ہے کہ اگر محمد اور اس کے اصحاب ہمارے مال کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھیں تو ہم سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ طبعہ بن عدی چیخا: اے قریش! بنی عبدمناف میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا اس کاروان میں سامان نہ ہو۔ لہذا رخت سفر باندھ لو اور چل پڑو۔ امیہ بن خلف، عتبہ اور شیبہ ہبل کے نزدیک ہو گئے اور قرعہ اندازی کرنے لگے۔ دیکھا کہ قرعہ منع آیا۔ اسی اثناء میں ابو جہل آیا اور کہنے لگا۔ قرعہ اندازی نہ کرو۔ مشترکہ فیصلے کی خلاف ورزی نہ کرو۔ اسی طرح زمعہ بن اسود نے ذی طوی میں قرعہ ڈالا تو منفی آیا، غصے میں آ گیا۔ اور دو مزید قرعے ڈالے وہ بھی منع آئے۔ پس انہوں نے جس تیر سے قرعہ نکالا تھا اسے توڑ ڈالا اور کہا: آج تک ایسا جھوٹا قرعہ نہیں نکلا۔ اس طرح قریش کی اکثریت اس جنگ پر آمادہ نہیں تھی۔ حارث بن عامر نے بھی کہا: میں چاہتا ہوں کہ اگرچہ کارواں سے میرا مال لوٹ لیا جائے لیکن میں مکہ سے باہر نہ جاؤں۔ حکیم بن حزام، ابوالختری اور عاص بن معیہ بھی ہچکچا رہے تھے۔ اور حنظلہ بن ابی سفیان اس کا بھائی عمرو اور نوفل بن معاویہ، دہلی اور حمہ طیب بن عبد العزی لشکر کو مسلح

کرنے لگ گئے۔

الغرضیکہ ہر ایک نے رخت سفر باندھنے کی ٹھان لی ماسوائے قبیلہ عدی بن کعب بن مرہ جن کا شمار اکابرین میں ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ امیہ بن خلف کی حکومت کو قطعاً اہمیت نہیں دیتے تھے۔ نیز کارواں میں ان کا ساز و سامان بھی نہ تھا لہذا انہوں نے اس جنگ میں حصہ لینے سے اجتناب کیا۔ اور مزید یہ کہ ابولہب بیماری کی وجہ سے سفر کرنے سے رہ گیا۔ اور عاص بن ہشام بن المغیرہ سے کہا: تم نے میرے چار ہزار درہم دینا ہیں اگر شہر سے باہر کا ارادہ کرو تو پہلے میری رقم دے کر جاؤ واپس عاص بن ہشام جس کا لقب احمق قریش تھا چونکہ اس نے ابولہب کے ساتھ جو اُکھیلا تھا۔ جو کچھ اس کے پاس تھا وہ جوئے میں ہار گیا تھا۔ پھر اپنے آپ کو بھی داؤ پر لگایا اور اپنے آپ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھ کر اس کا غلام بن گیا تھا۔ اب وہ ابولہب کی جگہ جنگ میں آیا اور علی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ حسان بن ثابت نے اس کی ہجو کہی۔

بنی القین ہلا اذ فخرتم برعکم فخرتم بکیر عند باب ابن جندع
بناہ ابوکم قبل بنیان دارہ بحرس فافخو اذ کر قین مدفع
والغوار ما داکیر یحرف وسطکم لدی مجلس منکم لتیم مجمع

اب میں تم سے وہ رقم نہیں مانگوں گا۔ عاص نے کسی کی جگہ سامان سفر باندھا، سعد بن معاذ ان دنوں مدینہ سے مکہ آیا تھا۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ امیہ بن خلف نے سعد سے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا: پیغمبرؐ نے فرمایا ہے: امیہ ہمارے جوانوں کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ امیہ نے کہا: اے سعد! کیا تو نے یہ بات خود محمدؐ سے سنی ہے؟ کہا: بالکل ایسا ہی ہے۔ لامحالہ امیہ کے دل میں ڈر گھر کر گیا۔ وہ مکہ سے باہر نہ جانے کے لئے بہانے ڈھونڈنے لگا۔ اس نے اپنے موٹاپے اور بڑھاپے کو بہانہ بنایا، اور چاہا کہ اپنے بیٹوں صفوان و عبداللہ کو بھیجے۔ ابو جہل نے کہا: اے ابو صفوان! تم تو وادی کے سردار ہو اگر تم غلطی کرو گے تو سارے لوگ تمہاری پیروی کر پئنگے۔ اور اس طرح ہمارا کام خراب اور چو پیٹ ہو جائے گا۔ عقبہ بن ابی معیط نے اسے خوشبو لگائی اور کہا: اگر

نہیں جانا چاہتے تو عورتوں کی طرح خوشبو لگا کر گھر میں بیٹھ جاؤ۔ امیہ نے کہا: اے عقبہ! قبلكم اللہ
و قسح بلبشت بہ، مجبوراً سفر پر روانہ ہو گیا۔

اور یہ عقبہ وہ شخص تھا جو امیہ کے کہنے اور چاہنے پر پیغمبرؐ پر تھوکتا تھا۔ جب عباس بن
عبدالمطلب سے کہا گیا کہ سفر پر چلو تو فرمایا: میں بوڑھا انسان ہوں جنگ کے قابل نہیں ہوں، لہذا
اپنے بیٹوں فضل، عبداللہ، عثمان اور عبید اللہ کو بھیجتا ہوں۔ ابو جہل نے کہا: مجھے پتہ ہے کہ تمہارا دل
محمدؐ کے ساتھ ہے اور مکہ میں ان کے جاسوس ہو۔ اگر اس جنگ سے فاتح واپس آئے تو بنی ہاشم کو
مکہ سے نکال باہر کریں گے۔ اس کی سب اکابرین قریش نے تائید کی۔ عباس غصے میں آگئے
انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا۔ تم ٹھہرو! خود رخت سفر باندھا اور ماسوائے اپنے غلام کے کسی کو
ہمراہ چلنے کی اجازت نہ دی۔ نوفل بن حارث کو علم تھا کہ عباس قریش کے غصہ دلانے کی وجہ سے
اب اپنی اولاد سے کسی کو ساتھ چلنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ لہذا انہوں نے کہا: آپ ایک معمر
انسان ہیں اور ہم آپ کو اس طرح تنہا نہیں جانے دیں گے۔ لہذا انہوں نے بھی رخت سفر
باندھا اور ہمراہ ہو چلے۔

غرضیکہ قریش اس طرح اپنے آپ کو تیار کر کے مکہ سے باہر نکل گئے۔ وہ اپنے ساتھ
گانے بجانے اور رقص و سرور کی محفل برپا کرنے کے لئے گانے والیوں کو بھی ساتھ لے گئے۔
یہ موسیقارائیں، سارہ، عمر و کی کنیز، الاسود کی لونڈی غزہ اور امیہ بن خلف کی کنیز فلاتہ
تھیں جو گانے بجانے کے ساز و سامان اپنے ہمراہ لے کر لشکر گاہ کی طرف چل پڑیں۔ کم عمر
نوجوانوں کو واپس بھیج دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہر رات کو ذی طویٰ میں موسیقی کی محفل منعقد کرتے تھے۔ قریش
کی شکست سے تین دن قبل انہوں نے چند اشعار سننے اور شعر کہنے والے کو نہیں دیکھا وہ اشعار یہ
ہیں۔

ازار حلیفیون بدر اذقیقہ سینقھس منہارکن کسریٰ و قیصر

ارنت لباصم الجبال وافرغت قبایل مابین الوتیر وخیبرا
 ابادت رجالاً من لوی وایرزت خرابد یضر بن التوائب حسراً
 فیاوتح من امسی عدو محمد لقد حاد عن قصد الهدی وخیراً

یہ لوگ ڈر گئے ہر ایک سے پوچھنے لگے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ ایک بوڑھے نے انہیں بتلایا کہ جینیفیوں قوم محمدؐ اور ان کے اصحاب ہیں۔ قصہ یہ کہ قریش نے فرات بن خیال العجلی کو صورتحال معلوم کرنے کے لئے ابوسفیان کی طرف بھیجا تا کہ اس کو لشکر کے آنے کی اطلاع بھی دے دے یہ نو سو پچاس جنگجو نوجوان تھے۔ ان کے ساتھ سو گھوڑے اور سات سو اونٹ تھے اور انہوں نے طے کیا کہ اکابرین قریش سے ایک ہر دن گھاس اور لشکر کے کھانے پینے کا انتظام کرے گا اور دس شتر ہر دن ذبح کئے جائیں گے۔ ان اکابرین کی تعداد بارہ تھی۔ جن کے نام یہ ہیں۔ عباس بن عبدالمطلب، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابی بن خلف، حکیم بن حزام، نصر بن الحارث، زمعہ بن الاسود، ابو جہل، ابوالہجرتی بن ہشام، حارث ابن عامر بن نوفل، بنیہ اور منیہ فرزند ان حجاج، جنگ کے دن لشکر کو کھانا کھلانے کی باری عباس کی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ جس وقت قریش لشکر کو لڑنے کے لئے آمادہ کر رہے تھے اور جنگی ساز و سامان کی تیاری میں مصروف تھے۔ عتبہ اور شیبہ بھی اپنی زرہ کو تیار کر رہے تھے انہوں نے اپنے غلام عداس کو جو ان کے سامنے کھڑا تھا کہا: ہاں تو اے عداس! ذرا اس شخص کا حال نہیں پوچھو گے جس کے لئے ہم نے تمہارے طائف کے باغ میں انگوڑی بیجے تھے؟ عداس رو پڑا اور کہنے لگا: خدا کی قسم! وہ خدا کا رسول ہے۔ اس کے ساتھ جنگ لڑنا ٹھیک نہیں۔ غرضیکہ جب قریش اپنے امور کو انجام دے چکے اور تہیہ باندھ چکے تو راستے پر چل پڑے انہیں ایک اور فکر بھی دامن گیر تھی کیونکہ اس جماعت کی قبیلہ بن کنانہ سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔ لہذا جب وہ مکہ سے جو نہی باہر نکلے تو انہیں دھڑکا لگا کہ کہیں بنی کنانہ کے پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ یا ان کے پیچھے سے ان پر حملہ نہ کر دیں۔ کیونکہ ان کے درمیان قصاص کا ایک جھگڑا چل رہا تھا۔ کیونکہ بنی معیص ابن عامر بن

لوی کا ایک آدمی جس کا نام حفص بن احنف تھا، کا ایک پیارا سا بیٹا تھا جس کی دو پیاری پیاری ذلیفیں تھیں۔ ایک دن وہ بیٹا کہیں گم ہو گیا اور صبحان کی سرزمین، (جو مکہ سے آٹھ فرسخ کے فاصلے پر ایک پہاڑ کا نام ہے) کی طرف نکل گیا۔ عامر بن یزید بن عامر بن الملوچ بن ہمر جو بنی کنانہ کا سردار تھا، نے اسے دیکھ لیا اور پہچان گیا۔ اس نے بنی بکر کی طرف مڑ کر کہا: کیا تمہارا قریش پر کوئی خون ہے کہ اس کے بدلے میں اس لڑکے کو قتل کر ڈالو؟ ایک آدمی بولا: میرا ہے لہذا اس نے اس بچے کو پکڑا اور اس کا سر کاٹ ڈالا۔ قریش کو جب علم ہوا تو انہوں نے باز پرس کی۔ عامر نے کہا: تم نے ہمارے کافی افراد قتل کئے ہوئے ہیں اور خون کا بدلہ خون ہے اگر دیت دینا چاہتے ہو تو دیت دو تا کہ ہم بھی اس لڑکے کے خون کی دیت ادا کریں۔

قریش یہ سن کر خاموش ہو گئے اور کہنے لگے: ٹھیک کہتا ہے، آدمی کا بدلہ آدمی ہے۔ ایک دن مقتول کا بھائی مکرز بن حفص کے نزدیک دریا ئے ظہران کو عبور کر رہا تھا کہ اس نے وہاں عامر کو دیکھ لیا، اس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً اپنے اونٹ سے اتر کر تلوار نکالی اور عامر کو قتل کر ڈالا۔ اس نے اس کی تلوار بھی ساتھ لے لی اور مکہ لے آیا۔ اور اسے آدھی رات کے وقت کعبے کی دیوار سے لٹکا دیا۔ صبح قریش کو پتہ چلا کہ مکرز بن حفص نے سردار کنانہ کو قتل کر ڈالا۔ اور اس طرف بنی کنانہ اپنے سردار کی موت پر روئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ اس قتل کے بدلے میں اکابرین قریش کے دو یا تین آدمی قتل کر کے چھوڑیں گے۔ اس لئے قریش اپنے اہل و عیال کے بارے میں خوفزدہ تھے۔ اچانک شیطان سراٹھ بن مالک بن جشم کہ کنانہ کا سردار تھا کی صورت میں سامنے آیا اور اونچی آواز سے پکارا، اے گروہ قریش! اپنے کام میں بھٹ جاؤ کیونکہ میں نے تمہیں امان دے دی ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”وَقَالَ لِلْمَلَأِبِ لَكُمْ أَيُّومٍ مِّنَ النَّاسِ وَ إِنِّي جَارٌ لَّكُمْ“ قرآن کریم (۸-۵۰)

یعنی ”آج کوئی تم پر غالب نہیں آئے گا کیونکہ میں تمہارا امان دہندہ ہوں اور کہا: ہاں اے قریش! خوش ہو جاؤ کہ میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گا اور جنگ لڑوں گا“

اس نے کچھ شیاطین کو بنی کنانہ کے افراد کی شکل بنا کر اپنے پیچھے لگا لیا اور مشرکین کے ساتھ چلنے لگا۔ قریش خوش ہو گئے اور تیز تیز چلنے لگے اور اس طرف سے جبرائیل نے رسول خدا کو مطلع کیا کہ قریش اپنے کارواں کی حفاظت کے لئے مکہ سے چل پڑے ہیں۔ اور جنگی ساز و سامان سے لیس دن بدن آگے بڑھتے آرہے ہیں۔ پیغمبرؐ نے اصحاب کبار کو اپنے پاس بلایا اور جنگ کے بارے میں ان سے مشورے کرنے شروع کر دیئے۔ ان میں سے ہر ایک اپنی رائے دیتا تھا۔

پہلے ابو بکر اٹھے اور کہا: یا رسول اللہ! یہ قریش کے مردوں کا لشکر ہے جو ماہر جنگجو اور تجربہ کار ہیں اور لڑائی کے پختہ ارادے سے گھروں سے نکل پڑے ہیں جبکہ ہم نے ان کے مقابلے کے لئے خاطر خواہ تیاری نہیں کی اور بصیرت سے کام نہیں لیا۔

رسول خدا کو یہ باتیں پسند نہ آئیں۔ آپؐ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد عمر بن الخطاب اٹھے انہوں نے بھی ابو بکر کی پیروی کی، اسی طرح چند افراد نے اسی روش کو اپنایا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

”مِمَّا أَمْرَ الْجَبَلِ رَبُّكَ مَن يَبْتَكَ يَا لِحِقِّ وَيَا لِحِقِّ وَإِنَّ فِرْيَافًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَا رَهُونَ“ قرآن مجید (۵-۸)

چنانچہ خدا نے تجھے حق و سچائی کے ساتھ گھر سے نکالا، جبکہ مومنین کا ایک گروہ باہر نکلنے کو پسند نہیں کر رہا تھا۔

”يَسْجُدُ لِلَّهِ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَبِئَتَيْ كَا تَمَّا يُسَاقُونَ إِكِي الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ“ قرآن کریم (۶-۸)

فرماتا ہے: اے محمدؐ یہ تمہارے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے ہیں کیونکہ ایسا کرنا ہی حق کو اختیار کرنا ہے۔ اس کے بعد ان پر ظاہر ہو چکا کہ جہاد کرنا چاہئے۔ کو یا ان کو موت کی طرف لے جایا جاتا ہے جبکہ یہ دشمن پر فتح پائیں گے کیونکہ اس کا وعدہ خدا نے کیا ہے۔

اس موقع پر مقداد بن اسود کندی اٹھے اور کہا: یا رسول اللہ! اس طرح کرو جس طرح خدا

کا حکم ہے۔ خدا کی قسم! ہم وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہی تھی۔

”إِذْ هَبْنَا نَمْرُوتَ وَرَبُّكَ فَتَنَّا تِلْكَ إِتْنَا كَيْفَ نُنَاقِضُ ذُنُوقَ“ قرآن کریم (۵-۲۷)

یعنی تو اور تیرا خدا جا کر جنگ کرے اور ہم یہیں ٹھہرے رہیں گے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں:-

”إِذْ هَبْنَا نَمْرُوتَ وَرَبُّكَ فَتَنَّا تِلْكَ إِتْنَا مَعَكُمْ مُقَاتِلُونَ“

”اُمّ خیر و اعلیٰ آیہا الناس!“

اس خطاب سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ لیلة العقبہ میں بیعت انصار اس پر تھی کہ پیغمبرؐ کی مدینہ میں اپنی جانوں کی مانند حفاظت کریں گے۔ مبادا کہیں یہ سمجھ نہ بیٹھیں کہ مدینہ سے باہر اس وعدے کا پاس کرنا ضروری نہیں۔

سعد بن معاذ اٹھے اور عرض کیا: کو یا آپ کے مخاطب ہم ہیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: ہاں شاید ایسا ہی ہے۔ عرض کیا: ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کی ہے۔ اب آپ جہاں کہیں بھی ہوں اور جو حکم دیں ہم حاضر ہیں۔ خدا کی قسم! اگر آپ ہمیں سمندر میں بھی لے جائیں ہم پیچھے ہٹنے والے نہیں۔ یہ جنگ دلائی کیا چیز ہے۔ ہم جنگ میں ثابت قدم رہیں گے اور ہمیں امید ہے کہ خدا ہمارے ہاتھوں ایسا کام انجام دلائے گا جس سے آپ مسرور ہو جائیں گے۔ پیغمبرؐ خوش ہوئے اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”یا سعد جزاک اللہ عن بیعتک وعن مردتک وعہدک وعقدک خیراً“

حسان بن ثابت نے بدر کے دن انصار کی اطاعت کو ان اشعار میں قلمبند کیا ہے۔

الا یا تقویٰ هل لما حم دافع	و هل ما مضیٰ من صالح العیش راجع
تذکرت عصر اقد مضیٰ فعبا قمت	بنات الحشا و اہل منی المدامع
صبا بة وجد ذکرتنی احبة	وقتلنا منضوا فہم نفع و رافع
وسعد فاضحوا فی الجنان و او حشت	منازلہم و الارض منہم بلا قع
ذو ایوم بدر للرسول و فو قہم	ظلال المنا یا و السیوف اللوامع

دعا فاجاہوہ بحق و کلمہ	مطیع لہ فی کل امر و سامع
فما بدلو اتی تو افوا جماعہ	ولا یقطع الا جال الا المصارع
لانہم یرجون منہ شفاعتہ	اذالم یکن الا النبیون شافع
و ذلک یا خیر العباد بلائنا	و مشہدنا فی اللہ و الموت نافع
لنا التقدیم الا ولی الیک و خلفنا	لاولنا فی طاعۃ اللہ تابع
و نعلم ان الملک للہ وحدہ	وان قضاء اللہ لا بد واقع

پس راستے پر چل پڑنے کی ٹھان لی۔ راہ چلتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا: تمہیں مبارک ہو کہ حق جلد جلالہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ یا کاروان قریش ہمارے ہاتھ لگے گا یا ان کے لشکر کو ہم قیدی بنا لیں گے۔ مجھے اسی خدا کی قسم کہ میں ان کے مقتل کو گویا دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت یہ آبیمازل ہوئی۔

”قِرَادٌ یُعَدُّکُمُ اللّٰهُ اِخْدٰی الطّٰلِفِیْنَ اَنْتُمْ لَکُمْ وَتُوَدُّوْنَ اَنْ غَیْرَ ذٰلِکَ الشُّؤْمِیۃِ یَتَلَوْنَ لَکُمْ.....“ قرآن کریم (۸-۷)

فرماتا ہے: خدا تم سے وعدہ کرتا ہے کہ یا تم ان کے قافلے کو پکڑ لو گے یا لشکر پر کامیابی حاصل کرو گے۔ اور تم چاہتے ہو کہ جنگ نہ کرو اور کارواں کا مال سمیٹ لو جبکہ خداوند تعالیٰ دشمنوں کو ذلیل اور دین حق کو غالب دیکھنا چاہتا ہے۔

غرضیکہ رسول خداؐ مسافت طے کرتے ہوئے صفر کی سر زمین تک پہنچے۔ اور یہ دو پہاڑوں کے درمیان جن کے نام مسلح اور مخری تھے ایک دیہات تھا۔ یہاں دو قبیلے سکونت پذیر تھے جن میں سے ایک کو بنو النار اور دوسرے کو بنو حراق کہا جاتا تھا۔ اور عقار قبیلے کی دو شاخیں تھیں۔ ایک کو عفان اور دوسری کو بنی بیجان کہتے تھے۔ پیغمبرؐ نے ان سب کے نام پوچھے اور ان ناموں کو نیک شگون خیال کیا۔ آپ ان دو پہاڑوں کے درمیان دائیں سمت کو چلتے ہوئے ذات قرن نامی ایک کنوئیں کے کنارے جا پہنچے۔ یہاں سے قتادہ بن نعمان یا معاذ بن جبل کو ساتھ لیا اور قریش کے

حالات معلوم کرنے کے لئے ان کے ٹھکانے کی سمت چل پڑے۔ اچانک آپ کی نظر ایک بوڑھے شخص پر پڑی جس کا نام سفیان صمری تھا۔ فرمایا: ہاں اے شیخ! ذرا ہمیں محمدؐ، اس کے دوستوں اور قریش اور ان کے جتھے کے بارے میں کچھ بتاؤ؟ کہا: جب تک آپ اپنا تعارف نہیں کرائیں گے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: پہلے آپ بتائیں۔ سفیان نے کہا: مجھے اطلاع ملی ہے کہ قریش فلاں دن مکہ سے چل پڑے ہیں اگر ایسا ہے تو وہ آج فلاں منزل پر ہوں گے۔ اور یہ بھی پتہ چلا ہے کہ محمدؐ اور ان کے ساتھی فلاں دن مدینہ سے کوچ کر کے آ رہے ہیں اگر ایسا ہے تو وہ آج فلاں قریہ میں ہوں گے۔ اس نے اسی جگہ کا نام لیا جہاں آنحضرتؐ کے لشکر نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ پھر کہا: اب آپ بتائیں کہ آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟ پیغمبرؐ نے فرمایا: ”نحس من ماء“ یعنی ہم پانی سے ہیں۔ سفیان نے سمجھا کہ یہ اہل عراق ہیں کیونکہ اس سرزمین میں پانی زیادہ ہے لہذا عرب، اہل عراق کو اہل الماء بھی کہتے تھے۔ اس کے بعد رسولؐ لشکر گاہ کی طرف واپس آئے۔ رات کے وقت علیؑ کی ڈیوٹی لگائی کہ قریش کی جستجو کرے اور زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو چند دوسرے اصحاب کے ساتھ ان کے ہمراہ کر دیا۔ یہ لوگ ابھی تھوڑے فاصلے تک گئے تھے کہ انہوں نے قریش کے پانی لے جانے والے اونٹوں کو دیکھا۔ اونٹوں کے ساتھ گروہ بھاگ کھڑا ہوا ان میں سے میمۃ الحجاج کا غلام اسلم اور ابو یسار جن کا نام سعید بن العاص تھا کا غلام عریض اور امیہ بن خلف کا غلام ابو یسار اور امیہ بن خلف کا غلام ابو رافع تھا گرفتار ہوئے۔ بھاگنے والوں میں عبیر نامی ایک شخص بھی تھا۔ پہلے وہ قریش کے پاس گیا اور کہا: اے آل غالب! ابو کعبہ کے فرزند کے لوگوں نے تمہارے غلاموں کو پکڑ لیا ہے۔ قریش یہ سن کر بہت پریشان ہوئے اور اس طرف جب قیدیوں کو آنحضرتؐ کے پاس لایا گیا تو آپؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ لوگوں نے ان سے سوال کیا؟ کس کس کے غلام ہو؟ کہنے لگے: ہم پانی کی ڈیوٹی پر مامور ہیں۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ ابو سفیان کے غلام ہیں۔ اس طرح کاروان پر ہاتھ ڈالیں گے اور مال غنیمت سمیٹ لیں گے۔ پس انہوں نے ان پر سختی کی کہ سچ بتاؤ۔ ہمارا خیال ہے کہ تم

ابوسفیان کے غلام ہو۔ انہوں نے ڈر کر کہا ہم ابوسفیان کے غلام ہیں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: پہلے انہوں نے سچ بتایا تھا لیکن جب سختی کی گئی تو انہوں نے جھوٹ بول کر اپنی جان چھڑالی۔ پس آپ نے غلاموں سے سوال کیا، یہ بتاؤ کہ قریش نے کہاں ڈیرے ڈال رکھے ہیں؟ کہنے لگے اس ٹیلے کے پیچھے، عدوہ قصوی، کثیب جنہیں عتقشل بھی کہا جاتا ہے۔ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ فرمایا یہ بتاؤ کہ ان کی تعداد کتنی ہے؟ کہنے لگے، ہمیں تعداد کا علم نہیں۔ فرمایا، دن میں کتنے اونٹ ذبح کئے جاتے ہیں؟ کہنے لگے: ایک دن نو اور دوسرے دن دس اونٹ۔ فرمایا: ان کی تعداد ہزار سے کم اور نو سے زیادہ ہے۔ مزید پوچھا کہ اشراف قریش سے کون کون اس لشکر میں شامل ہے؟ کہا: ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ، ابوالختر ی، حکم بن حزام، حارث بن عامر، طعنے بن عدی، نصر بن الحارث، زمعہ بن الاسود، ابو جہل، امیہ بن خلف، حجاج کے بیٹے بنیہ اور منیہ، سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود۔

اس وقت پیامبر اکرمؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: مکہ نے اپنے جگر کو شے تمہارے اختیار میں دے دیئے ہیں۔ پس ان قیدیوں کو چھوڑ دیا گیا اور جب رات ہوئی تو آپ نے عمار بن یاسر اور عبداللہ بن مسعود سے فرمایا: اگر ہو سکے تو قریش کے لشکر کا پتہ لگاؤ۔ وہ گئے اور انہوں نے قریش کی چھاؤنی کا اچھی طرح معائنہ کیا اور واپس آ کر رپورٹ پیش کی کہ مشرکین سخت خوفزدہ ہیں۔ وہ اپنے گھوڑوں کو صہنہانے بھی نہیں دیتے کہ مبادا کسی کو ان کا پتہ چل جائے۔

اس طرف قریش نے اپنی چھاؤنی کے ارد گرد کے علاقے میں اغیار کے پاؤں دیکھے۔ منیہ بن حجاج جو پاؤں کے نشانات کی پہچان کا ماہر تھا۔ قسم اٹھا کر کہنے لگا، پاؤں کا یہ نشان ابن یاسر کا ہے اور وہ دوسرا ابن مسعود کا ہے۔ پھر انہوں نے لشکر کو جنگ پر اکسایا اور کہا لو کو! ڈرنے کی کوئی بات نہیں، یہ تمہارے حملے کی تاب نہیں لاسکتے۔ بہتر یہ ہوگا کہ انہیں قتل کرنا بلکہ قیدی بنا کر زندہ مکے لے جانا تاکہ لوگ انہیں دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور اپنے اسلاف کے دین سے انحراف کی جرات نہ کر سکیں۔ اس طرح وہ لوگوں کو تسلی دیتا اور ابھارتا رہا۔

کہا جاتا ہے کہ جہیم بن الصلب بن مجرم بن الطلب بن عبد مناف نے منزل جھم پر خواب میں دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار آ رہا ہے اس کے ساتھ ایک اونٹ بھی ہے اور آواز دے رہا ہے کہ عقبہ، شیبہ، ابو الحکم بن ہشام، امیہ اور اکابرین قریش سے کچھ دوسرے لوگ قتل ہو گئے ہیں اور اس کے بعد وہ اپنے اونٹ پر چھری پھیر کر اسے چھوڑ دیتا ہے اس کے خون کی چھینٹیں قریش کے تمام خیموں میں پہنچتی ہیں۔ جب ابو جہل کو اس خواب کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے کہا لو! بنی عبدالمطلب سے ایک اور پیغمبر نکل آیا۔ جلد ہی انہیں پتہ چل جائے گا کہ مقتول کون ہیں؟ لیکن اس طرف جب ابوسفیان کا کارواں صحیح سلامت وہاں سے گزر گیا تو اس نے قیس بن امراء اللہیس کو قریش کے پاس روانہ کیا کہ جو نہی تم لوگ کارواں کی حفاظت کے لئے مکہ سے نکل گئے یہ کارواں مکہ پہنچ چکا تھا۔

بہتر یہی ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور محمد یوں کے ساتھ جنگ نہ کرو۔ اگر لڑائی لڑنے پر مجبور ہو تو کم از کم خواتین کو واپس بھیج دو تا کہ وہ قیدی نہ بنالی جائیں۔ یہ قاصد ۳۹ میل کا سفر طے کر کے منزل ہدہ پر قریش سے جا ملا اور اس طرح اس نے ابوسفیان کا پیغام دیا۔ ابو جہل نے قسم اٹھائی کہ جب تک بدر میں داخل نہ ہوں گے، اونٹ نہ کریں گے، شراب نہ پیئیں گے اور رقص و سرور کی محفل برپا نہ کریں گے واپس نہیں جائیں گے۔ یہ اس لئے کہ ہماری شان و شوکت کا چرچا ہو جائے اور محمد یوں کے دل میں ہمارا رعب بیٹھ جائے اور پھر یہ کہ یہ تو وہی موسم ہے جس میں بدر کے مقام پر عرب اجتماع کرتے اور بازار لگاتے ہیں لہذا ہم کیوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہیں۔ پس قریش نے تمام عورتوں کو واپس مکہ روانہ کر دیا اور خود جنگ کی تیاری کرنے لگے۔

اس دوران انس بن شریق نے کہا: اے بنی زہرہ! اب جب کہ ہمارا مال و متاع صحیح سلامت ہے ابو جہل کی اتباع نہیں کریں گے۔ یہاں ہمیں ایسی تدبیر کرنا چاہئے کہ بیخ بھی نہ جلے اور کباب بھی پک جائے۔ جب رات ہوگی تو میں اپنے آپ کو اونٹ سے گرا دوں گا اور تم شور کرنا

کہ انھیں کو سانپ نے کاٹ دیا ہے لہذا اسے مکہ واپس بھیج دیا جائے۔ جب ابو جہل یہ سنے گا تو تمہیں روکنے کی کوشش کرے گا لیکن تم کہنا کہ ہم زندگی اور موت میں انھیں کو نہیں چھوڑ سکتے کیونکہ یہ ہمارا سردار ہے۔ لہذا جب رات ہوئی تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن جب بنی زہرہ کی واپسی کی خبر پیغمبرؐ کو ملی تو آپؐ نے فرمایا: ”ارشد ہم و ماکان برشید“ صحیح راستہ اختیار کیا جبکہ خود صحیح نہیں ہے بنی زہرہ کی تعداد ۵۰ تھی جو تمام آلات حرب سے لیس تھے۔ ایک اور روایت کے مطابق ان کی واپسی کے بعد قریش کے لشکر کی تعداد ۱۹۵۰ افراد رہ گئی۔

قصہ یہ کہ جب انھیں واپس مکہ آیا تو ابوسفیان سے ملا اس نے اسے ساری صورتحال کے بارے بتایا۔ ابوسفیان کہنے لگا ”یا بنی زہرہ لانی الصیر ولا فی المنفر“ اور یہ جملہ عرب میں مشہور ہو گیا۔ انھیں کو اس لئے انھیں کہا جاتا ہے کہ وہ لڑائی سے بھاگ نکلے۔ غرضیکہ ابوسفیان نے اس وقت کہا ”و اوما ہذا عمل ابن ہشام“ یہی کہا اور چونکہ اسے قریش کی پیروی کے علاوہ چارہ نہ تھا لہذا جنگی تیاری کرنے کے بعد مشرکین سے جا ملا۔ وہ جنگ بدر میں زخمی بھی ہوا اور پھر وہاں سے راہ فرار اختیار کی جس کا ذکر آگے آئے گا۔

غرضیکہ رسول خداؐ دوسرے دن کوچ کر کے سر زمین اٹیل چلے گئے اور وہاں ڈیرے ڈال دیئے اور وہاں سے کفار بھی نزدیک ہو گئے۔ جب رات پڑی تو پیغمبرؐ نے فرمایا: کون آج رات لشکر کا خیال رکھے؟ ایک شخص اٹھا اور کہا: جناب میں حاضر ہوں۔ فرمایا: تم کون ہو؟ کہا: ذکوان بن عبد قیس، فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر یہ بات دہرائی، پھر ایک شخص اٹھا، فرمایا: تم کون ہو؟ کہا: ابن عبد قیس۔ فرمایا: اپنی جگہ پر بیٹھو۔ اور پھر اپنی بات کی تکرار کی، پھر ایک شخص اٹھا اور کہا میں حاضر ہوں۔ فرمایا: کون ہو؟ کہا: میں ابوسلمع ہوں۔

اس وقت رسول خداؐ نے فرمایا: تینوں جاؤ اور لشکر کی دیکھ بھال کرو۔ ابوسلمع نے عرض کیا: تینوں دفعہ میں ہی کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو اپنے نام، لقب اور کنیت سے متعارف کر دیا تھا۔ پیغمبرؐ نے اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ اور اس طرح وہ لشکر کی حفاظت کی ڈیوٹی مستعدی

سے انجام دینے لگا۔ مسلمان پانی سے بہت دور تھے انہیں وضو، غسل اور دوسرے کاموں کے لئے پانی کی شدید قلت محسوس ہو رہی تھی۔ شیطان ان کے دل میں وسوسے ڈالتا تھا کہ اگر تم مسلمان ہو اور رسول خدا تمہاری فتح کی اطلاع دے رہے ہیں تو تم کیوں پیاسے ہو اور کفار سیراب ہیں۔ جب مسلمانوں میں اس سوچ نے جنم لیا تو وہ واقعی گھبرا گئے۔ اس دوران بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے جل تھل ہو گیا۔ اب مسلمانوں کا ایک بڑا مسئلہ حل ہو گیا۔ ان کے لئے نہ صرف رفع حاجت میں آسانی ہو گئی بلکہ ریگستانی زمین بھی سخت ہو گئی جس پر چلنا آسان ہو گیا۔ جبکہ کفار مشکل میں پڑ گئے کیونکہ جہاں ان کا قیام تھا وہاں مٹی والی زمین تھی لہذا ان کے لئے اس میں چلنا دو بھر ہو گیا اور یہ آپت مبارکہ اس موقع پر نازل ہوئی۔

”إِذْ يُغَشِّمُ الْمَعَايِمَ مِنْهُ وَنَزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءٌ يُبَكِّرُكُمْ“..... قرآن

کریم (۸-۱۱)

اس کے معانی کا خلاصہ یہ ہے کہ سونے کے پہلے اوقات میں تم پر بارش برسی تاکہ تمہاری گندگی کو پاک کرے اور تمہارے دلوں کو استحکام بخشنے اور تمہارے قدموں کو استقرار۔ اس آیت سے مسلمانوں کی قلبی کیفیت مضبوط ہو گئی اور پھر صبح وہاں سے کوچ کر گئے۔ رمضان کی سترہ تاریخ کو بدر کی سرزمین پر وارد ہوئے۔ رسول خدا نے فرمایا: پہلے کنوئیں کے قریب ڈیرے ڈال دو۔ حباب بن المنذر نے عرض کیا: کیا حکم خدا ہے یہاں ڈیرے ڈال دیں۔ پیغمبر نے فرمایا: حکم نہیں آیا۔ عرض کیا: اگر اجازت دیں تو آخری کنوئیں کے قریب جا وارد ہوں اور اپنے گروہ کے لئے پانی بھی وہاں سے نکالیں اور دوسرے کنوئیں بند کر دیں۔ تاکہ ہماری اور دشمن کی لڑائی پانی پر نہ ہو۔ جبرائیل آگئے اور عرض کیا: حباب کی رائے کو اہمیت دیں۔ پس رسول خدا نے ایسے ہی کیا۔ آپ نے ماسوائے ایک کنوئیں کے سارے کنوئیں کو بند کر دیا۔ آپ کا لشکر اس مقام پر ٹھہرا۔ اور اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے پانی نکالنا شروع کیا۔ چونکہ وہاں رسول خدا کچھ دیر کے لئے سستائے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ لشکر کا شیرازہ بکھر گیا اور پیغمبر کے نزدیک صرف

تھوڑے لوگ رہ گئے ہیں۔ اس کی تعبیر یہ تھی کہ قریش فرار کر جائیں گے اور مسلمان ان کا پیچھا کریں گے۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا:

”رَاٰذِبًا يَّكْفُرُ بِاللّٰهِ مِنَ الْمَكِّ قَلِيْلًا وَّكُوْا رِيْكَهْمْ كَيْفَ اُرْكَبْتُمْ وَاَنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ.....“ قرآن کریم (۸)۔

(۴۵)

یعنی خداوند تعالیٰ نے خواب میں انہیں کم کر کے دکھایا اور اگر ان کی تعداد زیادہ کر کے دکھائی جاتی تو لشکر اسلام ڈر جاتا، اسی طرح وہ اپنے کام متحد و متفق ہو کر انجام نہ دے پاتے۔ یہاں بہتر یہ ہے کہ رسول خدا کی مدینے سے بدر تک کی منازل کا ذکر کر دیا جائے۔

چونکہ آپ کا ارادہ کاروان قریش کا پیچھا کرنا تھا لہذا آپ نے مدینہ سے مکہ جانے والے روٹ پر سفر کرنا تھا۔ اس طرح آپ کی منزل ”نقب“ پڑتی تھی اور دوسری عقیق، تیسری ذوالخلیفہ، چوتھی ذات الحیش، پانچویں تربان، چھٹی ملل، ساتویں عمیس الجمامیم، آٹھویں صحیرات العمام، نہویں سیالہ، دسویں فح الروحا، گیارہویں شنو جو بعرق بنی النطیہ کے نزدیک ہے۔ وہاں ایک اعرابی آیا۔ اسے کہا گیا کہ رسول خدا پر سلام کرو۔ اس نے سلام کیا اور عرض کیا: اگر آپ رسول خدا ہیں تو جو کچھ میرے ناقہ کے پیٹ میں ہے اس کے بارے میں بتاؤ۔ سلمہ بن سلامۃ بن وحش نے کہا: یہ سوال پیغمبر سے مت کرو۔ آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ اس طرح کرو ناقہ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرو تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ اس کے اندر بکرا ہے یا بکری کا بچہ!

رسول خدا نے ارشاد فرمایا: ”ای سلمۃ مہ فحشفت علی الرجل“

یعنی اے سلمہ! خاموش رہو۔ تم نے اسے گالی دے دی ہے۔ پس سلمہ نے اس سے درگزر کیا۔ بارہویں بئر روحا، اس منزل سے ابن اریقط جو انصار کا ساتھی تھا۔ رسول خدا کے فرمان کے مطابق جہنیہ گیا۔ اور کاروان قریش کے چلے جانے کی اطلاع لے کر آیا۔ پس رسول خدا نے راہ مکہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور دائیں جانب سے منزل نازیہ پر آئے اور بدر کی طرف چل پڑے۔ آپ رحقان کی سرزمین پر پہنچے جو مضمیق صفر اور نازیہ کے درمیان واقع ہے۔ اس طرح

آپ صفر کے نزدیک مصیق کی سرزمین پر اتر پڑے اور آپؐ نے اسی منزل سے بسبس بن عمرو جہنی اور عدی بن ابی الزغباء کو جو بنی ساعدہ اور بنی النجار کے ساتھی تھے جاسوسی کے لئے بدر کی طرف روانہ فرمایا۔ وہاں سے ذفران کی سرزمین پر اترے اور یہاں جبرائیلؑ اترے اور قریش پر فتح و نصرت کی بشارت یا کارواں کے ہاتھ لگنے کی خوشخبری لائے اور اسی مقام پر پیغمبرؐ نے اصحاب سے مشورہ کیا۔ وادی ذفران کے بعد اصافر کے ٹیلوں تک پہنچے اور وہاں نشیب کی طرف چلے اور ریگستانی سرزمین ”دبہ“ کو عبور کر کے ریت کے ایک بڑے ٹیلے جس کا نام کثیب حنان ہے، کو اس سے اپنے دائیں ہاتھ پر رکھتے ہوئے بدر جا پہنچے۔

قصہ یہ کہ جب تمام لشکر نے ڈیرے ڈال دیئے تو پیغمبرؐ نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر ان تمام مقامات کی نشاندہی کی جہاں اکابرین قریش قتل ہونے لگے تھے فرمایا ”ہذا مصرع فلان“

پیغمبر اسلامؐ کے لئے ساتبان بنانا:

اس وقت سعد بن معاذ نے عرض کیا: اگر آپؐ اجازت دیں تو آپؐ کے لئے کھجور کی لکڑی سے ساتبان تیار کریں جس کے نیچے آپؐ سستائیں؟ اور چند گھوڑے اور اونٹ آپؐ کے پاس چھوڑ دیں تاکہ اگر کوئی گڑبڑ ہو جائے اور دشمنوں کی مدد آجائے تو ان میں سے ایک سواری پر بیٹھ کر آپؐ مدینہ کے لئے روانہ ہو جائیں کیونکہ ہمارے دوست جو مدینہ میں ہیں ہماری طرح آپؐ پر جان دیتے ہیں۔ اگر انہیں پتہ چل جاتا کہ آپؐ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں تو وہ ہرگز پیچھے نہ ہٹتے پیغمبرؐ نے اسے دعائے خیر دی۔ پس اس نے ساتبان بنایا اور سواریاں باندھ دیں۔

کفار کا بدر کی سرزمین پر ورود:

اب دشمن کا لشکر دکھائی دینے لگا۔ یہ لشکر پہلے ایک ٹیلے پر ظاہر ہوا۔ مسلمانوں کا لشکر بھی انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کی نظر میں کفار کا لشکر بہت معمولی اور قلیل تعداد میں دکھائی دیا۔ اس طرح کفار کی نظر میں وہ قلیل دکھائی دیئے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”وَإِذْ يُرِيدُ لِيُكَلِّمَهُمُ إِذِ اتَّخَذُوا حَمِيماً فَتَقَالَتْ فِي أَعْيُنِهِمْ فِي آيَاتِنَا وَمَا كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ مَقْبُولٌ“ قرآن کریم (۸-۴۶)

خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی نظر میں مسلمان بہت قلیل تعداد میں دکھائی دیئے اسی طرح مسلمانوں کی نظر میں کفار بھی بہت قلیل تعداد میں نظر آئے۔ لیکن چونکہ رسول خدا ان کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ لہذا فرمایا:

”اللهم هذه قریش قد اقبلت بخيلاً بها وفخرها تحادك وتكذب رسولك، اللهم فصر ك الذي وعدتني“

بارالہا! یہ قریش جو اس گھمنڈ سے چلے آ رہے ہیں اور تجھ سے جنگ کا ارادہ رکھتے اور تیرے رسول کو جھٹلاتے ہیں۔ الہی میں تیرے وعدے کی بنا پر تجھ سے نصرت کا طالب ہوں۔ قصہ یہ کہ قریش نے جب پیغمبر کے لشکر کا نظارہ کیا تو وہ ٹیلے کے پیچھے چلے گئے وہ پانی سے دور تھے۔ چنانچہ اس بات کی گواہی یہ آیت دیتی ہے:

”إِذْ أَتَى الْمُؤْمِنُ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْبُيُوتِ وَالرَّسُولُ الْمَكْتُومُ“ قرآن کریم (۸-۴۳)

اور آپ ایک کنارے پر تھے اور وہ دوسری طرف، پانی سے دور اور سوار آپ سے اترائی میں تھے۔ لامحالہ چونکہ قریش کا پانی کے بغیر گزارنا نہ تھا۔ ان میں سے ابو جہل کے گروہ سے چند افراد آگے بڑھے تا کہ مسلمانوں کے پانی سے مستفید ہوں تو مسلمانوں نے مزاحمت کرنے کا ارادہ کیا تو پیغمبر نے فرمایا: چھوڑو تا کہ یہ جی بھر کر پانی حاصل کر لیں۔ کہا جاتا ہے کہ جس کا فرنی وہ پانی پیایا تو مارا گیا یا قیدی بنا۔ الا حکیم بن حزام جو اس معرکے میں وہاں سے فرار ہو گیا تھا اور بعد میں مسلمان ہوا جب تک زندہ رہا۔ قسم اٹھاتا اور کہتا تھا: اس خدا کی قسم! جس نے مجھے بدر کے دن نجات عطا فرمائی۔

قصہ یہ کہ اسود بن عبداللہ مخزومی نے قسم اٹھائی کہ میں جاؤں گا، مسلمانوں کے کنوئیں

سے پانی پی کر ان کے کنوئیں کو گندا گروں گا اور اگر میں اس راہ میں مارا بھی گیا تو مجھے پرواہ نہیں۔ وہ یہ کہہ کر کنوئیں کی سمت بڑھا حذرہ بن عبدالمطلب نے تلوار کھینچی اور آگے بڑھ کر اس پر حملہ کر کے اس کی پنڈلی زخمی کر دی۔ وہ کہنیوں اور سینے کے بل ریگلتا ہوا جا رہا تھا تا کہ کنوئیں میں تھوک دے اور اپنی قسم پوری کرے۔ اس نے ایسا ہی کیا اتنے میں حذرہ نے ایک مرتبہ پھر اس پر وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ اب تک دونوں طرف سے لشکر چپ چاپ تھے گویا سکوت طاری تھا۔

اس وقت مشرکین نے عمیر بن وہب کو ایک جتھے کے ساتھ باہر بھیجا تا کہ اسلامی لشکر کے بارے میں معلومات اکٹھی کرے بلکہ ان کی تعداد بھی معلوم کرے۔ پس عمیر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور مسلمانوں کے لشکر کے ارد گرد چکر کاٹتا ہوا واپس قریش کے پاس چلا گیا۔ اور انہیں رپورٹ پیش کی کہ ان کی تعداد تین سو کے لگ بھگ ہے۔ ایک مرتبہ پھر گیا اور اچھی طرح نظر دوڑائی کہ کہیں دشمن گھات لگائے ہوئے تو نہیں، واپس آ کر رپورٹ دی کہ ایسی بات نہیں اور ان کی تعداد میری بتائی ہوئی تعداد سے زیادہ نہیں لیکن

قد رأیت البلیا تحل المنایا نواضح یثرب تحل السم الناقع، اما تر و نم خرسا لا یتکلمون
 یتلمظون تلمظ الافاعی؟ ما لہم بجا الا سیوفہم و ما رہم یولون حتی یتقتلوا و لا یتقتلون، حتی یتقتلوا بعد دہم،
 فاروارا کیم“

ان کے اونٹوں نے موت کا بار لا دا ہوا ہے۔ ان کے بار میں مہلک زہر ہے۔ دیکھتے نہیں ہو کہ چپ سادھے ہوئے اور زہریلے سانپ کی مانند اپنی زبان کو اپنے منہ میں گھما رہے ہیں۔ یہ تلواروں کے سائے میں پناہ لئے ہوئے ہیں یہ جنگ سے منہ نہیں موڑیں گے یہاں تک کہ قتل ہو جائیں اور اس وقت نہیں مریں گے جب تک اپنی تعداد کے برابر دشمنوں کو نہ کاٹ دیں۔ اس کام میں اچھی طرح دیکھ بھال کر ہاتھ ڈالیں کیونکہ ان کے ساتھ جنگ کرنا اتنا آسان کام نہیں ہوگا۔

جب حکیم بن حزام نے یہ بات سنی تو عتبہ کی طرف رخ کر کے کہا، اے ابوالولید! کیا تم

چاہتے ہو کہ تمہارا ذکر خیر تمہارے مرنے کے بعد باقی رہے؟ کہا: میں کیا کروں؟ کہا عمرو بن
 الحضرمی کی دیت اپنے سر لو اور لوگوں کو لڑائی سے بچا کر واپس لے چلو۔ اس نے کہا: ایسا ہی
 کرتا ہوں اس نے حکیم سے کہا: اگر تم کر سکتے ہو تو ایسا کرو کہ ابن حنظلہ یعنی ابو جہل سے کہو کیا تم اتنا
 بھی نہیں کر سکتے کہ لوگوں کو واپس لے جاؤ اور محمدؐ اور ان کے ساتھیوں سے جو تمہارے بیچا کی اولاد
 ہیں، خواہ مخواہ کی لڑائی مول نہ لو؟ ابو جہل کی ماں کا حنظلہ تھا۔ یہ بنی نہشل بن دارم بن مالک بن
 حنظلہ کی جماعت سے تھی۔ حکیم نے یہ باتیں سنیں تو ابو جہل کے قریب آیا اس وقت وہ اپنی زرہ اور
 دوسرے جنگی ساز و سامان کو تربیت دے رہا تھا، عامر بن الحضرمی نے اس کے سر پر کھڑے ہو کر
 کہا: میں نے بنی عبد شمس سے جو وعدہ کیا تھا اسے توڑا اور آ کر بنی مخزوم جو ابو جہل کا قبیلہ ہے،
 وابستہ ہو گیا۔ شاید میرے بھائی عمرو بن الحضرمی کا خون ضائع نہ جائے، غرضیکہ حکیم نے عتبہ کا
 پیغام ابو جہل کو پہنچایا۔ ابو جہل نے جواباً کہا: اسے تمہارے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں ملا جسے میرے
 پاس اس پیغام کو پہنچانے کے لئے بھیج دیا۔ ’’تم تضحیح سحرہ‘‘ یعنی گھبرا گئے۔ یہ جملہ اس وقت کہا جاتا ہے
 جب کوئی بد دل ہو گیا ہو اور کہا: دراصل عتبہ کو ڈر ہے کہ اس کا بیٹا کہیں محمدؐ سے جا ملے گا اور اسی کے
 ساتھ مدینہ چلا جائے گا، اور اسے یہ دھڑکا بھی لگا ہوا ہے کہ اگر وہ ہار گئے تو کہیں ان میں حذیفہ بھی
 نہ مارا جائے۔ پس حکیم بن حزام عتبہ کی طرف واپس آیا اور وہ اس وقت دس اونٹ لشکر یوں کے
 حوالے کر رہا تھا تا کہ انہیں نحر کریں۔ کیونکہ ایک روایت کے مطابق آج کے دن اس کی باری تھی۔
 غرضیکہ جب حکیم ابو جہل کا پیغام دے ہی رہا تھا کہ خود ابو جہل بھی آٹکا۔ عتبہ نے اس
 کی جانب مڑ کر کہا: ’’یا مصضر الاست‘‘ میری برائی بیان کرتے ہو، پتہ چل جائیگا کہ کس کی ہمت
 جواب دے گئی ہے۔ اور پھر یہ شعر پڑھا۔

فبشری بالشکل ام عمروی

هذا حباي وامرت امری

یعنی اے وہ شخص جس کی نشست گاہ سے ڈر کی وجہ سے آواز دینے والی گیس خارج
 ہو رہی ہے اور بعض روایت کرتے ہیں: چونکہ بچپن میں جب ابو جہل رسولؐ سے کشتی لڑتا تھا تو اس

کی نشست گاہ کی ایک رگ پھٹ جاتی اور اس سے خون بہنے لگتا جس سے اس کی شلوار رنگین ہو جاتی پھر یہ زعفران مل کر ان نشانات کو مٹانے کی کوشش کرتا کیونکہ عربوں میں زعفران رنگنے کی رسم بھی تھی۔ اس طرح لوگ ابو جہل کو مصفر الاست زرد نشست گاہ والے، کے نام سے پکارتے تھے۔ قصہ یہ کہ ابو جہل عتبہ کی باتیں سن کر آپے سے باہر ہو گیا۔ اور دیوانہ وارا اپنی جگہ سے اٹھا اور تلوار نکال کر گھوڑے کی پیٹھ پر دے ماری۔ ایما بن رخصہ بولی: گھوڑے کو اس طرح حقیر کرنا بدشگونی ہے۔ اس وقت ابو جہل کو جنگ ابھارنے کی ایک اور تدبیر سوچھی۔ اس نے عامر بن الحضرمی کو پیغام بھیجا کہ تیرا ساتھی عتبہ لوگوں کو جنگ سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا ہے اور میں تمہارے بھائی کے خون کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ اب عامر تو جانو اور تمہارا کام۔ جو نبی عامر نے یہ بات سنی تو اس نے پگڑی اتار پھینکی اور چلانے لگا۔ ”واعمر واہ“ وہ ہائے عمر و، ہائے عمر کہتے ہوئے سارے لشکر کے چکر لگا رہا تھا۔ اب لوگوں کے جذبات بھڑک گئے اور ان کے دلوں میں کینہ بھر گیا۔ ابو جہل کا تیر ٹھیک نشانے پر لگا۔ اب اس نے لشکر کے سامنے کھڑے ہو کر یہ جملہ بولے:

”یا رب انصر احب من لفتین الیک، اللھم رینا دینا القدیم و دین محمد الحدیث، فای

الدینین کان احب الیک وارضی عندک، فانصر اھلہ الیوم“

دو لشکروں کی صف آرائی:

مشرکوں کے تین علم تھے: ایک طلحہ بن ابی طلحہ اور دوسرا ابو عزیز بن نمیر اور تیسرا نضر بن الحارث کے پاس تھا۔ اور یہ تینوں بنی عبدالدار تھے۔ اس طرف رسول خدا نے بھی تین علم باندھے ہوئے تھے۔ آپ نے مہاجرین کا علم مصعب بن عمیر بن ہشام بن عبد مناف بن عبدالدار کو عطا کیا ہوا تھا۔ اور خزرج کا علم حباب بن المنذر کے حوالے کیا ہوا تھا، اس کا علم سعد بن معاذ کو عطا کیا اور فرمایا مہاجرین کا نعرہ (Code word) یا بنی عبدالرحمن ہے اور خزرج اور اس کا نعرہ ”یا بنی عبداللہ“ ہے اور ایک دوسری روایت کہتی ہے کہ تمام اسلامی لشکر کا نعرہ ”یا منصور امت“ تھا۔ یعنی اے غازی موعود اپنے دشمن کی گردن اڑا دے۔ اسی اثناء میں پیغمبر ایک لکڑی لے کر صفوں کو درست کرنے لگے

جب آپؐ کا گزر سواد بن عزیز کے پاس سے ہوا تو آپؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس کی صف درست نہیں تھی۔ آپؐ نے لکڑی کا سرا اس کے سینے سے لگایا اور فرمایا: اے سواد صف درست کرو۔ سواد نے عرض کیا: یا رسول اللہ: آپؐ تو حق کے ساتھ آتے ہیں اور مجھے آپؐ نے ناحق چوٹ لگائی ہے۔ لہذا قصاص دیں۔ پیغمبرؐ نے اپنے سینہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر فرمایا: سواد قصاص لو، سواد دوڑے اور انہوں نے آنحضرتؐ کے سینہ کا بوسہ لیا اور کہا: دراصل میں اپنے آپ کو موت کے قریب پار رہا تھا تو چاہا کہ اس آخری وقت میں میرا بدن آپؐ کے بدن مبارک کو مس کر لے۔ رسولؐ نے آپؐ کو دعائے خیر دی۔

پھر رسولؐ نے عوام الناس کی طرف رخ کر کے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

”اما بعد فانی احکم علی ما حکم اللہ علیہ و اہل بیوتہ و اہل دینہ و اہل ارضہ و اہل سماواتہ فان اللہ عظیم شانہ یا مہربان الحق و محب الصدق و یعطی علی الخیر اھلہ اعلیٰ منازلتہم عندہ، بہ یذکرون و بہ یتفاضلون و انکم قد اصحتم بمنزل من الحق، لا یقبل اللہ فیہ من احد الا ما اذنہ“

یہ جہد وان الصبر فی مواطن الباس مما یفرج اللہ بہ الھم و تنجی بہ من الغم، تد رکون بہ النجاة فی الاخرۃ، فیکم نبی اللہ یحذرکم و یامرکم فاستحیوا الیوم ان یطلع اللہ علی شیء من امرکم یمتحنکم علیہ فانہ تعالیٰ یقول: ”کم کتبت اللہ اکبر من منکم انفسکم“ قرآن کریم (۴۰-۱۰) انظر و الی الذی امرکم بہ من کتابہ و اراکم من آیاتہ و ما عزکم بہ بعد الذلۃ، فاستمسکوا بہ، یرض ربکم عنکم و ابلوا ربکم فی ہذہ المواطن امر استوجبوا بہ الذی وعدکم من رحمۃ و مغفرۃ، فان وعدہ حق و قولہ صدق و عقابہ شدید و انما اذاتم اللہ الحی القیوم۔ الیہ الجانا ظہورنا و بہ اعصمنا و علیہ توکلنا و الیہ المصیر و یغفر اللہ لی و للمسلمین“

آپؐ نے اپنے جانبازوں سے یہ بھی فرمایا کہ جب تک میں حکم نہ دوں کوئی بھی حملہ نہ کرے۔ اگر آپؐ کی طرف حملہ آور ہوں تو تیر چلاؤ اور ایسی حکمت عملی اختیار کریں کہ آپؐ کے تیر ختم نہ ہوں۔ اس کے بعد اپنے ساتبان کی طرف آئے اور ابو قحافہ کا بیٹا بھی آپؐ کے ہمراہ ساتبان کی طرف گیا اور سعد بن معاذ بعض دوسرے انصار کے ساتھ ساتبان کے باہر آپؐ کی

حفاظت و نگہبانی کی خاطر اسے گھیرے رہے، اس وقت رسول خداؐ نے مسلمانوں کے حوصلے بڑھانے کے لئے یہ آیت تلاوت فرمائی:

”إِن يَكُوۡرِا۟لۡلۡسَامِ فَانۡجَحۡ كَمَا وُتُوۡا كُلُّ عٰلِي اللّٰهِ اِنَّهُۥ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيۡمُ“ قرآن کریم (۸-۶۳)

یعنی اگر وہ صلح پر اتر آئیں تو آپ بھی صلح کریں وہ خدا جو سننے والا اور جاننے والا ہے پر بھروسہ کرو۔ اگرچہ آپ کو پتہ تھا کہ قریش صلح کرنے والے نہیں لیکن اتمامِ حجت کی غرض سے عمر بن الخطاب کو ان کی طرف بھیجا اور پیغام دیا کہ ہمیں جنگ میں پہل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ آپ میرے رشتہ دار اور قریبی ہیں۔ آپ بھی میرے پیچھے ہاتھ دھو کر نہ پڑیں اور میرا معاملہ دوسرے عربوں پر چھوڑ دیں اگر میں ان پر غالب آ گیا تو آپ کے لئے فخر کی بات ہوگی اور اگر انہوں نے میرا کام کر دیا تو اس طرح آپ اپنی مراد کو پہنچیں گے اور آپ کا کوئی نقصان بھی نہیں ہوگا۔ عمر گئے، انہوں نے قریش کی صفوں کے نزدیک جا کر یہ پیغام پہنچایا ان میں سے عتبہ نے زبان کھولی اور کہا: اے جماعت قریش! جو کوئی ضد پر اڑا رہے گا اور محمدؐ کا پیغام پر کان نہیں دھرے گا، کامیاب نہیں ہوگا۔ عتبہ اس دن سرخ بالوں والے اونٹ پر سوار تھا۔ پیغمبرؐ اپنی صفوں کا نظارہ کر رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

”ان یک فی احد من القوم خیر، فی صاحب الجمل الاحمر ان یتبعوہ یرشدوا“

اگر قریش اس سرخ بالوں والے اونٹ سوار کی بات پر عمل کریں تو نجات پائیں گے اور عتبہ اسی طرح قریش کی صفوں میں گھوم رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

”یا معشر قریش.....“

اے قریش: میری بات مان لو اور محمدؐ جو آپ کا چچا زاد، آپ سے بہتر اور اکابرین میں سے ہے، چھوڑ دو وطنِ نخلہ کے مقام پر آپ کا جو مال ضائع ہوا میں اپنے ذمہ لیتا ہوں کہ ادا کروں گا اور اسی طرح عمرو بن لُحَیْمِ کے خون کی دیت بھی میں ادا کروں گا۔

جب ابو جہل نے یہ منظر دیکھا تو اسے کھٹکا لگا کہ کہیں یہ عوام الناس عتبہ کی بات مان کر

پلٹ نہ جائیں اور اس طرح وہ اس اقدام کا کریڈٹ بھی نہ لے لے، چیخ اٹھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا، ہاں، اے عتبہ یہ تم نے کیا گڑبڑ پھیلا دی ہے؟ عتبہ نے بگڑ کر کہا: مجھے بزدل اور ڈرپوک کا خطاب دینے والے اسی کے ساتھ اپنے اونٹ سے نیچے اتر آ اور ابو جہل سے بھی کہا کہ ذرا نیچے اترو تو تمہیں دیکھوں۔ پہلے ہم دونوں لڑائی لڑتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ پتہ چل جائے کہ ہم میں بزدل کون ہے اور بہادر کون ہے؟ قریش کے اکابرین آگے بڑھے اور انہوں نے ان دونوں کو الگ کیا۔ ابو جہل ابو الحکم کے نام سے مشہور تھا۔ البتہ اس میں جو جہالت تھی اس بنا پر اسے ابو جہل کہا جاتا تھا اور حسان بن ثابت نے اس کے لئے یہ اشعار کہے:-

سماہ مغیرۃ با حکم	واللہ سماہا با جہل
فما یحیی الذہر معترأ	الاومر جل جہلمہ یغلی
الوقت ریاستہ لمغیرۃ	غضب الالہ وذلتہ الاصل
ان ینتصر یدمی الجبین	وان یلبث قلیلاً یعود بالرجل
قد رانی الشعراء فاقلوبوا	عنی بانوق ساقط الحصل
وہصدنی للمحمون کما	صد البرکارۃ عن حری الفحل

لڑائی کی ابتدا:

اب لڑائی نے زور پکڑا اور دونوں طرف سے جنگجو جوش میں آگئے۔ صحابہ میں سے چار افراد نشانہ باز تھے، جنہوں نے سر پر کپڑا باندھ رکھا تھا، علی نے سفید، ابو دجانہ نے سرخ، زبیر نے زرد رنگ کا کپڑا اور حمزہ نے ستر مرغ کے پر باندھ رکھے تھے۔

قصہ یہ کہ پہلے عتبہ میدان میں اتر اسے اس بات کا غصہ تھا کہ ابو جہل نے اسے بزدل کہا ہے۔ پس اس نے ہانپتے کانپتے ہوئے زرہ پہنی اور چونکہ اس کا سر بڑا تھا لہذا اس کے سر پر کوئی خود پوری نہ آئی اور وہ عمامہ باندھ کر میدان میں آ گیا۔ اس نے اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کو بھی حکم دیا کہ اس کے ساتھ میدان میں اتر آئیں اور اس کے ساتھ لڑائی میں شریک ہوں۔ پس

یہ تینوں گھوڑوں پر سوار ہو کر دونوں لشکروں کے درمیان اپنی شان و شوکت دکھانے کے لئے ادھر سے ادھر آنے جانے لگے۔ انہوں نے لاکھوں مسلمانوں کی طرف سے حارث کے بیٹے عوف و معوذ اور عبداللہ بن رواحہ نیرد آزماؤں کے لئے میدان میں اترے۔ عتبہ نے کہا: تم کون ہو؟ اور کس قبیلے سے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم انصاری ہیں۔ عتبہ نے کہا: آپ کا اور ہمارا کوئی مقابلہ نہیں اور ہم آپ سے جنگ نہیں کریں گے۔ اس نے پکارا: اے محمد! بنی اعمام سے کسی کو باہر نکالو تا کہ ہم ان سے لڑائی لڑیں۔ کیونکہ ہم پلہ نیرد آزماؤں کی لڑائی کا مزہ آئے۔ اب رسول خداؐ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ پہلے انصاری میدان جنگ میں کودیں۔ پس آپؐ نے علیؑ، حمزہ بن عبدالمطلب اور عبیدہ بن الحارث بن المطلب بن عبدمناف کو لڑائی کی اجازت مرحمت فرمائی اور یہ تینوں پھرے ہوئے شیروں کی مانند میدان میں کود پڑے

اور حمزہ بولے:

”اما حمزہ بن عبدالمطلب اسد اللہ و اسد رسولہ،

پھر عتبہ نے کہا: عتبہ کفو کریم وانا اسد الخلفاء، اس طرح عتبہ نے اپنے آپ کو سید حلفاء مطہرین شمار کیا اور یہ بنی عبدمناف اور بنی اسد بن عبدالعزیٰ و بنی تیم و بنی زہرہ و بنی الحارث بن فہر ہیں جو پانچ قبیلے تھے اور انہوں نے متفقہ طور پر حلف اٹھایا ہوا تھا، جو ایک الگ بحث ہے۔ قصہ یہ کہ امیر المومنینؑ کی مڈ بھڑ ولید سے ہوئی، حمزہ کا تصادم شیبہ سے ہوا اور عبیدہ نے عتبہ کو جالیا پس علیؑ نے یہ رجز پڑھا۔

أَنَا بَنِي ذِي الْحَوَاضِ عِنْدَ الْمُطَلِّبِ وَكَأَشْمِ الْمُطْعِمِ فِي الْعَامِ السَّعْبِ
أَوْ فِي بَيْثَاتِي وَأَرْحَمِي عَمَّنْ حَسِبِ

میں اُس عبدالمطلب کا فرزند ہوں جس کے دو حوض ہیں اور اس ہاشم کا بیٹا ہوں جو قحط اور بھوک کے زمانے میں لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا میں اپنے وعدے کو وفا کرتا ہوں اور اپنے خاندان کا دفاع کرتا ہوں۔ آپؐ نے ولید پر وار کیا۔ اور اس پر زمین تنگ کر دی۔ آپؐ نے پہلے ہی حملے

میں اس کا بایاں بازو کاٹ ڈالا۔ پس ولید نیچے جھکا اور اس نے دائیں ہاتھ سے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا اور علی پر وار کرنے کے لئے بڑھا اور آنحضرت کے سر پر ایسا وار کیا کہ آپ فرماتے ہیں گویا میرے سر پر آسمان ٹوٹ پڑا۔ اب وہ اپنے باپ عتبہ کی طرف بھاگا لیکن علی نے اسے جالیا اور اسے اس کی ران پر دوسرا زخم لگایا کہ اسی لمحے وہ جان کی بازی ہار گیا۔ علی نے کفار کی جانب رخ موڑ کر فرمایا:

قد عرف الحرب العوان انی	معی سلاجی ومعی بنی
بازل عاتین حدیث سن	وصارم یذہب کل ضغن
سرخ اللیل کانی جنی	اقصی بکل عدو عنی
استقبل الحرب بکل فن	لمثل هذا ولد تنی امی

ان کا مفہوم ہے کہ جنگ پہلے سے جانتی ہے کہ اسلحہ اور ڈھال میرے ہمراہ ہے۔ میں ایک نہایت طاقتور جوان ہوں جس کی تلوار بغض و کینہ کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ راتوں کو نہیں سوتا اور دشمن کو ایک پر کی مانند کاٹ کر دوڑ پھینک دیتا ہوں۔ میں اپنے تمام وسائل اور ہتھیاروں کے ساتھ میدان کا رخ کرتا ہوں۔ مجھے ماں نے اسی کام کے لئے جنا ہے۔

عبداللہ بن رواحہ نے یہ اشعار کہے:

لمیسن علیا یوم بدر حضورہ	ومشہدہ بالخیر ضربا مرعبا
وکان لہ من مشہد غیر خال	یظلل لہ راس الکمی مجدلاً
وعاد کبش القوم فی القاع ثویاً	تخال علیہ الزعفران المعمللاً
صریعا ینوء الشعمان براسہ	وعد نوالیہ الفصیح طولالتا کلا

حسان بن ثابت کے دو شعر بھی ملاحظہ ہوں۔

ولقد راہت غداً بدر عصبہ	ضربوک ضرباً غیر ضرب الکھر
اصحبت لاندعی لیوم کربہ	یا عمر دام الحسیم امر منکر

حسان بن ثابت کے ان اشعار کے جواب میں بنی عامر کے لوگوں نے چند اشعار کہے جن میں علی کی شجاعت و دلادوری کا ذکر ہے۔

کذبتتم و ہیبت اللہم لتقتلونا	ولکن سیف الہامین فاتخروا
سیف ابن عبد اللہ احمد فی الوعا	یکف علی نلتتم ذاک واقصروا
ولم تقتلوا عمرو بن ودد لابنہ	ولکنہ الکفو الکریم الغصنفر
علی الذی فی الفخر طال شادہ	فلا مکفر والدعوی علیہ قفخر وا
بہد رخر جتم للمرا از فرد کم	شیوخ قریش جہرۃ فاتخروا
فلما اتیم حمزہ وعبیدہ	وجاء علی بالمہند حنظل
فتالوا نعم اکفاء صدق فاقبلوا	الہیم سراعاً اذ بغوا و تحجروا
فجال علی جولۃ ہاشمیہ	فدمر ہم لماعتو او تکبروا
فلیس لکم فخر علینا بغیرنا	ولیس لکم فخر یعدو یدکر

حسان بن ثابت کا تعلق مدینہ کے انصار سے تھا۔ آپ نے اپنے اشعار میں مسلمانوں کی بہادری کا تذکرہ کر کے کفار پر اپنی برتری جتلائی ہے۔ اس کے جواب میں بنی عامر کے ایک شخص نے جو اہل مکہ سے ہے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

خانن خدا کی قسم جھوٹ بولتے ہو تم نے ہمیں قتل نہیں کیا، جاو علی کی تلوار اور اس کے زور بازو پر فخر کرو۔ تم نے عمرو بن عبدو اور اس کے بیٹے کو قتل نہیں کیا بلکہ جری شیر علی نے قتل کیا ہے۔ آپ جگہ بدر میں میدان میں آئے لیکن اکابرین قریش نے آپ کے ساتھ لڑائی نہیں لڑی بلکہ جب حمزہ، عبیدہ اور علی اپنی ہندی تلوار کے ساتھ میدان میں کودے تو لڑائی پر آمادہ ہوئے اور ان سے جنگ لڑی۔ وہاں پر بھی علی نے ہاشمی وار کیا اور سب کو خاک و خون میں ملا دیا۔ لہذا تم پر جو فخر جتلاتے ہو وہ ہمارے اپنوں کی وجہ سے ہے۔

اب اصل واقعہ کے طرف لوٹتے ہیں۔ اب علی نے یہ رجز پڑھا۔

”ذُنْبًا وَتَعْنَا لَكَ يَا اَبْنِي عَلِيٍّ
اَسْتَبِيكَ مِنْ كُفَا سِ الْمُنَا يَا خَيْرَ بَنِي

قُلَا اَبَا بِي اِهْدَا كِ خَيْرَةً

لیکن حمزہ اور شیبہ ایک دوسرے کو چیت کرنے میں لگے تھے وہ ایک دوسرے پر اتنے شدید وار کرنے لگے کہ ان کی تلواریں ناکارہ ہو گئیں اور ڈھالیں ٹوٹ گئیں۔ پس انہوں نے تلواریں ایک طرف کو پھینکیں اور ایک دوسرے کے ساتھ گتھم و گتھا ہو گئے۔ مسلمان دور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے انہوں نے آواز دی، علی دیکھو یہ کتا کس طرح آپ کے چچا کو زیر کر رہا ہے۔ اب علی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے چچا کو کہا کہ سر نیچے کر لیں کیونکہ حمزہ کا قدر بلند تھا۔ جونہی انہوں نے اپنا سر نیچے کیا علی نے تلوار کے ایک ہی وار سے شیبہ کا بھیجا اڑا دیا۔ لیکن عبیدہ اور عتبہ کی لڑائی جاری تھی۔ یہ دونوں بڑے بہادر اور دلادور تھے۔ یہ ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ عبیدہ نے عتبہ کے سر پر تلوار کا ایک وار کیا جس سے اس کا آدھا سر کٹ گیا۔ اور اسی طرح عتبہ نے عبیدہ کی ٹانگوں پر وار کیا جس سے اس کی دونوں پنڈلیاں کٹ گئیں اور اس نے ایک دو شعر کہے جو یہ ہیں۔

فان قطعوا رجلی فانی مسلم
وار جو بہ عیضا من اللہ عالیاً

فالبنی الرحمن من فضل منہ
لباساً من الاسلام غطی المسلوباً

اس طرف علی شیبہ کے قتل سے فارغ ہوئے تو عتبہ کی طرف بڑھے جس عتبہ کے پاس پہنچے تو وہ آخری سانسیں لے رہا تھا۔

اس طرح ان تینوں کے قتل میں علی کی بہادری کام آئی۔ یہی وجہ ہے کہ مصافح میں معاویہ ان کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

”وَعِنْدِي السَّيْفُ الَّذِي اَعْطَفْتُمُوهُ اَخَاكَ وَخَالَكَ وَجَدَّكَ يَوْمَ بَدْرٍ“

عتبہ کی بیٹی ہندہ نے اپنے باپ کے مرثیہ میں یہ شعر کہے:

اعیننی جو دابد مع سرب
علی خیر خندق لم یهتلب

مداعی لہ رھطہ غدوة بنو ہاشم و بنو المطلب

یذیقونہ حراً سیافہم یعلونہ بعد ما قد شجب

اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ علی نے حمزہ کے ساتھ مل کر عبیدہ کو اٹھایا اور حضور کی خدمت میں لے آئے۔ پیغمبرؐ نے اس کا سر تھاما اور اس قدر روئے کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے جو عبیدہ کے چہرے پر جا کر گرے۔ اس پر انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔

”قال: اما والله لو كان ابو طالب كذا لعلم اني الحق بما قال حينئذ يفتنون

كذتم وبيت الله تخلي محمداً ولما طاعن دوننا ناصل

ونصره حتى نصرع حوله وندهل عن ابنا نانا والحلائل

کہا خدا کی قسم! آج اگر ابو طالبؑ زندہ ہوتے تو آج دیکھتے کہ ان کے اشعار کا میں کس قدر مصداق ہوں۔ کیونکہ رسولؐ خدا کی راہ میں جان دی ہے۔ پیغمبرؐ گوان کا ابو طالبؑ پر یہ چوٹ مارنا پسند نہ آیا۔ لہذا انہیں اس بات سے منع فرمایا اور اس کے لئے اور ابو طالبؑ دونوں کے لئے استغفار طلب کی۔

اس وقت عبیدہ نے کہا: یا رسول اللہؐ ”اوست علی الاسلام“ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا ”بلی و علی الشہادۃ“ عرض کیا: میں دین اسلام پر نہیں ہوں؟ پیغمبرؐ نے فرمایا: مسلمان ہو اور شہید بھی ہو۔ اس دوران عبیدہ کی پنڈلی سے خون رستا رہا۔ اور بدر سے واپسی پر صفر ایسا روحا کے مقام پر وفات پائی۔ اور وہیں پر دفن ہوئے آپؐ پیغمبرؐ سے عمر میں دس سال بڑے تھے۔

غرضیکہ خدا نے ان چھ اشخاص کے بارے میں یہ آیت نازل کی۔

”هدان خصمان ان خصموا فی ربہم، قالندہی کفر ذاقطعت کھم ہیاب من نار یصب من فوق ربوبہم الخمیم“ قرآن کریم (۲۲-۲۰)

یعنی ان دونوں دشمنوں میں ہر ایک نے اپنے خدا کے بارے میں دشمنی کی۔ پس جو ان میں سے کافر ہوئے ان کے لئے آگ کے کپڑے بنائے جائیں گے اور ان کے سر کے اوپر گرم

پانی ڈالا جائے گا۔ قصہ یہ کہ جب قریش کے یہ تین افراد مارے گئے تو کفار کے لشکر پر رعب چھا گیا۔ اور عاصم بن ابی عوفؓ لہمی پکارا

”یا معشر قریش علیکم بالقاطع مفرق الجماعة اللاتی بمالایعرف محمد لاجوت ان نجبا“

کہ اے قریش محمدؐ سے ہاتھ نہ روکو کیونکہ یہ قطع رحمی کرنے والا اور بنی اعمام کا قاتل ہے۔ جب ابو دجانہ انصاری نے یہ آواز سنی تو دوڑے اور جا کر ایک ہی دار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اب جب معد بن وہب نے عاصم کا یہ حال دیکھا تو غصے میں آ گیا اور نہایت بہادری سے ابو دجانہ کے سامنے آ کر نہیں زخمی کیا۔ آپ زانو کے بل گرے لیکن اپنے آپ کو سنبھالا اور معد پر حملہ آور ہوئے اور ایک غضبناک شیر کی مانند اسے دائیں اور بائیں ضربیں لگائیں وہ آپ کے حملے کی تاب نہ لا سکا اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ یہ اس کے پیچھے بھاگے اور اسے جالیا آپ نے اسے پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا اور پھر تلوار کے وار سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس موقع پر عدی بن ابی الزغیانے یہ جرز پڑھا اور میدان جنگ میں کود پڑا۔

اناعدی والسحل امشی بہامشی الفعل

زبیر بن العوام نے عبیدہ العاص کو ایک گھوڑے پر سوار دیکھا کہ ذرہ کے درمیان صرف اس کے آنکھیں دکھائی دیتی تھیں آپ نے اس کی آنکھوں میں اپنے جنگی ہتھیار سے وار کیا۔ وار کاری لگا اور وہ گر پڑا اس پر اس کا بھی خاتمہ ہوا۔ طعیمہ بن عدی کو علیؑ نے نیزے سے ضرب لگائی اور فرمایا

”لا شخا صمنا فی اللہ یغدا ایوم ابدأ“

اس کے بعد عاص بن سعید علیؑ کے ساتھ لڑائی کے لئے نکلا اور اپنے انجام کو پہنچا۔ اور یہ وہ ہے جس کا بیٹا سعید بن العاص بن سعید، عثمان بن عفان کے ساتھ مل کر عمر کی خلافت میں اس کے قریب ہوا۔ ایک دن سعید پریشانی کے عالم میں حضرت عمر کے پاس بیٹھا نہیں دیکھ رہا تھا کہ عمر نے اسے دیکھ کر کہا:

”مالی اراک معرضاً؟ کانی قتلت اباک۔ فی لم اقلتمہ ولکنہ قتلتمہ ابو الحسن“
 یعنی تجھے کیا ہو گیا کہ مجھے اس طرح گھور کر دیکھ رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے میں نے تمہارا
 باپ قتل کیا ہو۔ دیکھ! میں نے تیرے باپ کو نہیں مارا اسے تو ابو الحسن نے قتل کیا تھا۔ علی وہاں
 موجود تھے فرمایا:

”یا عمر! محالاً اسلام ما قبلہ فلما ذاتہما ج اقلوب؟“

یعنی اے عمر! کس لئے دلوں میں میرے خلاف کینہ بھرتے ہو؟ اسلام نے پرانی
 دشمنیوں کو مٹا دیا ہے۔ سعید کہنے لگا۔

”لقد قتلتمہ کفو کریم وهو احب الی من ان یقتلتمہ من لیس من بنی عبد مناف“

یعنی اسے اس کے ہم پلہ مہربان نے قتل کیا۔ میرے لئے بہتر ہے کہ اس کا قاتل بنی
 عبد مناف سے تھا۔

الغرضیکہ ابوداؤد مازنی نے ابو دھب مخزومی کو تلوار ماری، اسے خاک و خون میں غلطاں
 کیا اور واپس چلا گیا۔ اس وقت ابو اسامہ شمشی اور اس کا بھائی مالک اور زہیر کے بیٹے کہ اس کے
 ساتھی تھے، آئے اور اس کو میدان سے اٹھا کر چلتے بنے۔ رسول خدا نے ارشاد فرمایا۔ ”حماہ کلباہ
 الحلیہان“

اس وقت بنی مخزوم، ابو جہل کے ارد گرد جمع ہو گئے اور میدان جنگ کا رخ کرنے لگے۔
 عبد اللہ بن منذر بن ابی رفاعہ نے ابو جہل کی زرہ پہنی اور میدان میں آ گیا۔ ابو جہل کو اس کا کھٹکا
 لگا تھا۔ علی نے اس پر وار کر کے اسے خاک و خون میں غلطاں کر دیا۔ اور فرمایا ”ان ابن
 عبد المطلب“ اور اس کے بعد وہ زرہ ابو قیس بن الفا کہتے نے پہنی اور میدان جنگ میں آیا۔ حمزہ
 نے اسے وار کر کے فی النار کیا اور کہا: ”خذھا وانا ابن عبد المطلب“ اس کے بعد حرمہ بن عمرو نے
 وہ زرہ پہنی اور وہ بھی علی کے ہاتھوں مارا گیا اس کے بعد وہ زرہ جو کفن سے کم نہیں تھی۔ خالد بن
 الاعلم کو پہنا کر میدان جنگ کی طرف روانہ کرنا چاہتے تھے کہ خالد اس کے لئے تیار نہ ہو اور اپنے

آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالا۔ مندرجہ ذیل اشعار اس جنگ بدر کے بارے میں علیؑ سے منسوب ہیں۔

أحسب أو لاد الجبال أتنا علی الخیل لسناء منہم فی الفوارس
فسائل بنی بدر إذا ما لتبعهم بقتلا ذوی الاقران یوم التمارس
وانا اناس لازری الحرب سبة ولا منثنی عند الرماح المداعس
وهذا رسول اللہ کابد ربینا بہ کشف اللہ العدی بالتناکس
فما قیل فینا بعدھا من مقاتلة فما غادرت منا حدید الملائس

کیا نادان بیٹے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم گھوڑوں کی پیٹھ پر سوار ہو کر ان کی مانند لڑ نہیں سکتے (یعنی ہم صرف عبادت و ریاضت کرنے والے ہیں)

اگر جنگ بدر میں موجود لوگوں سے ملو تو اس دن کے قتل عام کا پوچھو۔

ہم وہ ہیں جو جنگ کو عار نہیں سمجھتے اور نیزوں کے ساتھ پیٹھ نہیں دکھاتے۔

یہ خدا کا بھیجا ہوا ہے جو ہمارے درمیان چاند کی مانند چمک رہا ہے اور اس کے وسیلے سے خدا دشمنوں کو مرنگوں کرنا اور انہیں مٹانا ہے۔

طالب ابن طالب جو اس وقت لشکر کفار میں تھے یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

یا رب انی بغضون بطالب فی مقعب من ہذہ المقائب
فی مقعب الغالب الحارب فاجعلہ المسلموب غیر السالب

آپ اپنی قوم پر لعنت بھی کر رہے تھے اور مسلمانوں کے لئے دعائے خیر بھی کر رہے تھے۔ مشرکین نے کہا اچھا تو تو مسلمان ہے اگر ایسا کرے گا تو ہم تمہیں مکہ کی طرف واپس بھیج دیں گے اس طرح انہیں مکہ واپس روانہ کر دیا گیا۔

اس وقت جب رسولؐ نے صحابہ کی کمی پر غور کیا تو دعا فرمائی۔ ”اللھم انجز ما وعدتی، اللھم انجز ما وعدتی، اللھم انجز ما وعدتی ان تہلک ہذہ العصابتہ من الاسلام لا تعبد فی الارض ابداً“

آپ نے اس قدر عاجزی فرمائی کہ آپ کے موٹھے پر موجود چادر لڑھک کر گر گئی۔ اہل سنت کی روایت کے مطابق اس دوران ابو بکر نے اپنا ہاتھ بڑھا کر آنحضرتؐ کے ہاتھ پکڑے اور کہا: یا رسول اللہ خدا سے ان کی تباہی کی دعا نہ مانگیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: اے ابو قحافہ کے بیٹے! ٹھہرو، میں خدا سے اس کا وعدہ چاہتا ہوں اور اسی طرح خدا کو پکارتے رہے۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ گونیند آگئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

”إِذْ سَمِعْتُمُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابْ لَكُمْ اَنْتُمْ اَنْتُمْ اَلْمَلِكَةُ مُزِدْنِي“ قرآن کریم

(۹-۸)

یعنی جس وقت آپ اپنے پروردگار سے استغاثہ کر رہے تھے تو پروردگار نے آپ کی دعا مستجاب کی کہ میں تمہاری مدد کیے بعد دیگرے ہزار فرشتے بھیج کر کروں گا۔ اس وقت فرمایا: اے ابو بکر فتح کی خوشخبری آگئی اب جبرائیل گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے آئے جس کے سامنے کے دانت غبار آلود تھے۔ آپ کے ساتھ ہزار فرشتے بھی تھے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہزار فرشتے، فرمایا: تین ہزار، کہا: تین ہزار فرمایا: پانچ ہزار۔ چنانچہ یہ آیت اس پر کواہ ہے۔

”وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِذُرِّ وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاَتَقُوا اللّٰهَ..... مُسُوْمِيْنَ“ قرآن کریم

(۳-۱۱۹ و ۱۲۰)

پس رسول خداؐ لوگوں کو جنگ کی ترغیب دے رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ جو کوئی کسی کافر کو قتل کرے تو اس کا مال و متاع اسی کا ہوگا اور وہ خدا جس کے قبضہ قدرت میں، میں محمدؐ کی جان ہے، جو کوئی ان کے ساتھ جنگ کرے اور جہاد میں پیٹھ نہ دکھائے اگر اس صورت میں مارا جائے تو ہمیشہ کی جنت پائے گا۔

جب عمیر بن الحمام نے یہ سنا تو اس نے جو کھجوریں ہاتھ میں کھانے کے لئے رکھی تھیں، انہیں پھینکا اور کہا: میرے اور اس کے درمیان جو جنت میں ہے کوئی رکاوٹ نہیں مگر فقط شہادت اور یہ شعر بولا:

رکھا الی اللہ بغیر زاد الا التقی والعمل المعاد

والصبر فی اللہ علی الجہاد وکل زاد عرضۃ النفاذ

غیر التقی والبر والرشاد

اور شمشیر ہاتھ میں لی اور دائیں بائیں گھمائی یہاں تک کہ شہید ہوا اور رسول خداؐ نے یہ آیت پڑھی۔

”اَمْ یَقُولُونَ لَنْ نَجِدَ لَمْ یُخْرِجْ مِنْهُمْ اَنْ یَجْمَعُوا لِقَائِیْهِ“ قرآن کریم (۵۴-۴۴) و

(۴۵)

یعنی کیا وہ کہتے ہیں: ہم قتل ہونے والے کا انتقام لیں گے، جلد ہی وہ شکست کھائیں گے اور اپنے مقامات کو لوٹ جائیں گے۔ آپؐ کو کوں کو جنگ کی رغبت دلاتے تھے۔ اس وقت حکیم بن حزام کو آسمان سے ایک آواز آئی۔ ایسی آواز جیسے کوئی کسی طشت میں کنکریاں پھینکتا ہے اور مولاعلیٰ ایک بھرے ہوئے شیر کی مانند ہر طرف حملہ کر رہے تھے۔ ان کے حملوں کی تاب نہ لا کر گھوڑے اور انسان گر رہے تھے۔ اب ایک وقت آیا کہ آپؐ نے چاہا کہ رسول خداؐ کو ملیں۔ آپ ان کی جھونپڑی کی طرف گئے دیکھا کہ آپؐ سجدے میں تھے اور فرما رہے تھے۔

”یا حییٰ یا قیوم برحمتک استغیث“

حضرت علیؑ دو بارہ میدان جنگ کی طرف پلٹے اور لشکر کفار پر ٹوٹ پڑے اور ان میں چند مزید افراد کو گرایا اور پھر رسول خداؐ کے حالات معلوم کرنے ان کی طرف گئے تو پھر انہیں سجدے میں پایا۔ آپؐ وہی کلمات دہرا رہے تھے۔ تیسری مرتبہ پھر لڑائی کی غرض سے میدان جنگ کی طرف آئے اور ایک طوفانی لڑائی لڑی۔ اور زمعہ بن الاسود، حارث بن زمعہ، عثمان بن کعب، عثمان بن مالک جو طلحہ کے بھائی تھے، تہ تیغ کیا۔

قصہ یہ کہ ان تین حملوں میں آپؐ نے ۳۶ قریشی سوراؤں کو خاک و خون میں غلطاں کر دیا اور یہ اشعار بھی آنحضرتؐ نے روایت کئے گئے ہیں جو آپؐ نے ولید بن مغیرہ سے مخاطب

ہو کر کہے ہیں۔

یہ دونی بالعظیم الولید
انا ابن المجمل بالاطحسین
فلا تحسبني اخاف الوليد
فما ابن المغيرة انى امر
فقلت انا ابن ابى طالب
وبالبيت من سلفى غالب
ولا انى منه بلهائى
سموح الا نامل بالقاصب
قصر اللسان على الشا متين
طويل اللسان على الشا متين
تعيون ما ليس بالعائب
حسرتم تم بكنذ بكم للرسول
واللعنة الله على الكاذب
وكذتموه بوحي السماء

۱- ولید نے مجھ پر اپنی بڑائی جتلائی جبکہ میں نے اسے کہا کہ میں ابو طالب کا فرزند ہوں۔

۲- میں مکہ، مثنیٰ اور کعبہ کا فرزند ہوں اور میرے آباؤ اجداد نسلوں سے غالب ہیں۔

۳- یہ خیال نہ کرو کہ میں ولید سے ڈر جاؤں گا اور اس کی شان و شوکت میرے راستے میں رکاوٹ ڈالے گی۔

۴- ۱- مغیرہ کے فرزند! میں وہ شخص ہوں جس کی انگلیوں میں تلوار جڑی رہتی ہے۔

۵- میری زبان برائی بیان کرنے والوں کے لئے لمبی اور اپنے دوست کے لئے چھوٹی ہے۔

ہو بزم یاراں تو بریشم کی طرح نرم
ہو رزم حق و باطل تو فولاد ہے مومن

۶- تم لوگوں نے خدا کے بھیجے ہوئے کو قبول نہ کیا اور اپنے آپ کو بد بخت کر دیا۔ تم اس چیز کو بہت معمولی سمجھتے ہو جس میں کوئی نقص نہیں۔

۷- تم نے آسمانی وحی کے باوجود اس کو جھٹلایا۔ اس لئے جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔

اور حسان بن ثابت نے ولید کی ہجو اس طرح کی:

متى تمسب قریش او تحصل
نفتك بنو هصيص عن ليها
فعا لك فى ارومتها نصاب
الشح حيث تسترق العياب

وانت ابن المغيرة عبد شول قد اندب حمل عاتك الرطاب
 اذا عد لا طاب من قریش تلاقى دون نسيتم كلاب
 وعمران بن مخزوم فدعها هناك السر والحسب اللباب
 اور حسان نے بھی ولید کی ججو اس طرح کی:

اذ انبست يوما قریش نکتکم وان تنسب شح فانت نسيها
 وان اتى التتک من تحت رجاها ولید الحجان الغداء حلوها
 واک من قمر حباثة امها لسر آء فہم آءن البول طيها
 اور حسان نے ہی یہ اشعار صفوان بن امیہ کی ججو میں بیان کئے ہیں۔
 من مبلغ صفوان ان عجوزہ امة لجارة معمر بن حبيب
 امة يقال من البراجم اصلها نسب من الانساب غير قريب
 اور وہ صفوان بن امیہ کے بارے میں کہتا ہے۔

رايت سوادا من بعید فرأنی ابو حنبل یزود علی ام حنبل
 کان الذی یزود بوقطنها ذراع قلوں من نتاج ابن عرهل
 اور عمرو بن عاص السہمی کے متعلق کہتا ہے۔

زعم ابن نابتة اللکیم باننا لا یجعل الاحساب دون محمد
 اموالنا ونفوسنا من دونہ من یصطع خیر ایشاب و محمد
 فہیان صدق کاللیوث ماسر من یلقہم علی صغیر المرعد
 و بنا لہم پنا ابوک مقصراً کفر اولو ما یبس بیت الحد

الغرضیکہ جب آپ تیسری مرتبہ پیغمبر کے نزدیک آئے تو بھی آنحضرت کو سجدہ ریز
 دیکھا اور دیکھا کہ وہی کلمات دہرا رہے ہیں۔ اس بار فیصلہ کن لڑائی لڑنے کا تہیہ کر لیا اور دیکھا کہ
 ایک تیز ہوا چلی ہے اور جبرائیل ہزار فرشتوں کے ساتھ پہنچ آئے، اس کے بعد مزید شدید ہوا چلی تو

کے بعد سلمہ بن اسلم آئے اور عرض کیا: میری تلوار بھی ٹوٹ گئی ہے۔ آپ نے انہیں بھی لکڑی کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا جو ان کے ہاتھوں میں پہنچتے ہی ننگی تلوار ہو گئی۔ اس طرح وہ بھی دوبارہ لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ اچانک جب میدان جنگ میں ابو بکر کی نظر اپنے بیٹے عبدالرحمن پر پڑی جو مشرکین کے درمیان مسلمانوں سے لڑائی میں شریک تھے تو آواز دی: ”اے ابن ابی خبیث!“ عبدالرحمن نے باپ کے جواب میں یہ شعر کہا:

لم یبق غیر سکتہ لصبوب وصارم یفلی ضلال الشیب

وہ لڑائی میں نہایت جوش و جذبے سے حصہ لے رہے تھے۔ لیکن حادثہ کے بیٹے معوذ اور معاذ جن کی ماں کا نام عفراتھا جنگی صفوں میں اس قدر گھل مل گئے تھے کہ وہ عبدالرحمن بن عوف کے دائیں بائیں سے لڑ رہے تھے۔ پہلے معاذ نے عبدالرحمن کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے آہستگی سے سوال کیا، ابو جہل کون سا ہے؟ میں نے سنا ہے کہ اس نے ہمارے رسول خدا کو کافی تکالیف پہنچائیں ہیں۔ اگر میں اسے دیکھ لوں تو اس وقت تک اس سے جدا نہیں ہوں گا جب تک ہم میں سے ایک مارا نہ جائے۔ جب معاذ کی بات ختم ہوئی تو معوذ نے اپنی بات کا آغاز کیا اور نہایت آہستگی سے یہی بات کی۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ابو جہل نمودار ہوا جو اپنے اونٹ پر سوار جنگ کو ابھار رہا تھا۔ عبدالرحمن نے کہا: یہ رہا ابو جہل، اب آپ کے بازو میں جتنی طاقت ہے اسے آزمائیں۔ پس ان دونوں بھائیوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ مبر شیر یا گر جنے والے بادل کی مانند نہایت گرجدار آواز میں نعرہ لگاتے ہوئے ابو جہل پر ٹوٹ پڑے۔ ابو جہل جان بچانے کی خاطر مردانہ اور مقابلہ کرنے لگا۔ اس دوران انہیں جب موقع ملتا وہ اسے کاری ضرب لگا جاتے۔ اچانک معاذ کو موقع ملا تو اس نے ابو جہل کے پاؤں پر تلوار ماری جس سے اس کی پنڈلی جدا ہو گئی جب عکرمہ نے یہ دیکھا تو دنیا اس کی آنکھوں میں اندھیر ہو گئی۔ اس نے باپ کے خون کا انتقام لینے کے لئے معاذ پر حملہ کر دیا۔ اس نے اس کے بازو پر تلوار مار کر اسے علیحدہ کر دیا۔ لیکن معاذ جذبہ ایمانی سے سرشار نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور کٹے ہوئے بازو کے ساتھ زخمی شیر کی مانند جنگ جاری رکھی۔ لیکن اس نے دیکھا

کہ اس کا لگتا ہوا با زو اس کے جہاد میں حائل ہو رہا ہے تو اس نے ہمت کر کے بازو کی انگلیوں کے سروں پر پاؤں رکھا اور بازو کو سرے سے جدا کر دیا۔ اب وہ آزادی سے داد شجاعت دینے لگا۔ اس وقت مسلمانوں کی فتح کے آثار نمودار ہونے لگے اور جب کوئی مسلمان کسی کافر پر حملہ کرتا تو اس سے قبل کہ وہ اس کے قریب پہنچتے اور اس پر وار کرے اس کا سر کٹ کر زمین پر گرا ہوا پاتا۔ یہ وار فرشتوں کا ہوتا تھا۔ فرشتوں کے وار کی علامت یہ تھی کہ اعضاء کٹ کر جاتے تھے لیکن کئی ہوئی جگہ سے خون نہیں بہتا تھا۔ اور ایک انصاری جو ایک مشرک کے پیچھے بھاگ رہے تھے انہوں نے تازیانہ لگنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا ”اقدام حیزوم“ اب جو دیکھا کہ وہ مشرک ان کے سامنے مرا پڑا ہے۔ انصاری نے یہ عجیب و غریب صورت حال پیغمبرؐ سے بیان کی۔ فرمایا: وہ ایک فرشتہ تھا جو تیسرے آسمان سے مدد کے لئے آیا تھا۔ اور ایک روایت ہے کہ جبرائیل کے گھوڑے کا نام حیزوم ہے۔

قصہ یہ کہ جب جنگ کی آتش خوب بڑھک اٹھی اور زریوں کی آنکھوں سے بھی خون بہنے لگا اور جنگجوؤں کی تلواریں گردوغبار میں چمکنے لگیں۔ ابلیس جو سر اللہ بن مالک کے حلیے میں لڑائی لڑ رہا تھا، نے آواز لگائی کہ اے قریش! علم مجھے دو تا کہ میں مقدور بھر کوشش کروں، اس نے علم لیا اور صف کے آگے دوڑا اور لوگوں کو جنگ پر ابھارنے لگا کہ اچانک اس کی نگاہ جبرائیل اور فرشتوں کی صفوں پر پڑی تو خوف کے مارے علم چھوڑ کر بھاگنے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔ حجاج کے بیٹے منیہ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو کہا: اے سراقہ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے اس کا گریبان پکڑا کہ ٹھہرو! یہ کیا نام معقول حرکت کر رہے ہو اور ہمارے لشکر کا شیرازہ بکھیر رہے ہو؟ ابلیس نے اس کے سینے پر زور سے ہاتھ مارا اور کہا، مجھ سے دور ہو جاؤ کیونکہ میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے؟ اور میں تو خدا سے ڈرتا ہوں اس نے یہ کہا اور وہاں سے دم دبا کر ایسا بھاگا کہ سمندر کے کنارے جا پہنچا، وہ خوف سے چیخ رہا تھا اور جھاگ اٹھا کر یہ کہہ رہا تھا:

”يَا رَبِّ مُؤَعِدِكَ الَّذِي وَعَدْتَنِي“ چنانچہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ”كَلَّمْنَا ثَمْرًا مَمْرِتٍ“

الْفُكَّانِ تَكَتْ عَلٰى عَجَبِيْهِ وَقَالَ اِنَّمٰى بِرَحْمٰتِيْ مِثْلَكُمْ..... هُدَيْدُ الْعُقَابِ“ قرآن کریم (۸-۵۰)
 کہا جاتا ہے کہ جب قریش مکہ واپس پہنچے تو وہ ہر اقد سے ملے تو اس نے قسم اٹھائی کہ وہ
 ان کے ساتھ نہیں تھا اور نہ ہی اسے ان کی لڑائی کی کوئی اطلاع تھی۔ غرضیکہ علی نے اس دوران مٹھی
 بھر سنگریزے رسول خدا کو دیئے آپ نے ہاتھ میں لئے اور کفار کی طرف ”شاهت الوبخوہ“ کہہ کر
 پھینکے۔ ایک ہوا چلی جس نے ان سنگریزوں کو کفار کے سروں پر پہنچا دیا جس کے سر پر یہ لگے وہ قتل
 ہوا۔ اس واقعے کو اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔

”فَاَمَّا سَقَطُوْهُمۡ وَّلٰكِنۡنِ اللّٰهُ فَعَلَّٰهُمْ وَمَا رَمٰیكَ اِذۡ رَمٰیكَ وَّلٰكِنۡنِ اللّٰهُ رَمٰی“ قرآن کریم

(۸-۱۷)

یعنی آپ نے انہیں نہیں قتل کیا بلکہ خدا نے قتل کیا اور تم نے کنگریاں نہیں پھینکیں بلکہ خدا
 نے پھینکیں۔ اس دوران چونکہ رسول خدا سمجھ گئے تھے کہ نوفل بن خویلد جو زبیر ابن العوام کے چچا
 تھے قریش کے لشکر میں ہیں اور یہ نوفل وہ ہے کہ ہجرت سے قبل جس نے ظلم و زبیر کو مسلمان ہونے
 کی سزا پر ایک رسی سے باندھ کر عذاب دیا تھا، فرمایا:

”اللھم اسکننی نوفل بن العدویۃ“ یعنی بارالہا مجھے نوفل کے شر سے بچا۔

پس علی نے اس دفعہ ایسا حملہ کیا کہ کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے نوفل کو ڈھونڈ نکالا اور
 اس کے خود پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ دامن تک اس کو چیر کر رکھ دیا۔ اب ایک دوسرا در کر کے
 اس کے دونوں پاؤں کاٹ ڈالے۔ اب جب آپ اس کا سر لے کر پیغمبر کی خدمت میں حاضر
 ہوئے تو پیغمبر یہ ارشاد فرمایا رہے تھے کہ کون ہے جو مجھے نوفل کی اطلاع دے؟ پس پیغمبر اس کے
 قتل سے مسرور ہوئے اور فرمایا: ”الحمد للہ الذی اجاب دعوتی فیہ“

اور علی نے یہ اشعار کہے:

ضربنا غواۃ الناس عنہم کرمًا ولما رواقصد السبیل ولا الہدی
 ولما اتانا بالہدی کان کلنا علی طاعة الرحمن والحق والتقی

نصرنا رسول اللہ لما تدابروا وتاب الیہ المسلمون ذودا لحنی

ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے: حضرت پیغمبرؐ کے دفاع کے لئے ان گمراہوں کو جو راہ راست پر نہیں آئے مارا، خدا اور ایک پرہیزگار کے فرمان پر عمل کیا۔ گمراہ اس سے پھر گئے اور عقلمند مسلمان اس کی جانب راغب ہو گئے۔ اس کے بعد معوذ اور معاذ بھی وہاں پہنچ گئے انہوں نے ابو جہل کے مرنے کی خیر پہنچائی۔ ان میں سے ہر ایک ابو جہل کے قتل کو اپنے آپ سے منسوب کر رہا تھا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: کیا تم نے اپنی تلواروں کو دھو ڈالا ہے۔ عرض کیا: نہیں، پس آپ نے ان کی تلواروں کو دیکھا اور فرمایا: تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ ابو جہل کے قتل کا کریڈٹ معاذ کو دیا جائے کیونکہ اس کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ اور معاذ کئے ہوئے بازو کے ساتھ حضرت عثمان کے دور حکومت تک زندہ رہا۔ البتہ معوذ واپس پلٹا اور اس نے جنگ جاری رکھی یہاں تک کہ شہید ہوا۔ اور بعض مورخین معاذ بن عمرو بن الجموح کو ابو جہل کا قاتل گردانتے اور مقطوع الید کہتے ہیں۔

غرضیکہ جب سورج کے زوال کا وقت آیا تو پھر مشرکوں میں طاقت نہ رہی۔ لہذا انہوں نے جنگ سے پیٹھ پھیر کر فرار کرنا شروع کیا۔ ابو جہل کے بھائی حارث بن ہاشم نے بھی بھاگنے میں اپنی عافیت سمجھی اور یہ اشعار کہے:

اللہ یعلم ما ترکت قتلہم حتی علوا فرسی با شتر مزبد
ووجدت ریح الموت من تلحنا ہم فی مازق والنخیل لم تبدد
وعلمت انی ان اقاتل واحداً اقل ولم یضر عدوی مشہدی
فصدت عنہم والاحیة فیہم طمعا لہم بعتاب یوم مرصد

حسان بن ثابت بھی اس قصیدہ میں کہتا ہے۔

تبلیت فو داک فی المنام شریدة تسعی الضجیع ببار بسام

جب ہشام کے بھاگنے کی بات کرتا ہے تو

ان کمت کاذبۃ الذی حدثنی فجو ت منجی الحارث ابن ہشام
 ترک الاحبۃ ان یقاتل دونہم ونجاہ اس طمرۃ ولجام
 جرداً تخرج فی الغبار کا نہا سر حمان غاب او ظلال غمام
 تذرا العناجیح الجیاد و تقفۃ مر الدموک بمعصود و رجام

پھر حسان، حارث بن ہشام کے بارے میں یہ کہتا ہے:

یا حارقد عولت غیر معول عند الھیاج و سائتہ الاحساب
 اذ تمطی سرح الیدین تخبیۃ مرطی الجراء خفیۃ الاقرب
 والقوم خلفک قد ترکت قنالہم تر جوا نجا فلیس حین ذہاب
 هلا عطفت علی ابن امک اذ نوی قعص الاستہ صنایح الاسلاب
 جہا لمرک لورھنت بمشہا لاقاک اشتم شاکب الانیاب
 عجل الملیک لہ فابلک جمعہ بشنا مخزیۃ و سوء عذاب
 لو کنت صنو کریمۃ اصلیبہا حسنی و لکن صنوبنت عقاب

مختصر یہ کہ رسول خدا نے فرمایا: کون ہے جو ابو جہل کی خبر لائے؟ اگر اسے تم مقتولین کے درمیان نہ پہچان سکو تو تمہیں علامت بتانا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ایک دن مکہ میں، میں عبدالرحمن بن جزعان کے کھانے کی دعوت پر گیا۔ کھانا کھانے کے بعد ابو جہل نے مجھ سے کشتی لڑنا شروع کر دی۔ حتیٰ کہ ابو جہل جوتوں والی جگہ پر چلا گیا وہاں اس کے کھنٹے کو چوٹ لگی اور خم کا نشان پڑ گیا۔

عبداللہ بن مسعود نے کہا، یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں وہ اٹھے اور گئے۔ انہوں نے ابو جہل کو مقتولین کے درمیان دیکھا کہ زخمی حالت میں خاک پر لوٹ رہا تھا اور ابھی اس میں کچھ دم خم تھا۔ عبداللہ نے مکہ میں قیام کے دوران اس کے ہاتھوں سے کافی تکالیف اٹھائی تھی۔ جب یہ حالت دیکھی تو پاؤں اس کی گردن پر رکھے اور اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ اس کے بال کھینچتے ہوئے

کہا: اے ابو جہل! یہ تم ہو جو اتنی ذلت و خواری سے پڑے ہو؟
”الحمد للہ الذی اخزاک“ اے خدا کے دشمن!

ابو جہل نے کہا

”لقد ارتقییت یا ربیعہ العنیم مرتقاً صعباً لمن الدریر؟“

یعنی اے گڈریے تو اپنے مالک کی گردن پر سوار ہو گیا ہے۔ اب بتاؤ فتح کس کی ہے؟
کہا: خدا و رسول کی ہے۔ اے دشمن خدا: تو تو فرعون سے بھی برا نکلا کیونکہ اس نے غرق ہوتے
وقت سچ بولا اور ٹوٹو قتل ہوتے وقت بھی اعتراف نہیں کر رہا۔ ابھی میں تمہیں تمہارے کیفر کردار
تک پہنچاؤں گا اور تمہارا سر کاٹ کر تمہارے تن سے دور کر دوں گا۔ ابو جہل بولا: اس طرح کی باتیں
نہ کرو:

”تست بادل عبد قتل سیدہ“

یعنی تم وہ پہلے غلام نہیں ہو جس نے اپنے آقا کو قتل کیا۔ اس سے کیا بری بات ہے کہ
کہیں گے ایک بہادر کو اس کی قوم نے قتل کر ڈالا۔

اور لیکن ”لو غیرا کار قتلنی“

یعنی کیا ہوا کہ ایک غیر کسان میرا قاتل بنا۔ وہ یہ کہہ کر انصار کو برا بھلا کہہ رہا تھا کیونکہ وہ
کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ پھر کہا: اب جبکہ میرا سر تن سے جدا کر دے تو دیکھو میری گردن کو
میرے سر کے قریب رکھنا تا کہ میرا سر اچھے سروں میں شمار ہو۔ عبد اللہ نے کہا: میں تیرے بعض
کو کاٹ کر تیری گردن کے ساتھ لگا دوں تا کہ وہ تمام سروں و گردنوں سے حقیر لگے۔ اور ایک
روایت کے مطابق ابو جہل نے عبد اللہ سے کہا:

قال: یا عبد اللہ! اذا حززت راسی فاحتره من اصل العنق لیری عظیماً مہیباً فی اعیین محمد و

قل لہ ما زلت عدواً لیسائر الدھر والیوم اشد عدواً“

آخر کار عبد اللہ نے تلوار کھینچی تا کہ اس کا کام تمام کرے۔ دیکھا تو تلوار کند ہے لامحالہ

ابو جہل ہی کی تلوار سے اس کا سر کاٹا اور پیغمبرؐ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ سر کو آپ کے قدموں میں پھینک دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ رہا ابو جہل کا سر۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر اس کا سر ہو؟ عرض کیا: اللہ کی قسم! اسی کا ہے۔ پس پیغمبرؐ اٹھے اس کے سر پر کھڑے ہوئے اور بہت غور سے دیکھا اور فرمایا:

”الحمد لله الذي اخزنا كس يا عدو الله“

اور ایک دوسری روایت ہے کہ فرمایا:

”الحمد لله الذي نصر عبد الله عز دينة“

ابا سلمہ بن عبد الاسد مخزومی وہیں موجود تھا اور جاہلیت کی غیرت اس کے دل میں اجاگر ہوئی اس نے ابن مسعود کی طرف چند قدم بڑھائے۔

”فقتال: انت قتلته؟ قال: نعم الله قتلته“

کہا، ہاں خدا نے اس کو قتل کر دیا۔ ابا سلمہ غصے میں آ گیا۔ اور کہا

”لو هبنا لجعلك في كمة“

اگر چاہتا تو تمہیں اپنی آستین میں چھپا لیتا۔ عبد اللہ مسعود بولے:

”والله قتلته وجر دنة“

خدا کی قسم میں نے اسے قتل کیا اور نیگا کیا۔ ابا سلمہ نے کہا: اگر تو نے اسے نیگا کیا ہے تو اس کے جسم پر کوئی نشانی بتاؤ۔ اس کے جسم پر کوئی خاص علامت ہے؟

”قال: شامة سوداء بطن فخذ اليماني“

یعنی اس کی دائیں ران پر سیاہ تل تھا۔ ابا سلمہ سمجھ گیا کہ سچی بات کہہ رہا ہے۔

”فقتال: اجد دنة لم يجر قرشي غير ه؟“

یعنی آپ نے اسے برہنہ کر دیا حالانکہ کسی قریشی کو کسی نے نیگا نہیں کیا۔ عبد اللہ بن مسعود نے کہا: خدا کی قسم! قریش میں اس سے زیادہ خدا اور رسولؐ کا دشمن کوئی نہ تھا اور جو کچھ میں

نے کیا ہے۔ اس کی معافی نہیں مانگوں گا۔ اس وقت باسلمہ اپنے آپ میں آیا اور ایسی باتوں سے توبہ کی۔ کہا جاتا ہے کہ معوذ کی بیٹی ریح، انصار کی عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک دن ابو جہل کی ماں اسماء کے گھر آئی۔ اس کے گھر میں یمنی عطر لایا گیا تھا جسے فروخت کیا جا رہا تھا۔ الغرضیکہ انصار کی خواتین میں سے ہر ایک سے اپنے لئے خرید رہی تھی۔ اور جس کے پاس نقدی نہیں تھی وہ کوئی چیز گروی رکھ کر خرید رہی تھیں۔ جب ریح کی باری آئی تو اس نے اسے کچھ مقدار میں ایک شیشی میں ڈال کر دیا اور کہا: میرے پاس کوئی چیز گروی رکھ جاؤ۔ ریح نے قلم لیا اور رکھنا۔ یہی کے رجسٹر پر لکھا: معوذ کی بیٹی ریح کے ذمہ۔ اسماء نے اسے پہچان لیا اور کہا: تم اس کی بیٹی ہو جس نے اپنے آقا کو قتل کیا تھا؟ ریح نے کہا: ایسا نہیں بلکہ اس کی بیٹی ہوں جس نے اپنے غلام کو قتل کیا۔ اسماء غصے میں آگ بگولہ ہو گئی اور کہا: ”واللہ لا یبعک شیئاً ابداً“ میں تمہیں کوئی چیز نہیں فروخت کروں گی۔ تو ریح نے کہا: ”واللہ لا اشتري منك ابداً“ میں تم سے کبھی بھی کوئی چیز نہیں خریدوں گی۔ اس طرح وہ عطر پھینک کر اس کے گھر سے خالی ہاتھ روانہ ہو گئی۔

پیغمبرؐ نے فرمایا: یہ شخص اس امت کا فرعون تھا۔ آپ سجدہ شکر بجالائے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہا کسی مصیبت کے ٹلنے پر سجدہ شکر بجالانے کو مستحب گردانتے ہیں۔ حسان بن ثابت نے ابو جہل کی ججو میں یہ اشعار کہے۔

لقد لعن الرحمن جمعاً یقودہم	دعی بنی شیح لحرب محمد
شیئوم لعین کان قدماً مبغضاً	یبین فیہ اللوم من کان بہجری
فدلاہم فی النعی حتی تہانتوا	وکان مصللاً امرہ غیر مرشد
فانزل ربی للعی جنودہ	وایدہ للنصر فی کل مشہد

اور حسان بھی کہتا ہے۔

الایات شعری ہل اتی مکة الذی	قبلنا من الکفار فی ساعۃ
-----------------------------	-------------------------

العمر

قتلنا سراً القوم عند رحالهم
 قتلنا ابا جهل وعتبة قبله
 فلم يرجعوا الا بقاصمة الظاهر
 وشيبه ايضا عند ما حيا الجبر
 وكم قد قتلنا من كريم مرء
 تركناهم للخنا معات شوهم
 ووصلون ما راثم ما سية القعر
 وما طلبوا فينا بطانلة الوتر
 لعمرى لقد قلت كتاب غالب
 وما ظفرت يوم التقينا على بدر

قصہ یہ کہ اس وقت مسلمان بھاگنے والوں کے پیچھے دوڑ رہے تھے اور ہر کوئی کسی کو قیدی بنا رہا تھا۔ سایب بن ابی جمیش نہایت تیزی سے دوڑ رہا تھا تا کہ اپنے آپ کو ہلاکت سے بچائے کہ اچانک اس نے ایک چست کبرہ گھوڑا دیکھا جو آسمان سے اتر اور اسے باندھ کر چھوڑ گیا۔ اس دوران عبدالرحمن بن عوف آ پہنچے تو آپ نے اسے بندھا ہوا پایا۔ آپ نے بہت شور کیا کہ یہ قیدی کس کا ہے؟ لیکن جواب نہ تھا۔ پس آپ اسے اٹھا کر پیغمبر کے پاس آ گئے۔ آنحضرت نے پوچھا کہ تو کس کا قیدی ہے؟ سایب نے اپنی کافرانہ ذہنیت کی بنا پر حقیقت حال کو ظاہر کرنے سے گریز کیا۔ کہنے لگا میں نے اسے پہچانا نہیں۔ رسول خدا نے فرمایا! تجھے ایک فرشتے نے باندھا۔ اسی اثنا میں سعد بن معاذ جو جھوپڑی کے دروازے پر کھڑے صورتحال کا جائزہ لے رہے تھے کہ مسلمان کافروں کو قیدی بنا رہے تھے تو ان کے چہرے پر کراہت کے آثار نمودار ہوئے۔ پیغمبر نے فرمایا! اے سعد تمہیں اس بات سے کراہت ہو رہی ہے؟ عرض کیا، جی ہاں! یہی بات ہے۔ کیونکہ میرے نزدیک ان کو قتل کرنا قیدی بنانے سے بہتر ہے۔ عبدالرحمن بن عوف ایک مرتبہ پھر مشرکین کے تعاقب میں گئے اور میدان جنگ سے مال غنیمت کے طور پر چند زہیں اٹھا لائے۔ اچانک ان کی نظر امیہ بن خلف جمحی اور اس کے بیٹے عدی پر پڑی کہ پریشان حال کھڑے ہیں۔ دراصل بات یہ تھی کہ امیہ ایک عمر رسیدہ شخص تھا اس کے پاس گھوڑا نہیں تھا۔ کہ اس پر بیٹھتا اور بھاگ نکلتا اور مجبور تھا کہ بوڑھے باپ کو کس طرح چھوڑ کر بھاگ جائے۔ لہذا دونوں نے قتل ہونے کے

بجائے قیدی بننے کو ترجیح دی بس اسی انتظار میں تھے۔ جب امیہ نے عبدالرحمن کو دیکھا تو چونکہ سابقہ آشنائی تھی، لہذا آواز دی: اے عبداللہ! کیونکہ اسلام سے قبل عبدالرحمن کا نام عبدعوف تھا اور پیغمبر اسلام نے ان کا نام عبدالرحمن رکھا تھا اس لئے امیہ نے انہیں پہلے نام سے ہی پکارا۔ عبدالرحمن نے کوئی توجہ نہ کی۔ لہذا اس نے عبداللہ کہہ کر پکارا کہا: اے عبداللہ! ان زروں کو کاندھے سے نیچے گراؤ اور مجھے اور میرے بیٹے عدی کو قیدی بنا لو کہ اس طرح اگر سارا معاملہ فدیہ سے ہی طے ہوا تو تمہیں ان زروں سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ پس عبدالرحمن نے زریں رکھ دیں اور اس مال غنیمت کو چھوڑ کر امیہ اور عدی کا ہاتھ پکڑا اور چلے آئے۔ اچانک راستے میں بلال حبشی کی ان پر نظر پڑی تو شور کیا کہ اے خدا اور رسول کے انصار! یہ امیہ بن خلف اور اس بیٹا ہیں ”لانجوت ان نجا“ مسلمان ان کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے، تلواریں کھینچ لیں اور ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ عبدالرحمن نے جتنا چاہا کہ ان کی حفاظت کرے مگر ان کی ایک نہ چلی۔ اپنے آپ کو امیہ کے اوپر گرا دیا۔ حباب بن منذر کسی طرف سے آ نکلا اور اس نے امیہ کی ناک کاٹ ڈالی۔ جب امیہ نے یہ حالت دیکھی تو عبدالرحمن سے کہا: ایک طرف ہٹ جاؤ تا کہ یہ مجھے قتل کر سکیں کیونکہ اس حالت میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ پس عبدالرحمن اس کے اوپر سے اٹھے اور ایک طرف کو گئے اور غیب بن یساف نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ حسان بن ثابت نے درج ذیل اشعار میں امیہ بن خلف الجمحی کی ہجو کی ہے۔

لعمرك ما وصی امیة بكرة	بوصیة اوصی بہا یعقوب
اوصا ہم لما تولى مدبراً	مخطیبة عند الاله وحبوب
ابنی ان جا التم ان تسرفوا	فخذوا المعارك کلها مشبوب
واتوا بیوت الناس من اذ بارها	حتى تصیر کلہن محبوب

اور حباب بن منذر نے عدی کو بھی تیغ کر ڈالا اور عبدالرحمن صرف اتنا کہہ سکے: خدا بلال پر رحمت کرے اس نے میری چند زریں ضائع کیں اور میرے قیدیوں کو قتل کر دیا۔ جب

پیغمبر کو یہ اطلاع ملی تو فرمایا: جب کسی کو بنی ہاشمی مثلاً عباس بن عبدالمطلب، عقیل بن ابی طالب، طالب ابی طالب اور نوفل بن حارث کہ قریش نے انہیں زبردستی مکہ سے باہر لائے گئے تھے، ملیں تو انہیں قتل نہ کیا جائے بلکہ قیدی بنا کر لائیں اور ابوالبختری جن کا نام و نسب ولید بن ہشام بن الحرب ابن اسد بن عبد العزی ہے، کو بھی زندہ میرے پاس لائیں۔ کیونکہ قریش مکہ نے ہمارے بارے میں کتاب لکھ کر کعبہ کی دیوار سے لٹکائی تو اس نے بڑی کوشش سے اسے اتار کر پھاڑ ڈالا۔ اس طرح آپ نے فرمایا: حارث بن عامر بن نوفل کو اور ایک دوسری روایت کے مطابق حارث بن زمعہ بن الاسود کو بھی قتل نہ کریں۔

اسی طرح قیس بن الولید بن المغیرہ اور ابو قیس بن الفا کہتہ بن المغیرہ اور زمعہ ان الاسود اور عاص بن منیہ مکہ ہی میں ایمان لائے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اگرچہ ایمان کے لحاظ سے اتنے مضبوط نہیں تھے لیکن ان کے والدین نے انہیں مسلمانی کی پاداش میں قید کر دیا تھا اور جب قریش جنگ کرنے کی غرض سے بدر آئے تو انہیں بھی زبردستی ساتھ لے آئے تھے۔ اور چونکہ انہوں نے میدان جنگ میں مسلمانوں کی تعداد قلیل پائی تو ان میں سے اکثر کا ایمان ڈانواں ڈول ہو گیا اور کہنے لگے: ان بیچاروں کو ان کے مذہب نے مروا دیا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی:

”إِذْ يَتَّوَلَّى الْكَافِرُونَ وَالَّذِينَ هُمْ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ اللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ“ قرآن

کریم (۵۱-۸)

یعنی جب منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ ڈانواں ڈول ہیں، کہتے ہیں: مسلمانوں کو ان کے مذہب نے مغرور کر دیا ہے اور جو کوئی خدا پر توکل کرے گا تو پس جان لو کہ خدا غالب اور قادر ہے۔“

قصہ یہ کہ پیغمبر نے فرمایا: اس جماعت کو زندہ میرے پاس لانا اور ان کے خون بہانے میں جلدی نہ کرنا۔ جب ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ نے یہ بات سنی تو عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ میرے والد اور بھائی ہیں جو میدان میں قتل ہوئے ہیں۔ کیا ہم اپنے والدین اور بھائیوں کو قتل کر

کے عباس کو زندہ چھوڑ دیں؟ خدا کی قسم! اگر وہ مجھے ملے تو ان پر تلوار چلاؤں گا۔ آنحضرتؐ نے عمر بن الخطاب کی طرف مڑ کر فرمایا: یا ابا حفص: سن رہے ہو کہ حذیفہ کہہ رہا ہے۔ رسول خداؐ کے چچا پر تلوار چلاؤں گا؟ اس وقت تک عمر کو کنیت سے مخاطب نہیں کیا گیا تھا۔ عمر بولے: اگر آپ فرمائیں تو میں اس کا سرتن سے جدا کر دوں کیونکہ یہ منافق ہو گیا۔ ہے آپؐ نے فرمایا منافق نہیں ہوا بلکہ والد اور بھائی کے غم نے اسے آپ سے باہر کر دیا ہے۔ ابو حذیفہ اس جسارت سے نہایت خوف زدہ تھا اور اس نے اس گناہ کے کفارہ کے طور پر اپنے آپ کو شہید کروانے کی ٹھانی تھی۔ یہاں تک کہ جنگ یمامہ میں مسلمانوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ جس کا تذکرہ آگے آئے گا۔

غرضیکہ مسلمان اسی طرح کفار کے قتل اور انہیں قیدی بنانے میں مصروف تھے کہ اسی اثنا میں مجذرا بن زیاد نے ابوالبختری کو دیکھا وہ خلید بن اسید کے ہمراہ سخت حیران و سرگردان کھڑا ہے۔ کہا: ہاں اے ابوالبختری! خوشی مناؤ کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ تجھے میں قتل نہ کروں۔ ابھی خلیدہ کا سرتن سے جدا کر کے لے جاتا ہوں اور تجھے سلامت آنحضرتؐ کے حضور پہنچاتا ہوں۔ ابوالبختری نے کہا: میں اپنے دوست کو اس طرح نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر چہ میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ مجذرا نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر کار ابوالبختری نے مجذرا بن زیاد سے لڑائی لڑی اور قتل ہوا۔ مجذرا پیغمبرؐ کے قریب آیا اور ساری صورت حال سے آگاہ کیا اس طرح اس کا عذر بارگاہ رسالت میں قبول ہوا۔ بعض ابوداؤد مازنی کو ابوالبختری کا قاتل قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ابوالبختری نے اپنے دوست کو بچاتے وقت یہ شعر کہا:

لن یسلم ابن جرہ زمیلہ
حتی یموت او یری سبیلہ

کوئی بھی آزاد شخص اپنے دوست کو دشمن کے حوالے نہیں کرتا ہاں یہ کہ وہ مر جائے یا دوست کی طرح قیدی بن جائے۔

منجملہ یہ کہ حارث بن عامر بن نوفل کو غیب بن یساف نے نہ پہچانا کیونکہ رسول خداؐ نے

اس کے قتل سے منع کیا ہوا تھا۔ لہذا وہ بے خبری میں قتل ہوا۔ اور زمعہ بن الاسود کو ثابت الجرع نے قتل کیا اور نہیں پہچانا۔ خدا نے ان کی شان میں یہ آیت نازل کی۔

”إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْكُمْ لَكَاذِبِينَ..... وَسَاءَ لِمِثْرٍ مُّصِيرًا“ قرآن کریم (۴-۹۹)

فرماتا ہے: وہ جنہوں نے ہجرت سے اجتناب کیا اور میدان جنگ میں فرشتوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ ملائکہ نے انہیں حقارت سے کہا: کس قبیلے سے تھے۔ مشرکوں کے یا موحدوں کے؟ انہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا: ہم کمزور تھے اور ہجرت نہیں کر سکتے تھے۔ فرشتوں نے کہا: کیا خدا کی زمین کشادہ نہ تھی کہ ہجرت کرتے؟ لامحالہ اس جماعت کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور ابوالیسر انصاری نے عباس بن عبدالمطلب کو گرفتار کیا۔ جبکہ ابوالیسر ایک ضعیف شخص تھے اور عباس قوی ہیکل۔

پیغمبرؐ نے ابوالیسر سے پوچھا۔ تم نے عباس کو قیدی بنایا؟ عرض کیا: ایک عجیب و غریب شخص نے جسے میں نے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا، میری مدد کی۔ فرمایا: وہ ایک مہربان فرشتہ تھا۔ اور ابوسفیان جسے میدان جنگ میں چند زخم آئے تھے میدان سے بھاگ نکلا۔ اور اس کے بیٹے عمرو کو علیؑ نے قیدی بنایا اور حکیم بن حزام میدان جنگ سے پیدل بھاگا، جب عبداللہ بن عوام تک پہنچا تو دیکھا کہ وہ اپنے بھائی عبید اللہ کے ساتھ ایک اونٹ پر سوار ہو کر فرار ہو رہا تھا۔ جب عبداللہ نے اسے دیکھا تو اپنے بھائی سے کہا: اونٹ سے نیچے اتر آؤ تا کہ حکیم سوار ہو جائے۔ عبید اللہ بولا: میرا ایک پاؤں لنگڑا ہوا ہے میں پیدل کیسے بھاگ سکوں گا؟ کہا: اس زحمت کو اپنے اوپر آسان لو تا کہ یہ شخص بچ جائے۔ اگر میں اس جہان سے گذر گیا تو میرے اہل و عیال کی کفالت کون کرے گا۔ اس طرح وہ میدان بدر سے بھاگ کر لے گئے۔

حسان بن ثابت نے اس کے فرار بارے میں یہ اشعار کہے:

کجا ہر من بنات الاعرج	ونجی حکیم یوم بدر کھنہ
کابہرزی یزل فوق المنج	القی السلاح وفر عنہا مہلا

لمارای بدر تیسیر جلاھھا	بکتا نب هل اوس اول خزرج
صبر ایاقون المکماة حتوفھا	یمشون مہیجۃ الطریق المنج
کم فہم من ماجد ذی سورۃ	بطل بمکرہۃ المکان الخرج
وسود یعطی الجزیل بکفہ	حمل انقال الدیات مدح
ونجی ابن خضر العجان حویرث	یغلی الدماغ بہ کغلی الزمرج

اور قباث بن اشیم الکنانی نے میدان جنگ سے فرار کیا، وہ مکہ کے راستے پر جا رہا تھا اور اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا۔ ”مارایت مثل هذا الامر فرمنہ الا النساء“ جب مکہ جا پہنچا تو سوچا کہ کیوں نہ مدینے کا سفر کروں اور یہ جاننے کی کوشش کروں کہ محمدؐ سچے رسول ہیں یا جھوٹے، لہذا یہ غزوہ خندق کے بعد مدینے چلا آیا۔ ایک دن مسجد نبوی میں داخل ہوا اور سب کو سلام کیا۔ لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ ان میں سے پیغمبرؐ کون ہے؟ رسولؐ نے فرمایا:

”یا قباث بن اشیم! آنتک اللہ لیل یوم بدر: ما رأیتک مثل هذا الامر فرمنہ الا النساء“

یعنی اے قباث بن اشیم! جنگ بدر کے دن یہ تو کہہ رہا تھا کہ میں نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا کہ ایک واقعہ (جنگ بدر) کی وجہ سے عورتیں تو کیا بلکہ مرد بھی فرار کریں۔ جب شکست خوردہ لشکر سے کوئی باقی نہ رہا تو مسلمانوں نے ابو العاص بن ربیع، ابو عزیز بن عمرو، ابو عزرہ عمرو بن النجی اشاعی، ولید الامود بن المعیرہ، وہب بن عمیرہ بن وہب النجی، سہیل بن عمرو، عمرو بن ابوسفیان، عتبہ بن ابی معیط، نضر بن الحارث اور دوسرے افراد جن کی کل تعداد ۳۵ تھی اور یہ سب اشراف قریش سے تھے، ان کے ہاتھ گردن سے باندھ کر ایک جگہ ٹھہرا دیا گیا۔ آپؐ نے اپنے غلام شقران کو ان کی نگہبانی سونپی اور حکم دیا کہ لشکر کے شہداء کو سنبھالیں، جب وہاں پہنچے تو چودہ افراد کو شہید پایا، چھ مہاجرین میں سے تھے: عبیدہ بن الحارث، عمیر بن ابی وقاص، آپؐ کی عمر سولہ سال تھی اور آپؐ بنی زہرہ کے گروہ سے تھے، آپؐ عمر بن عبدود فارس الاحزاب (جنگوں کا شہسوار)

کے ہاتھوں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ تیسرے عمیر بن عبدود ذوالشمالین (بنی زہرہ کے حلیف) جو ابوسامہ الجشمی کے ہاتھوں شہید ہوئے چوتھے عاقل بن ابی البکیر جو بنی عدی بن کعب سے اور چونتیس سال کے تھے، مالک بن زہیر الجشمی کے ہاتھوں منصب شہادت پر فائز ہوئے۔ پانچویں مہج جنہیں عامر الحضرمی نے شہید کیا۔ آپ مہاجرین شہداء میں سے پہلے شہید ہیں اور چھٹے صفوان بن بیضا جنہیں طعیمہ بن عدی نے شہید کیا۔ انصار کی جماعت سے آٹھ آدمی شہید ہوئے۔ مشر بن عبدالمندرجہ جنہیں ابو ثور نے شہید کیا۔ دوسرے سعد بن خثیمہ جنہیں عمر بن عبدود نے شہید کیا اور ایک روایت کے مطابق طعیمہ ابن عدی نے شہید کیا۔ اور یہ دو اشخاص بنی عمرو بن عوف کی جماعت سے تھے۔ تیسرے حارث بن سراقہ جنہیں حبان بن العرقہ نے گردن پر تیر مار کر شہید کیا۔ حارث کی ماں جو اس وقت مدینہ میں تھیں کہنے لگیں اگر میرے بیٹے کا مقام جنت ہو تو میں اس کے لئے ہرگز نہ روؤں گی۔ آپ پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور پوچھا کہ کیا میرے بیٹے کو جنت ملی ہے؟ رسول خدا نے فرمایا: اس کے لئے کئی جنتیں ہیں۔ وہ کہنے لگی۔ پھر میں اس کے لئے کیوں روؤں؟ آپ کا تعلق بنی عدی بن النجار کی جماعت سے تھا۔ چوتھے معاذ بن عفر اور وہ بنی مالک بن النجار سے تھے۔ پانچویں عمیر بن الغمام ابن الجموح جو خالد بن الاعلم العقیلی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ آپ کا تعلق بنی سلمہ بن حزام سے تھا۔ چھٹے بنی رزیق، رافع بن الحصلی سے تھے اور عکرمہ بن ابو جہل کے ہاتھوں شہادت پائی۔ ساتویں یزید بن الحارث بن فہم جو قبیلہ بنی العارث ابن الخزرج سے تھے، آپ نوفل بن معاویہ الدکلی کے ہاتھوں مقام شہادت پر فائز ہوئے۔ آٹھویں عوف بن عفر، ابو جہل کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق یہ تیسرے شخص تھے جنہیں پیغمبر نے آزاد کرایا تھا۔ نیز کہا جاتا ہے کہ معاذ بن ماعص اور عبید بن اسکن اس جنگ میں زخمی ہوئے اور زخموں کی تاب نہ لا کر بعد میں مقام شہادت پر فائز ہوئے۔ اور لشکر کفار سے ستر افراد جنگی قیدی بنائے گئے اور ستر افراد قتل ہوئے اور ان میں سے ۳۵ یا ۳۶ افراد کو علی نے تہ تیغ کیا جن کے نام یہ ہیں:

ولید بن عتبہ، عاص بن سعید، طعمہ بن عدی ابن نوفل، نوفل بن خویلد، زمعہ بن اسود، عقیل ابن اسود، حارثہ بن ربیعہ، نضر بن حارث بن عبدالدار، عمیر سلمان بن کعب بن تیم، عامر بن عبداللہ، عثمان بن عبید اللہ، مالک بن عبید اللہ، مسعود بن امیہ بن مغیرہ، قیس بن فاکہہ بن مغیرہ، حذیفہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ، ابو قیس بن ولید بن الولید، حنظلہ بن ابوسفیان، عمرو بن مخزون، ابن منذر بن ابی رفاعہ، منیہ بن حجاج سہمی، عاص بن منیہ، علقمہ بن کلاہ، ابی العاص بن قیس بن عدی، معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص، لوذان بن ابی ربیعہ، عبداللہ بن منذر بن ابی رفاعہ، اوس بن امیہ بن مغیرہ بن لوذان، زید بن ملیص، عاصم بن ابی عوف، سعید بن وہب، معاویہ بن ابی عامر بن عبداللہ بن جمیل بن زہیر بن حارث بن اسد، سالف بن مالک، عویمر ابن سائب بن عویمر، ہشام بن ابی امیہ بن مغیرہ، خلف بن ابی عامر۔

آدھی دوسری تعداد کو ملائکہ علیہم السلام اور مہاجرین و انصار نے قتل کیا۔ جس کسی کو فرشتہ قتل کرنا اسے وہ فرشتہ حضرت علی کی صورت دکھائی دیتا تا کہ اس طرح ان کے دل میں آپ کا رعب و دبدبہ بیٹھ جائے۔ اور یہ بات بھی تھی کہ ملائکہ نے آپ کی شکل میں ظاہر ہونا پسند کیا۔ کہا جاتا ہے کہ امیر المؤمنین نے جنگ سے ایک رات قبل خواب میں حضور کو دیکھا اور کہا مجھے ایسے الفاظ بتا دو جنہیں جنگ میں فتح حاصل کرنے کے لئے کام میں لاسکوں۔ عرض کیا۔ کہیں ”یا ہویا من لا یھو الا ہو“

جب آپ نے یہ خواب پیغمبر کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا۔ انہوں نے آپ کو اسم اسم اعظم سکھایا ہے۔ علی اس جنگ میں ان کلمات کو بار بار دہراتے تھے۔ قصہ یہ کہ رسول خدا نے بدر میں تین دن قیام فرمایا، کیونکہ یہ طے پایا تھا کہ جہاں کہیں آپ فتح پائیں گے وہاں تین دن قیام فرمائیں گے۔ جب رات کی سیاہی چھائی تو شقران نے جنگی قیدیوں کو باندھ کر آنحضرت کی خواب گاہ کے قریب ٹھہرا دیا تھا۔ کہیں عباس کو سخت باندھا گیا تھا۔ انہوں نے رات کو آہ و بکا شروع کر دی جس سے رسول خدا کی نیند میں خلل پڑا۔ پیغمبر نے عبداللہ بن

کعب کو، کہ وہ بھی ان قیدیوں پر نگرانی کی ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے۔ فرمایا: مجھے عباس کی پریشانی نے سونے نہیں دیا کیونکہ آخر میرے باپ کی جگہ ہیں۔ عرض کیا: اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو میں انہیں کھول دوں؟ فرمایا: ذرا نرمی سے باندھ دیں۔ اس سے ان کی داد فریاد ختم ہوگئی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: کیا بات ہے کہ اب مجھے عباس کی آہ و زاری نہیں سنائی دے رہی؟ عرض کیا: میں نے اسے نرمی سے باندھا ہے۔ فرمایا: تمام قیدیوں کو نرمی سے باندھو۔ لہذا ایسا ہی کیا گیا۔ دوسری صبح رسولؐ قتل گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ چوبیس افراد جن کی نعشیں قریب قریب تھیں، حکم دیا کہ انہیں ایک ہی گڑھے کی اجتماعی قبر میں دفن کر دیا جائے۔ جب عتبہ بن ربیعہ کی میت پر مٹی ڈالی جا رہی تھی تو اس کا بیٹا ابوحنظلیہ بہت غمناک ہو گیا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: اے ابوحنظلیہ تمہیں اس سے نفرت ہو رہی ہے۔ عرض کیا: خدا کی قسم میرا ایمان نہیں ڈگمگایا لیکن بات دراصل یہ ہے کہ میرا باپ ایک مستقل مزاج اور اچھے اخلاق کا حامل تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ ضرور اسلام لائے گا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ پیغمبرؐ نے اس کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ امیہ بن خلف کو اتنے زخم آئے تھے کہ اسے گڑھے تک نہ لاسکتے تھے لہذا اسے اسی جگہ مٹی اور پتھر لگا کر دفن کر دیا گیا۔

بعض اہل سنت کی روایات کے مطابق جنگ بدر کے قریش کے مقتولین کے نام یہ ہیں۔ بنی عبد شمس، بن عبد مناف، حنظلہ بن ابی سفیان، بن حرب جو حضرت علیؑ کے ہاتھوں مارے گئے اور حارث بن الحضرمی کو عمار یا سر نے قتل کیا اور عامر بن الحضرمی کو عاصم بن ثابت ابی اللاح نے قتل کیا، عامر بن ابی عمیر اور ان کا بیٹا جو دونوں عاصم کے غلام تھے، قتل ہوئے۔ عمیر کو ابوحنظلیہ کے غلام سالم نے قتل کیا، لیکن یہاں ان کے بیٹے کا قاتل نامعلوم ہے۔ اور عبیدہ بن سعید بن العاص کو زبیر بن العوام نے قتل کیا اور عاص بن سعید بن العاص کو علیؑ نے قتل کیا، عتبہ بن ابی معیط کو ایک روایت کے مطابق رسولؐ ایک حکم سے عالم بن ثابت نے قتل کیا اور ضرار بن الخطاب نے ان اشعار میں اس کا مرثیہ کہا:

عین کی لعقبہ بن ابان فرع فہر و فارس الفرسان

عتبہ بن ربیعہ کو حمزہ نے قتل کیا، شیبہ بن ربیعہ کو عبیدہ بن الحارث نے فی النار کیا۔ اور ولید بن عتبہ بن ربیعہ کو علی نے، عامر بن عبد اللہ جو اس جماعت کا حلیف تھا، کو بھی علی نے جہنم رسید کیا۔ ان کی تعداد بارہ تھی۔

بنی نوفل بن عبد مناف کے قبیلے سے حارث بن نوفل کو خمیب بن یساف نے قتل کیا۔ ابو الریان طعمیہ بن عدی کو حمزہ نے خاک میں ملایا یہ دو افراد تھے۔

اور بنی اسد بن عبد العزی کی جماعت سے رمعہ بن الاسود کو ابو دجانہ نے قتل کیا اور ایک روایت ہے کہ ثابت بن الجریع ان کا قاتل تھا اور حارث بن زمعہ الاسود کو علی نے قتل کیا۔ اسی طرح عقیل بن الاسود کو بھی علی نے خاک و خون میں غلطاں کیا۔ اس قتل میں حمزہ نے ان کی مدد کی۔ ابو البختری عاص بن ہشام کو مجذوب بن زیاد نے قتل کیا اور نوفل بن خویلد بن اسد بن عبد العزی کہ ابن العدویہ کے نام سے مشہور تھا، علی کے ہاتھوں مارا گیا اور یہ پانچ افراد تھے۔

بنی عبدالدار بن قصی کی جماعت سے نصر بن حارث بن کلدہ کو رسول خدا کے حکم سے علی نے قتل کیا۔ عمرو بن ہاشم بن عبد مناف کے غلام زید بن ملیص کو بھی علی نے خاک و خون میں غلطاں کیا، یہ دو افراد تھے۔

بنی تیم بن مرثہ کی جماعت سے عمیر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ کو بھی علی نے قتل کیا اور عثمان بن مالک بن عبید اللہ بن عثمان کو صہیب نے قتل کیا اور یہ دو افراد تھے۔ بنی مخزوم بن یقطہ اور بنی مغیرہ بن عبد اللہ بن مخزوم کی جماعت سے ابو جہل جس کا نام ہشام بن المغیرہ تھا کو عفرہ کے بیٹوں معاذ و معوذ نے خاک و خون میں ملایا اور اس کا سر عبد اللہ بن مسعود نے تن سے جدا کیا، یزید بن عبد اللہ بن عمرو کو حضرت عمار یاسر نے قتل کیا۔ جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق علی نے قتل کیا۔ خالد بن ولید کے بھائی ابو قیس بن الولید کو علی نے قتل کیا۔ ابو قیس بن الفاہ بن المغیرہ کو حمزہ نے قتل کیا اور ایک دوسری روایت کے مطابق حباب ابن المنذر اس کے قاتل تھے۔ مسعود بن ابی امیہ کو علی نے قتل کیا، امیہ بن حائن بن رفاعہ ابن ابی رفاعہ کو سعد بن ربیع

نے قتل کیا۔ ابوالمنذر بن ابی رفاعہ کو معین بن عدی العجلدی نے قتل کیا۔ اور اس کے حلیف حرمہ بن عمرو کو خابجہ بن زید بن ابی زہیر نے قتل کیا اور ایک روایت کے مطابق علی نے قتل کیا۔ اور اس کے حلیف ابوسافع الاشعری کو ابو دجانہ نے قتل کیا۔ حرمہ بن اسد کو علی نے قتل کیا، اسود بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم کو حمزہ نے قتل کیا، عبید اللہ بن ابی رفاعہ کو علی نے قتل کیا اور زہیر بن ابی رفاعہ کو ابواسید الساعدی نے ماہود کیا۔ سایب بن ابی رفاعہ کو عبد الرحمن بن عوف نے قتل کیا، صہبی بن عائر بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم کو حمزہ نے قتل کیا اور عمرو بن سفیان جو بنی طے سے اس کا حلیف تھا زید بن قیس کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کا دوسرا حلیف جابر بن سفیان، ابو بردہ بن یسار کے ہاتھوں قتل ہوا۔ حاجز بن سایب اور اس کا بھائی عویمر بن سلیب علی کے ہاتھوں مارے گئے اور عویمر بن عمرو بن عائر بن سمران بن مخزوم کو نعمان بن ابی مالک نے قتل کیا۔ غرضیکہ اس قبیلے سے انیس آدمی قتل ہوئے اور بنی نجیح بن عمرو بن حصیص سے امیہ بن خلف کو خبیب بن سیاف نے قتل کیا اور علی بن امیہ بن خلف کو عمار بن یاسر نے قتل کیا اور اس بن مغیرہ بن لوذان کو بھی علی نے قتل کیا۔ یہ تین افراد تھے۔

بنی سہم کی جماعت سے ینیہ بن الحجاج کو ابوالیسر اور ایک روایت کے مطابق علی نے قتل کیا اور اس کے بھائی معیہ کو علی نے قتل کیا۔ عاص بن معیہ بن حجاج کو بھی علی نے مارا، ابوالعاص بن قیس بن سعد بن سہم کو ابو دجانہ نے اور ایک روایت کے مطابق علی نے قتل کیا۔ اور عاص بن ابی عوف بن صیرہ بن سعد کو ابو دجانہ نے قتل کیا اور یہ پانچ افراد تھے۔

بنی عامر بن لوی اور بنی مالک بن حسل کی جماعت سے معاویہ بن عبد قیس جو ان کا حلیف تھا، عکاشہ بن مھسن کے ہاتھوں قتل ہوا اور معبد بن وہب جو بنی کلب سے ان کا حلیف تھا، ابو دجانہ کے ہاتھوں قتل ہوا اور یہ دو افراد تھے۔ اور اسی طرح بنی مخزوم سے سات افراد تھے جو قتل ہوئے پہلے حذیفہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ کو ابواسید مالک بن ربیعہ نے قتل کیا۔ دوسرے عائر بن عویمر، حمزہ کے ہاتھوں مجروح ہوا، پھر قیدی بنا اور زخم کی تاب نہ لا کر چل بسا۔ تیسرا اس کا حلیف تھا

جس کا نام عمیر تھا، یہ بنی طی سے تھا۔ چوتھا جنار بھی ان کا ساتھی تھا جس کا تعلق قارہ جماعت سے تھا پانچواں شخص سہرۃ ابن مالک بنی جمع بن عمر اور ان کا حلیف تھا۔ چھٹا الحارث بن مدیہ بن الحجاج، صہیب بن سنان قتل ہوا۔ ساتواں عامر بن ابی عوف بن صہیرہ کو عبداللہ ابن سلمۃ العجلانی نے قتل کیا، اور ایک روایت کے مطابق ابو دجانہ نے اسے قتل کیا۔

اسی طرح دوسرے بنی عبد شمس بن عبد مناف، وہب بن الحارث، تمار بن بغیض کی جماعت سے ان کے حلیف تھے۔ یعنی لوگوں میں سے عامر بن زید بھی ان کے حلیف تھے اور دونوں قتل ہوئے، اور دوسرا عقبہ بن زید یعنی لوگوں سے ان کے حلیف تھے اور اس جماعت کا غلام عمیر بھی قتل ہوا۔

اور دوسرے بنی عبدالدار بن قصی بنیہ بن زید اور دوسرے عبید بن سلیط جو قیس کی جماعت سے ان کے حلیف تھے، قتل ہوئے۔ اور بنی تیم بن مرہ سے مالک بن عبداللہ بن عثمان قیدی بنا اور اسی دوران چل بسا۔ اس لئے اس کا شمار بھی مقتولین میں ہوتا ہے۔ اور مزید یہ کہ عمرو بن عبداللہ بن جدعان، ہلاکت کا شکار ہوا۔ قصہ یہ کہ اس روایت کی رو سے سرسٹھ افراد مقتول شمار کئے جاتے ہیں جن میں سے ۱۲۴ افراد کو علی نے قتل کیا۔ شیعہ روایت کے مطابق جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔ قریش کے مقتولین کی تعداد ستر تھی۔ ان میں سے ۳۶ افراد علی کے ہاتھوں تہ تیغ ہوئے جن کے نام اس سے قبل آچکے ہیں۔

حسن بن ثابت ان مقتولین پر فخر کرتے ہوئے قریش سے خطاب کر کے کہتا ہے:

لقد علمت قریش یوم بدر	غداة الاسر والقتل الھدی
بما حین تشر العوالی	حماة الروع یوم ابی الولید
قتلنا ابی ریحہ یوم ساررا	الیما فی مضاعفۃ الھدی
و فر بہا حکیم یوم جالت	بنو النجار تنظر کالاسود
و دولت عند ذاک جموع فہر	واسلمہا الحویرث من بعید

لقد لا تفتنم خزيا و ذلا

جھیز ابا قیا تحت الوریہ

وکان القوم قد ولو اجمیعا

ولم یلو و اعلی الحسب التلید

قصہ یہ کہ تیسرے دن رسولؐ نے بدر سے کوچ کی ٹھانی، آپؐ اپنی سواری پر بیٹھے اور آپؐ کے اصحاب آپؐ کے ہم رکاب ہوئے۔ آپؐ پہلے اسی گڑھے پر آئے جس میں اکابرین قریش کو دفن کیا گیا تھا۔ پس آپؐ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا:

هل و جدتم و ما وعد ربکم ہتھا؟ فانی قد و جدت ما وعدنی ربی ہتھا

کیا آپ نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا؟ جبکہ میں نے تو اپنے رب کے وعدے کو

سچا پایا۔

اس کے بعد آپؐ نے اس جماعت سے ایک ایک کا نام زبان پر لا کر ان سے فرمایا: کیا تم خدا و رسولؐ کی نافرمانی کر کے خوش و خرم ہو؟ آپؐ لوگ کیسے بڑے رشتہ دار تھے جنہوں نے رسولؐ کو جھٹلایا جبکہ غیروں نے اس کی تصدیق کی۔ اس وقت عمر بن خطابؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ: بے جان میتوں سے باتیں کر رہے ہیں۔ فرمایا: خدا کی قسم! یہ بالکل ویسے ہی سن رہے ہیں جس طرح آپؐ لوگ سن رہے ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خدا نے انہیں زندہ کیا اور ان کو حضورؐ کا یہ خطاب سنایا تا کہ ان کی پشیمانی میں اضافہ ہو؟

حسان بن ثابت ان مردوں سے مخاطب ہو کر یوں کہتا ہے:

عرفت دیا رزینب بالکثیب

کخط الوحی فی الورق القھیب

تعاورھا الریاح و کل جون

من لومی منہر سکوب

فامسی رسمہا خلقتا و امست

یبا بعد سا کنہا الحیب

فدر عنک التذکر کل یوم

و در حرارۃ الصدر الکثیب

ذخیر بالذی لا عیب فیہ

بصدق غیر اخبار الکذوب

بما صنع المليك غداة بدر	لنا في المشر كين من المصيب
غداة كان جمعهم حراء	بدت اركان جح الغروب
فلا قينا هم فسا جمع	كاسد الغاب من مرد وشيب
امام محمد قد آذروه	على الاعداء في رجع الحروب
بايديهم صوارم مرهفات	وكل مجرب خا طي الكعوب
بنو الاوس الغطارف آذرتها	بنو النجار في الدين الصليب
فغادونا ابا جهل صريعاً	وعتبه قدرتنا بالجيوب
وهيبه قدرتنا في رجال	ذوي حسب اذا اتسبوا حبيب
يناويهم رسول الله لما	قد فقا هم كباكب في التليب
الم تجد واحد شي كان هنا	وامر الله ياخذ بالقلوب
فما نطقوا او انطقوا القاوا	صدقته و كمت ذاراي مصيب

اور یہ قصیدہ بھی حسان بن ثابت نے رسول خدا اور ان کے اصحاب بدر کے بارے میں کہا:

مستعرج حلق الما ذی بقدمهم	جلد المجرى ة ماض غير عديد
اعنى الرسول فان الله فضله	على البرية بالتقوى وبالجودى
وقد زعمتم بان تحموا اذما ركم	وما عبد رزعتهم غير مورود
لقد وردنا ولم نهبد ولتقولكم	حتى الممات ونصر غير محدود
ماض على الهول ركاب لما نطقوا	اذا الكما ة تتحاموا فى الصناديد
واق و ماض شهاب يصمعا به	بدرانا على كل الاما جيد
مبارك كضياء ابد صورتته	ما قال كان قصصاً غير مردود
مستعصمين بحبل غير منجدم	مستحکم من حبال الله مردود

اور قصیدہ بدر کے زمرے میں یہ اشعار علامہ بن جابر کے ہیں جو انہوں نے پیغمبر کے

مذکورہ مقتولین سے خطاب کے حوالے سے کہے تھے۔

بدایوم بدروھو کالبدر حولہ
کواکب فی افق الکلواکب تجلی
وجبریل فی چند الملائک دونہ
فلم تهن اعدا والعدو الخذل
رمی بالحصی فی اوجہ القوم رمیہ
فشر وھم مثل النعام الجھل
عبیدہ سل عنہم حمزہ فاسمع
حدثہم فی ذلک ایوم من علی
ھم عبوا بالسیف عتبا ذعدا
فذاق الولید الموت لیس لہ ولی
وشیبہ لما شاب خوفاتبا درت
الیہ العوالی بالخصاب المعجل
وجال ابو جہل فحقق جہلہ
غداۃ تردی بالرداعن تذلل
فأضحی قلبیا فی التقلب وقومہ
یولونہ فیہا الی شر منہل
وجآء ھم خیر الامام مویثا
ففتح من اسماء ھم کل مقفل
واخبر ما یتم باسمع منہم
و لکنہم لایجدون لمقول
سل صمم یوم البلاء اذ تضا حکوا
فعاذ بکآء عاجلا لم یوجل
الم یعلموا علم الیقین صدقہ
و لکنہم لایرجعون بمقتل
فیاخیر خلق اللہ جاھک طجای
وجک ذخری فی الحساب وموئلی
علیک صلواتہ شمل الال عرفہا
واصحابک الاخیار ابل التفھل

اب اصل قصے کا رخ کرتے ہیں، اس اثناء میں جب رسول خداؐ نے قریش کے مقتولین سے خطاب کر رہے تھے، فرمایا: عبداللہ بن کعب، مال غنیمت لادلو، اب آپ نے وادی اشیل کا رخ فرمایا، وہاں دوسری نماز ادا فرمائی۔ عدی بن ابی الزغبانے بدر سے کوچ کرتے وقت بسبس کو مخاطب کر کے یہ شعر کہا:

اقم لہا صدور ہایا بسبس
ان مطایا القوم لا تجسس
وجہا علی الطریق اکیس
قد نصر اللہ وفر الاخنس

مجملہ غنائیم میں ایک سو پچاس اونٹوں پر تیار کئے ہوئے چمڑے تھے۔ آپؐ نے ابو جہل کے اونٹ کو اپنے لئے مخصوص فرمایا۔

غرضیکہ رسول خداؐ ایشیل کی منزل میں جنگی قیدیوں کی صفوں سے گذرتے اور ان میں سے ایک ایک کو غور سے دیکھتے تھے۔ جب آپؐ کی نظر عقبہ بن ابی معیط اور نضر پر پڑی تو آپؐ نے دیکھا کہ دونوں کو ایک ہی رسی سے باندھا گیا تھا۔ نضر کمال فراست کا حامل تھا، اس نے عقبہ کی طرف نظر کرتے ہوئے کہا: قریش میں سے میری اور تیری خیر نہیں۔ کیونکہ میں نے محمدؐ کی نگاہوں میں موت کو دیکھ لیا ہے۔

اس اثناء میں پیغمبرؐ نے علیؑ سے فرمایا: انہیں حاضر کیا جائے۔ نضر خوبصورت تھا علیؑ اسے بالوں سے پکڑ کر کھینچ کر لارہے تھے۔ نضر نے کہا: اے محمدؐ میرے ساتھ وہی سلوک کریں جو آپؐ سارے قریش کے ساتھ کریں گے۔ فرمایا: تم میرے رشتہ دار نہیں ہو۔ اگر ہوتے تو بھی مسلمان تو نہیں ہو۔ کہا: آپؐ نے فرمایا ہے کہ اگر قریش گرفتار کر لیا جائے تو اسے قتل نہیں کرنا چاہیے۔ فرمایا: تو قریش نہیں: تو اہل صفوریہ کا مجوسی ہے۔ کیونکہ جس والد سے تجھے نسبت دیتے ہیں وہ تجھ سے ایک سال چھوٹا ہے۔ پس نضر نے مصعب بن عمر کی طرف نگاہ کرتے ہوئے کہا: اگر اس طرح تو قیدی ہوتا تو اگر میں زندہ ہوتا تو تجھے قریش کے ہاتھوں یوں نہ قتل ہونے دیتا۔ مصعب بولا: تو بالکل سچ کہہ رہا ہے لیکن میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ دوستی کی بنیاد اسلام ہے۔ اور تم مسلمان نہیں ہو۔ اس وقت علیؑ نے اس کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ مقداد نے شور کیا، یا رسول اللہؐ: یہ میرا قیدی ہے۔ آپؐ نے فرمایا! الہی تو مقداد کو نضر کے فدیہ سے بے نیاز کر، علیؑ نے اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا۔ اس کی بہن نے اپنے بھائی کی موت پر یہ مرثیہ پڑھا۔

یارا کبا ان الایلی منظر

من صبح خامسہ وانت موفق

بلغ بہ میتا فان تحیة

منی الیہ وعبرۃ مسفوحة

ما ان تزال بہا الرکائب تخفق

جادت لما تمہا واخری تخفق

ظلت سيفوف بنى ابيّة ينوشه لئدارحام ہناک تمزق
 صبر أيقادالى المدد منة راعما رسف المقيد وهو عان موثق
 احمد ولانت نجل نجيدية فى قومها والهل فحل معرق
 ما كان ضرک لومعت وربما من الفتى وهو المعيط الحق
 المضرا قرب من قتلت وسيلته واقهم ان كان حق يعق

یعنی اگر اس کے اشعار سننے ہوتے تو اس کے بھائی کو قتل نہ کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ ان اشعار میں سے تین آثری اشعار حضور گویہ بات کرنے پر مجبور کیا۔ کیونکہ ان اشعار میں اس کی بہن کہتی ہے۔ اے محمد! آپ ایک شریف گھرانے کے چشم و چراغ ہیں اور میرا بھائی بھی ایک شریف گھرانے سے اور وسیع خاندان سے تھا۔ آپ کا کیا نقصان ہوتا اگر آپ احسان کرتے اور اسے قتل نہ کرتے۔ کیونکہ احسان کرنا جوان کا شیوہ ہے۔ اگر چہ وہ غصے ہی میں کیوں نہ ہو۔ اگر کسی غلام کو آزاد کرنا مقصود ہوتا تو نصر وہ انسان تھا جو اس آزادی کا سب سے زیادہ حق دار تھا۔

”لو كنت سمعت شعرها كما قلت“

یہ نصر وہ تھا جس نے کہا:

”اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر بعدا ب آلہم“

قرآن کریم (۸-۳۲)

یعنی جب لشکر قریش شکست سے دو چار ہوا تو کہا: خدایا اگر تو نے یہ کیا ہے اور یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھریا کوئی عذاب نازل فرما، تا کہ ہم اسے سختی سے نجات پائیں اور خدانے یہ بات پیغمبر کو بتائی کہا جاتا ہے کہ اس آیت کا مصداق بھی یہی شخص تھا۔

”ان تسئفوا فكلذ جاءكم انكساح وان تنكفوا فكلذ خيز لكم“ قرآن کریم (۸-۱۹)

جب عقبہ بن ابی معیط کی باری آئی اور یہ وہ شخص تھا جو امیہ بن خلف کے کہنے پر آنحضرتؐ کے چہرے پر تھوکتا تھا۔ جب کہ اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے۔ جب پیغمبرؐ نے مکہ سے

ہجرت فرمائی تو اس نے یہ اشعار کہے۔

یا راکب الناقۃ القصو آءھا جرنا
عما قلیل ترانی راکب الفرس
اعلمہ نحن فیکم ثم انہلمہ
والسیف یاخذ منکم کل ملتبس

جب اس بات کا رسولؐ کا علم ہوا تو فرمایا: ”فقال: اللہم اکبہ لمخزہ واصرعہ“
خدا یا اس کو ذلیل و خوار کر کے خاک میں ملا۔ آپؐ کی دعا مستجاب ہوئی اور یہ شخص
عبداللہ بن سلمہ عجلانی کے ہاتھوں جنگی قیدی بنا۔ پیغمبرؐ نے عہد کیا ہوا تھا کہ ہاتھ لگتے ہی اس کا قصہ
پاک کر دیں گے۔ پس آپؐ نے علیؑ سے فرمایا: ابھی اپنے پیغمبرؐ کا وعدہ پورا کر دو۔ جب علیؑ نے
اس کے قتل کا ارادہ کیا تو اس نے کہا: اے محمدؐ! آپؐ جب مجھے قتل کر دیں گے تو میرے بچوں کی
کفالت کون کرے گا؟ فرمایا: اگر اسلام نہیں لائیں گے تو دوزخ کی آگ ان کی کفالت کرے
گی۔ علیؑ نے اس کی گردن ماری اور یہ اشعار کہے۔

الم تر ان اللہ ابلی رسولہ
بلآء عزیز ذی اقتدار و ذی فضل
بما انزل الکفار دارمذلہ
ولاقوا ہوانا من اسار و من قتل
فامسی رسول اللہ قد عز نصرہ
وکان امین اللہ ارسل بالعدل
فجاء بفرقان من اللہ منزل
میدتہ آیات لندوی العقل
فامن اقوام کرام و اتقوا
واکراد ام فراغت قلوبہم
وامکن منہم یوم بدر رسولہ
بایدتھم بیض خفاف قواطع
وکم ترکوا من ماشی عذی جمیمہ
وہبکی عیون الناصحات علیہم
نواح تبکی عذبہ النھی و ابنہ
فزاوہم الرحمن جبلا علی جبل
وقو مانعصا بافعالہم احسن الفعل
تجود باسبال الرشاش وبالوبل
وہبیتہ مبعاہ و معنی ابا جہل

وذا الذحل معی و ابن جدعان فہم مسلۃ خری میدیہ اشکل
 ثوی مہم فی بئر بدر عصابۃ ذوی نجدات فی الحزون و فی السہل
 دعی النعی مہم من دعا فاجاہ و للعی اسباب مقطعة الوصل
 فاضحو الدی دارا تخیم بمعزل عن البعی و العدو ان فی اشغل اشغل
 عقبہ بن ابی معیط مقتولین بدر سے آخری شخص تھا جو علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اسید بن ابی
 ایاس مشرکین کو جنگ شوق دلانے کی خاطر یہ اشعار کہے:

فی کل مجمع غایۃ اخزا کم جذع ام علی المذاکی القرح
 لہ در کم الما تنکروا قد تنکر الحرا لکریم و یستی
 ہذا ابن فاطمۃ الذی افناکم ذی و قتلۃ قعصۃ شم یذبح
 اعطوہ خر جا و اتقوا تضریبہ فعل الذلیل و بیعہ لم تریح
 این الکہول و این کل دعامة فی المعصلات و این زین الابطح
 افنا ہم قعصا و ضر بہ نقری بالسیف یعمل حدہ لم یصفح

اور بعض کا قول ہے کہ رسولؐ نے ان کو بدر سے کوچ فرمایا اور آپؐ بدر سے غردا الطین
 آئے اور وہاں اصحاب نے جنگی ہتھیاروں سے لیس ہو کر صف بنائی اور ایک ایک کر کے قیدیوں کو
 ان کے سامنے لایا جاتا رہا اور اس طرح ان کے ساتھ نظر و عقبہ جیسا سلوک کیا گیا۔ اور وہاں سے
 آپؐ سرزمین اٹیل کو عبور کر کے صفر نامی دیہات جا پہنچے جس کے بعد ادنان نامی کنویں کے پاس
 جا کر ٹھہرے۔ آپؐ نے یہاں صحابہ کبار کی ایک انجمن تشکیل دی۔ انہیں مال غنیمت اور جنگی
 قیدیوں کے بارے میں مشورہ کرنے پر لگایا اور فرمایا ان لوگوں اور اموال کے متعلق آپکی کیا رائے
 ہے؟ سب لوگ خاموش تھے۔ پہلے عمر بن الخطابؓ نے سر اٹھایا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا خیال
 ہے کہ ہمیں ان غنائم کو کسی گڑھے میں دبا دینا چاہئے تاکہ وہ ضائع ہو جائے۔ اور تمام قیدیوں کو قتل
 کر دینا چاہئے۔ اور جس کسی کا کوئی رشتہ دار ہے تو اسے چاہئے کہ اسے قتل کر دے۔ عباس کی گردن

حزہ مارے، اصحاب اسی قانون کے تحت کام کریں۔ تاکہ کفار جان لیں کہ ہمارے دل میں ان کے لئے مہر و محبت کے جذبات نہیں۔ عباس نے کہا: یا عمر قطعاً قطعاً اللہ رحمک، اے عمر تو قطعاً رحمی کرنا خدا تجھ سے قطعاً رحمی کرے۔ خود پیغمبر کو بھی یہ بات ماکوار گزری، آپ نے ایک مرتبہ پھر پوچھا: اس امر کا فیصلہ کرنے کے بارے میں آپ کا مشورہ اور صوابدید کیا ہے؟ عبد اللہ بن رواحہ انصاری نے کہا: میں تو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ آگ کا ایک بڑا آلاؤ کریں اور ان تمام غنائم کو اس میں ڈال دیں اور اس کے بعد جنگی قیدیوں کو بھی اس میں ڈال دیں تاکہ خس کم اور جہان پاک ہو جائے۔ عباس نے وہی بات جو عمر سے کہی تھی عبد اللہ سے بھی کہی اور رسول خدا نے ذرا سختی سے پھر فرمایا۔ اس جماعت اور مال غنیمت کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ ابو بکر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ جنگی قیدی اکابرین قریش و قبائل ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ یہ آپ کے رشتہ دار بھی شمار ہوتے ہیں۔ اب جبکہ آپ کو ان پر فتح نصیب ہو گئی ہے تو ان پر رحم و کرم کریں اور چونکہ یہ لوگ کافی مالدار ہیں لہذا بہتر یہی ہے کہ ان سے فدیہ لیں اور انہیں آزاد کر دیں۔ اس طرح صحابہ کا بھی بھلا ہو جائے گا۔ اور ان کی جان بخشی سے ان پر ایک احسان بھی ہوگا۔

پھر فرمایا: اب مجھے صبر کرنا چاہیے یہاں تک کہ حکم ربی آجائے۔ پس یہ آیت مازل

ہوئی۔

”مَا كَانَ لِغَيْبِي أَنْ يَكُونَ لَكُمْ نَذِيرٌ..... يُرِيدُ الْأَمْوَءَ“ قرآن کریم (۸.....۶۸)

یعنی کسی پیغمبر کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کفار کے قیدیوں سے فدیہ لے۔ البتہ یہ کہ ان میں سے بہت سے افراد کو قتل کر دے تاکہ اہل کفر ذلیل و قلیل ہو جائیں اور اسلام کی برتری عیاں ہو جائے۔ تم انہیں چھوڑنے کے بدلے مال و متاع کے طلب گار ہو جبکہ خدا آپ کے لئے آخرت کا ثواب اور دین کی عزت چاہتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ امتیں بحکم خدا قیدیوں کو قتل کرتے اور غنائم کو جلاتے تھے۔

”كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَتَّىٰ تَتَذَكَّرُوا مِنِّي“ قرآن کریم (۸-۶۹)

اگر خدا نخواستہ تم خدا کے حکم کو یہ سمجھتے کہ یہ مال غنیمت دین اسلام میں حلال ہے۔ تو آپ کے لئے ایک بڑا عذاب تھا۔ اس آیت سے عام علماء اور اہل سنت کے فقہاء یہ دلیل لاتے ہیں کہ انبیاء کے لئے کسی امر میں اجتہاد کرنا جائز ہے اور اگر اس اجتہاد میں ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو خدا انہیں اس غلطی سے نکال لیتا اور سیدھے راستے سے آگاہ کر دیتا ہے اور اس بات کو ٹھوس ثابت کرنے کے لئے وہ عمر بن خطاب سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ جب پیغمبرؐ نے فدیہ لینے کے متعلق اپنی رضا کا اظہار کر دیا اور اس بارے میں حکم خداوندی کا انتظار کیا تو دوسرے دن میرا پیغمبرؐ کے ہاں جانا ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ اور ابو بکر دونوں بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: ہمارا یہ رونا اس لئے ہے کہ ہم نے فدیہ سے متعلق اپنی رائے دی تو اس کا عذاب ہمیں دکھایا گیا جو اس درخت سے بھی نزدیک تھا۔ اور آپ نے اس درخت کی طرف اشارہ فرمایا جو آپ کے قریب واقع تھا۔ مفسرین نے اس بارے میں بہت سی باتیں کی ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے جب مجتہد غلطی کرتا ہے تو اس کو اس غلطی پر عذاب نہیں ہوتا اور بعض کا قول ہے: یہ حکم خاص اہل بدر کے لئے ہے کہ ان لوگوں کو عذاب نہیں ہوگا۔ اور ایک جماعت کا قول ہے: کسی قوم کو کسی ایسے امر کی وجہ سے جس کے متعلق واضح طور پر منع نہ کر دیا عذاب نہیں دیا جائے گا۔ ”وقیل: المراد ان القدیۃ الی اخذوھا تستحل لھم“، یعنی بعض کا قول ہے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ وہ فدیہ جو اہل بدر نے قیدیوں سے لیا۔

شیعہ فقہاء کا قول ہے کہ انبیاء اجتہاد نہیں کرتے اور نہ ہی ان سے غلطی سرزد ہوتی ہے۔ وہ اہل سنت کی روایت سے یہ دلیل لاتے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر صحیح بخاری کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ترمذی ہنسائی، ابن حبان، اور حاکم نے صحیح سندوں کے ساتھ علی سے روایت کی ہے کہ: جب فیصلہ اس بات پر ٹھہرا کہ قیدیوں اور اموال کے بارے میں حکم خداوندی کا انتظار کریں تو جبرائیل رسولؐ کے قریب آئے اور کہا: آپ اپنے صحابہ کو اس بات کا اختیار دیں کہ چاہیں تو وہ قیدیوں کو قتل کریں اور چاہیں تو ان سے فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دیں۔ لیکن اتنا جان لیں کہ اگر وہ

فدیہ لیں گے تو آئندہ سال انہی قیدیوں کی تعداد کے برابر مسلمان قتل ہوں گے۔ اس طرح خدا کی طرف سے اجازت مل گئی۔ چنانچہ یہ آیت مبارکہ کواد ہے ”وَمَلَكُوا مِمَّا عَزَمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا“ قرآن کریم (۷۸-۷۹)

یعنی جو کچھ آپ نے غنیمت اور فدیہ کی شکل میں حاصل کیا ہے اسے کھائیں کیونکہ حلال و پاکیزہ ہے۔ پس پیغمبرؐ نے اس شرط کے ساتھ اصحاب کو اختیار دیا اور انہوں نے فدیہ لینے کا راستہ اختیار کیا۔ اصحاب رسولؐ نے دنیوی مال کی لالچ میں ایسا نہیں کیا اگر یہ بات ہوتی تو وہ اس کے بدلے اُحد میں اپنا قتل کیوں پسند کرتے بلکہ یہ لوگ شہادت کے شیدائی تھے اور جبرائیل فدیہ قبول کرنے کی صورت میں مسلمانوں کے قتل عام کا اشارہ دے گئے تھے۔ یہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے جنگی قیدیوں پر رحم کھایا اور انہیں فدیہ لے کر آزاد کر دیا۔ اس طرح اجتہاد اور غلطی کو پیغمبرؐ سے نسبت دینا جائز نہیں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں واضح ارشاد فرماتا ہے۔ ”وَمَا مَطَّقَ الْاَوْحَىٰ يُوْحَا“ قرآن سے دیکھ لیں یعنی میرا حبیب اس وقت تک کلام نہیں کرتا جب تک کہ اسے وحی نہ ہو جائے۔

اب اصل قصے کی طرف آتے ہیں۔ جب غنائم کی تقسیم اور فدیہ لینے کا مرحلہ آیا تو سعد بن معاذ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم وہ جماعت تھے جنہوں نے جھونپڑی کی نگرانی کی اور جہاد میں شریک نہیں ہوئے۔ اور ایک جماعت نے جہاد کیا اور ایک گروہ نے لوگوں کو قیدی بنایا۔ اگر غنائم صرف جہاد کرنے والوں کے لئے ہیں تو بہت سے صحابہ کو حصہ نہیں ملے گا۔ اس لحاظ سے صحابہ کے درمیان چہمہ کوئیاں شروع ہو گئیں۔ اور ان تین گروہوں میں سے ہر ایک غنیمت حاصل کرنے کے سلسلے میں اپنے آپ کو دوسروں پر برتر خیال کرتا تھا۔ پس خداوند تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی۔

”يَسْتَكْوِتُكَ عَنِ الْاَنْفَالِ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ“ قرآن کریم (۸-۱)

یعنی اے محمد! آپ سے غنائم کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ اموال

خدا اور رسول کا ہے۔ جب لوگوں کو اس بات کا علم ہوا تو مایوس ہو گئے۔ اس طرح ان کے درمیان جھگڑا ختم ہو گیا۔ رسولؐ نے جو بنی النجار سے غنائم کے محافظ تھے، فرمایا: ان اموال کو پیش کر دو، اس میں سے آپؐ نے اپنا خمس بھی جدا نہ کیا۔ تاکہ اصحاب کا حصہ زیادہ ہو اور اس ممال غنیمت کو تمام مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ جو کوئی شہید ہوا تھا اس کا حصہ اس کے لواحقین کو پہنچایا اور وہ آٹھ افراد جو جنگ بدر میں نہیں آئے تھے۔ جیسا کہ ذکر ہوا ہے ان کے لئے بھی ان کا حصہ بھیجا۔

اس وقت سعد بن ابی وقاص نے عرض کیا: کیا آپ سوار مجاہد کو پیدل کمزور جیسا حصہ دینگے۔ فرمایا: تکلیف تک ایک خداوند تعالیٰ نے کمزوروں کی برکت سے آپ کو نصرت عطا فرمائی ہے۔ اس وقت وہ اونٹ جس پر ابو جہل سوار تھا، اپنے لئے مخصوص فرمایا اور عاص بن معیہ بن حجاج کی تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا۔ امیر المؤمنین علیؑ کو عطا فرمائی اور ذوالفقار، فقارہ کی جمع ہے۔ فقرہ پیٹھ کی ہڈی کو کہا جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے چونکہ علیؑ نے عاص کو قتل کیا تھا اس لئے آپ نے وہ تلوار لی جو امیر المؤمنین کی شہادت کے بعد ان کے وارثوں میں سے ہوتی ہوئی محمد بن عبد اللہ بن حسن بن علیؑ تک پہنچی۔ اور جب منصور عباسی کے زمانے میں آپ کی شہادت قریب آئی تو بنی النجار سے ایک شخص کو جس کا آپ نے قرض دینا تھا بلایا اور ذوالفقار سے دے کر فرمایا:

”خذ السیف فانک الیٰ تلتیٰ احد امن آل ابیطالب، الا اخذہ منک و اعطاک حنک“

اور اس کے بعد جب جعفر بن سلیمان بن علی بن عبد اللہ بن عباس مدینہ اور یمن کے حاکم ہوئے اس شخص کو طلب کیا اور اسے چار سو دینار عطا فرمائے اور تلوار دی اور اس سے مہدی منصور کو پہنچی اس طرح عباسی خلفاء کی نسل میں چلتی رہی۔ صمعی کا قول ہے:

”رایت الرشید بطوس متقلداً سیفاً فقال یا صمعی اریک ذالفقار؟ قلت بلی جعلنی اللہ

فداک، فقال اسئل: سیفی هذا فسئلته فاذا فیہ اثنتا عشر فقارۃ“

ایک مرتبہ پھر تاریخ کا رخ کرتے ہیں: جب رسولؐ نے مال غنیمت کی تقسیم کی، ابو عبیدہ، جو قرہ بن عبد کا غلام تھا اور آپؐ کا حجام تھا مدینہ سے استقبال کے لئے آیا، اپنے ساتھ کھجور

اور دودھ لایا اور پیغمبرؐ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ رسولؐ نے صحابہ کو بلایا تاکہ کھائیں۔ جب پیالہ خالی ہو گیا تو آپؐ نے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لیکر اس میں ڈالا اور حجام کو واپس کر دیا۔ اس اثناء میں آپؐ نے اس فتح و نصرت کی خوشخبری مدینہ پہنچانا چاہی، پس آپؐ نے عبداللہ بن رواحہ کو طلب فرمایا۔ اسے مدینہ کے فرازی علاقوں اور زید بن حارثہ کی مدینہ کے نشیبی علاقوں میں ڈیوٹی لگائی کہ وہاں کے لوگوں میں اعلان کریں کہ رسولؐ نے بروز جمعہ سترہ رمضان المبارک کو مشرکین پر فتح و نصرت حاصل کی اور ان کا قتل عام کیا پس یہ دونوں نہایت تیزی سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

زید بن حارثہ نے لوگوں کو پکارا: اے لوگو! خوش و خرم ہو جائیں کہ پیغمبرؐ نے دشمنوں پر فتح پالی ہے اور عتبہ، شیبہ، ابو جہل اور فلاں و فلاں قتل ہو گئے ہیں۔ آپؐ مقتولین اور قیدیوں میں سے ایک ایک کا نام لیتے جاتے۔ لوگ حیران و سرگرداں تھے کہ یہ کیسے ہوا؟

اسامہ بن زید نے کہا: اے والد محترم کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ اس پر زید نے قسم اٹھائی، جو کوئی انہیں ملتا، پوچھتا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ پس اس طرف سے رسولؐ نے کوچ فرمایا، اور روحا آگئے۔ اس طرف سے مدینہ کے پاس آپؐ کے استقبال کے لئے اکٹھے ہو کر روانہ ہو گئے۔ آپؐ نے روحا کی سر زمین پر لوگوں کا اجتماع کیا لوگ آپؐ کے ارد گرد جمع ہوئے ادھر مدینہ سے بھی لوگ پہنچ گئے اور ایک اجتماع کی شکل بن گئی۔ اسامہ بن سلمہ شمشیر ہاتھ میں لئے آنحضرتؐ کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اسامہ نے جنگ میں کافی بہادری و دلیری دکھائی تھی اس لئے مدینہ کے باسی آپؐ سے میدان بدر میں پیش آنے والے واقعات پوچھتے تھے۔ اسامہ بتاتے تھے کہ کس طرح ہم نے ان بد شکل بوڑھوں کو پچھاڑا اور ان پر سوار ہو کر انہیں جنگ کا مزہ چکھایا، ان میں سے باقی ماندہ افراد کو ایسے ایسے باندھا اور قیدی بنا لیا۔ یہ باتیں پیغمبرؐ کو کچھ ناگوار گذریں تو آپؐ نے ذرا سنجیدہ لہجے میں ارشاد فرمایا: وہ لوگ قریش کے شیر اور مردان میدان تھے، اتنی آسانی سے قابو آنے والے نہ تھے۔ یہ تو فرشتوں نے انہیں تھکایا اور باندھا، اس طرح خدا نے اس جماعت کو شکست فاش دی۔ اور آپؐ کو غنیمت ہاتھ آیا۔ اصحاب کہنے لگے: ہمیں یہ فتح ہمارے زور بازو سے نہیں نصیب

ہوئی۔ کیونکہ ہم نے بہت سے مشرکین کو دیکھا کہ ان کے سر تن سے جدا ہوئے ہیں۔ لیکن ہم تلوار چلانے والے کو دیکھ نہ پاتے تھے۔ ایسا بھی ہوا کہ مشرکین بندھے ہوئے اونٹوں کی مانند ایک دوسرے پر گرتے پڑتے اور ہم جا کر تلوار سے ان کے سر کاٹ دیتے۔ عبداللہ بن انیس تربان کے مقام پر استقبال کے لئے آیا اور عرض کیا: گھر سے نکلنے وقت بیمار پڑ گیا تھا اور کل رات میرا بخارا ترا ہے اور آج آپ کج خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔ پیغمبرؐ نے اس کا عذر قبول کر لیا۔ اسید بن خضیر نے عرض کیا: اگر مجھے علم ہوتا کہ جنگ لڑی جائیگی تو ہرگز پیچھے نہ رہتا۔ رسولؐ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ قصہ یہ کہ دوسرے دن رسولؐ اپنے لشکر اور استقبال کرنے والوں کے ہمراہ مدینہ کی راہ لی۔ آپؐ پہلے اپنی زوجہ سودہ بن زمعہ بن اسود کے گھر آئے اور اس جنگ میں سودہ کے والد اور ان کے والد کے دو بھائی عقیل اور حارث کام آئے تھے لہذا سودہ اپنے والد اور دو چچاؤں کے غم میں شدت سے مڑھال اور رو رہی تھیں۔ رسولؐ کو یہ بات ماکوار گزری اور آپ رات کے وقت اٹھے اور اٹھ کر عائشہ کے گھر چلے گئے اور رات کو وہاں ہی سوئے۔ صبح ہوتے ہی پیغمبرؐ کے غلام عبداللہ بن کعب اور شقران قیدیوں کے ایک گروہ کے ہمراہ مدینہ میں داخل ہوئے، انہوں نے پیغمبرؐ کے گھر کا پتہ معلوم کیا۔ لوگوں کا گمان تھا کہ چونکہ پیغمبرؐ سودہ کے گھر داخل ہوئے تھے لہذا وہیں ہوں گے۔ اس وجہ سے انہوں نے ان کی اس گھر کی جانب رہنمائی کی۔ اس طرف چونکہ پیغمبرؐ کے علم میں یہ بات آگئی تھی کہ یہ لوگ آئے کھڑے ہیں۔ لہذا آپ نے انہیں عائشہ کے گھر تکلیف دینے کے بجائے خود سودہ کے گھر تشریف لانا زیادہ مناسب سمجھا۔ جب آپ وہاں پہنچے تو اس وقت سودہ غیرت کی بناء پر اور بچاؤ والد کے غم میں قیدیوں کو برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ آپؐ سہیل بن عمرو سے مخاطب ہو کر کہہ رہی تھیں۔ کیوں قیدی کی ذلت و خواری برداشت کی۔ کیوں نہ میرے باپ اور ان کے دو بھائیوں کی مانند مردانہ وار نہیں لڑے اور موت کا جام نہیں پیا؟ سہیل بن عمرو کی کنیت ابو یزید اور اس کا لقب بزدالانیاب (اگلے تیز دانتوں والا) تھا۔ چونکہ اس کے اوپر والا ہونٹ کٹا ہوا تھا اور اس کی وجہ سے نیچے والے دانت نظر آتے تھے، اس کی مکہ میں ایک عالیشان

رہائش گاہ تھی اور اگر لوگوں کو کھانے پر بلانا تھا۔ چنانچہ امیہ بن ابی صلت اس کی مدح میں کہتا ہے۔

یابا یزید را بیت سبک و اسعاً و سماء جودک تسہیل فتمطر

غرضیکہ جنگ بدر میں مالک بن وحشم نے اسے گرفتار کیا اور یہ اشعار کہے:

اسرت سہیلا فلا انشی بہ غیرہ من جمیع الامم

وختد تعلم ان انتی سہیلا فتاھا اذا ما ظلم

ضربت بذی الشعر انشی وا کرھت نفسی علی ذی العلم

اور راستہ چلنے کے دوران جب ستیا کی منزل پر پہنچے تو سہیل بن مالک سے کہا: میں حاجت ضروریہ سے فارغ ہونا چاہتا ہوں۔ مالک اسے کنارے پر لے گیا اور اس کی نگرانی کرتا رہا۔ سہیل نے کہا: مجھے تم سے شرم آ رہی ہے ذرا دور ہو جاؤ۔ جب مالک نے اس سے ذرا لاپرواہی برتی تو اس نے اپنی ہتھکڑی نکالی اور بھاگ نکلا۔ اس پر مالک نے شور مچانا اور اس کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا۔ اسی اثناء میں صحابہ کی ایک جماعت باہر نکل آئی اور سب سے پہلے آنحضرتؐ نے اسے پکڑا اور حکم دیا کہ اس کی گردن کو باندھ کر اسے مدینہ پیدل لاؤ۔ یہی وجہ تھی کہ سودہ نے اسے تمام قیدیوں سے ذلیل و خوار پا کر سخت برا بھلا کہا۔ قصہ یہ کہ پیغمبرؐ کو اس کی ان باتوں کی وجہ سے اس پر غصہ آیا اور فرمایا: اے سودہ! تو کفار کو خدا اور رسولؐ کے خلاف ابھارتی ہے۔ اور انہیں چھیڑتی ہے تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر تیار ہو جائیں۔ آپؐ اسی غصے کی وجہ سے اس گھر داخل نہیں ہوئے اور وہاں ہی کھڑے کھڑے سودہ کو طلاق دی اور عائشہ کے گھر واپس چلے آئے اور اپنے ساتھ جنگی قیدیوں کو بھی وہاں لے آئے۔ یہی وجہ تھی کہ سودہ ہمیشہ روتی تھی، ایک تو باپ کے غم میں اور دوسرا طلاق کی پریشانی سے۔ اگرچہ اس نے کسی کو آپؐ کے پاس سفارش کے لئے بھیجا اور پیغمبرؐ سے معافی کی درخواست کی لیکن قبول نہیں کی گئی۔ اور اس طرف اس کا بوڑھا دادا سود بن یغوث، کہا جاتا ہے کہ جب قریش جنگ بدر سے واپس ہوئے تو ابوسفیان اور دوسرے اکابرین نے حکم دیا کہ اپنے مقتولوں پر کوئی نہ روئے تاکہ اس طرح ان کا غم و غصہ کم نہ ہو۔ اسود بھی خاموش

رہا۔ ایک رات اس نے کسی کا نوحہ سنا تو اپنے غلام سے کہا ذرا پتہ کرو شاید مردوں پر رونے کی اجازت مل گئی ہو۔ تاکہ میں بھی اپنے بیٹوں پر رو سکوں۔ جب معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ایک عورت اپنے اونٹ کی گمشدگی پر بین کر رہی ہے۔ اسو د بولا: یہ عورت اپنے اونٹ کی گمشدگی پر رو سکتی ہے تو میں اپنے بیٹوں پر نہیں رو سکتا۔ یہ کہہ کر اس نے رونا شروع کیا اور یہ اشعار کہے۔

اتبکی ان۔ بصل لھا عیر	ویمعہا من النوم السہود
فلا تبکی علی بکر و لکن	علی بدر تقاصرت الجددود
فا بکی ان بکیت علی عقیل	دا بکی حارثا اسدا الاسود
و بکبہم ولا تسمی جمیعا	و مالابی حکیمتہ من ندید
علی بدر سراۃ بنی ہصیص	و مخزوم و درھط ابی الولید
الاقدر ساد بعدہم رجال	دولولایوم بدر لم یسودوا

غرضیکہ مدینہ کی عورتوں نے سو دہ سے کہا: پیغمبرؐ سے اجازت لیکر مکہ چلے جاؤ۔ کہنے لگیں۔ میں یہ بات پسند نہیں کرتی کہ میرے ماں باپ کو پریشانیاں لاحق ہو جائیں۔ ایک اس کے بیٹوں کو قتل کر دیا گیا اور دوسرا اس کی بیٹی کو شہر سے نکال دیا جائے۔ آخر ایک دن عائشہ کے گھر گئیں تو پیغمبرؐ کے آنے تک وہیں ٹھہر گئیں اور خود آنحضرتؐ سے بات کی اور ان سے معافی طلب کی۔ اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ایک بوڑھی عورت ہوں اور مجھ کو حاجت نہیں جو عورتوں سے مردوں کو ہوتی ہے۔ صرف یہ چاہتی ہوں کہ چونکہ قیامت کے دن عورتوں کو جنت کی طرف لے جائیں گے تو مجھے ان سے الگ نہ کیا جائے۔ اب آپ مجھے قبول کر لیں اور جب میری باری والی رات آئے تو عائشہ کے گھر میں ہی رہیں۔ عائشہ نے بھی آپ کی منت و زاری و سفارش کی حتیٰ کہ آپ نے اس کی سفارش مان لی۔ اور اسے دوبارہ قبول کر لیا۔ آئیے پھر ایک مرتبہ داستان کا رخ کرتے ہیں۔

جب رسولؐ نے قیدیوں کو عائشہ کے گھر بلایا اور ہر قیدی کو اس کے حوالے کیا جسے اس

نے قیدی بنایا تھا۔ اگرچا ہوتا تو انہیں قتل کر دو اور چاہے تو انہیں رکھ لو تا کہ مکہ جا کر فدیہ لے آئیں اور انہیں آزاد کر دو۔ عبد اللہ بن مسعود نے کہا: یا رسول اللہ! الاسہیل بن بیضاء، پیغمبر خاموش ہو گئے اور ایک لحظہ کے بعد فرمایا: الاسہیل بن بیضاء۔ عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں: پیغمبر کی خاموشی مجھ پر اس قدر گراں گذری کہ اس کی مانند کبھی کوئی چیز مجھ پر گراں نہ گذری تھی۔ اور میں اس جسارت پر سخت خوف و ہراس میں مبتلا تھا۔ اور مجھ پر ایسی خوشی کبھی وارد نہ ہوئی تھی کہ جب آنحضرتؐ نے فرمایا: الاسہیل بن بیضاء۔ پھر پیغمبرؐ نے صحابہ سے فرمایا: قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور غریبوں سے فدیہ نہ لو۔ اور وہ غریب جنہیں خوش خطی لکھنا آتی تھی، حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک، انصار کے دس بچوں کو خوش خطی سکھائیں تو وہ آزاد ہوں گے۔ اور جس کے پاس مال و دولت ہو وہ فدیہ دے کر اپنی جان چھڑائے۔ اگرچہ فدیہ طاقت اور استطاعت کے مطابق تھا۔ لیکن ایک ہزار سے کم اور چار ہزار درہم سے زیادہ نہ تھا۔ اس وقت ابو عزہ شاعر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ایک غریب آدمی ہوں اور میری پانچ بیٹیاں ہیں اگر مجھے آپ آزاد کر دیں تو پھر میں کبھی مسلمانوں سے جنگ لڑنے یا لوگوں کو ابھارنے جیسے کام نہیں کروں گا۔ اس سے یہ عہد لے کر اسے آزاد کر دیا گیا۔ اس وقت پیغمبرؐ نے عباس سے کہا: آپ مجھے سارے قیدیوں سے زیادہ محترم ہیں اور آپ کے پاس دولت بھی ہے۔ لہذا آپ چار افراد کا فدیہ ادا کریں اور آزاد ہو جائیں۔ وہ چار افراد تھے۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ عباس دنیوی مال و متاع سے زیادہ رغبت نہ رکھتے تھے۔

عباس نے کہا کہ میں تو مسلمان ہوں لہذا مجھ پر فدیہ ادا کرنا لازم نہیں آتا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا! آپ کے اسلام کے بارے میں تو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن چونکہ آپ کفار کے جھنڈے کے نیچے ہم سے لڑنے آئے تھے۔ لہذا فدیہ کی ادائیگی ضروری ہے۔ عرض کیا: میرے پاس دنیوی مال سے کچھ نہیں۔ کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ کا چچا لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ اور لوگوں کا احسان مند ہو۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا: اے چچا! آپ نے جو مال اپنی بیوی ام الفضل کے سپرد کیا تھا اور اسے کہا تھا کہ اگر میں واپس نہ آیا تو اس کو اس طرح اپنے اور اپنے بیٹوں کے

درمیان تقسیم کر دینا۔ اگر اجازت دیں تو یہ مال مکہ سے یہاں منگوا لیا جائے اور فدیہ کا مسئلہ حل کیا جائے۔ عباس حیران ہوئے اور کہنے لگے: آپ کو کیسے علم ہوا جبکہ وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا۔ آپ نے فرمایا یہ مجھے میرے خدا نے بتایا۔ عباس نے کہا: ”اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد عبدہ و رسولہ“۔ اس وقت عرض کیا۔ میرے گھر سے کچھ مال و زر لایا گیا تھا لیکن وہ راستے میں میری باری پر گھاس اور کھانا کھلانے پر خرچ ہوا اور جو باقی بچا وہ مسلمانوں نے مال غنیمت کے طور پر لوٹ لیا۔ اب آپ سے درخواست ہے کہ اس مال و زر کو فدیہ شمار کر لیں۔ آپ نے فرمایا ایسا اس لئے نہیں ہو سکتا کہ وہ مال و زر آپ اس لئے لائے تھے تاکہ کفار قریش کے لشکر کی پرورش کریں تاکہ وہ ہمارے خلاف جنگ لڑ سکیں۔ اس وقت خداوند تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَمْثَالِ إِنِّي نُكَلِّمُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ..... وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو جَبِّ“ قرآن کریم (۸-۷۱)

یعنی اے پیغمبر قید یوں سے کہہ دیجئے کہ اگر آپ اچھائی کا ارادہ نہیں کر سکتے تو تمہیں وہ اسے چیز سے بہتر عطا فرمائے گا جو اس نے تم سے لی ہے اور تمہیں بخش دے گا۔ کیونکہ وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ پس عباس نے چار افراد کا فدیہ دیا اور نوفل اور عتبہ ایمان لے آئے۔ یہ سب مدینہ میں آنحضرت کی خدمت میں رہ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ پیغمبر نے عباس سے فرمایا: اپنی چادر بچھائیں۔ انہوں نے چادر بچھائی تو آپ نے وافر مقدار میں مال عطا فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا: یہ اس لئے ہے کہ خدا نے ارشاد فرمایا:

”يَوْمَ تَكْفُمُ خَيْرٌ لِّمَنْ أَخَذَ مِنْكُمْ“ قرآن کریم (۸-۷۰)

اس بارے میں اب دوبارہ قریش کے قہصے کی طرف آتے ہیں کہ شکست کے بعد ان کا کیا حال ہوا؟ کہا جاتا ہے کہ بھاگ کر واپس جانے والوں میں حسیبان بن عبد اللہ پہلا شخص تھا جس کا اونٹ تیز بھاگنے والا تھا مکہ جا پہنچا۔ مکہ والے اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے میدان جنگ کی باتیں شروع کر دیں۔ پوچھنے لگے کسے فتح ہوئی اور کسے شکست، حسیبان کہنے لگا

: کیا پوچھتے ہو اور میں کیا جانوں؟ اس نے قریش کے اکابرین کے بارے میں بتایا کہ سب مارے گئے؟ جب اس نے امیہ بن خلف کا نام لیا تو اس کا بیٹا صفوان وہاں موجود تھا متکبرانہ لہجے میں بولا: اے لوگو! اس دیوانے سے کیا پوچھتے ہو جسے اپنی ہوش نہیں، اس کی مت ماری گئی ہے۔ اس کو میرا بھی پتہ نہیں جو اس کے پاس کھڑا ہوں۔

حسیمان کہنے لگا: یہ کیا بات ہوئی؟ جس طرح صفوان کو میں یہاں کھڑا دیکھ رہا ہوں اسی طرح میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس کے بھائی اور باپ قتل ہوئے۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں ابو لہب آدھمکا۔ وہ بھی ان باتوں سے بہت حیران ہوا۔ اس اثناء میں ابوسفیان بن حارث کہ وہ بھی فراریوں میں سے تھا، وہاں آ پہنچا۔ ابو لہب بولا: اے میرے بھتیجے! تم مجھے بتاؤ کیونکہ تم یقیناً صحیح بات بتاؤ گے۔ چچا کیا کہوں کہ جب ہمارا اور محمدؐ کے صحابہ کا آ منسا منسا ہوا تو ہم ایک خشک جگہ پر بیٹھ گئے اور دیکھا کہ وہ ہمارا جنگی سامان کھولتے جا رہے تھے اور ہمارے ہاتھ کمر پر باندھتے جا رہے تھے اور ایک روایت کے مطابق ہم نے سفید لباس والوں کو دیکھا جو چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور کوئی ان کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ لاسکتا تھا۔ عباس بن عبدالمطلب کے غلام ابورافع نے کہا: خدا کی قسم! وہ فرشتے تھے۔ ابو لہب کو اس بات پر غصہ آیا اور اس کے چہرے پر مکہ مارا اور اسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اور اسے تازیانے سے پٹینے لگا۔ عباس کی بیوی ام الفضل غصے میں آ گئی۔ اس نے خیمے کا ستون نکالا اور اس کے پیچھے دوڑ پڑی اور ستون اس کے سر پر دے مارا جس سے اس کا خون بہنے لگا اور اس نے کہا: اگر عباس یہاں ہوتے تو تو ان کے غلام کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا۔ لوگوں نے ان دونوں کو چھڑایا اور ابو لہب پیچ و خم کھاتا ہوا گھر چلا گیا۔ وہ سات دنوں تک بہت سخت تکلیف میں رہا خدا نے اسے عذسہ کی بیماری میں مبتلا کیا جس سے اس کے جسم پر دانے نکل آئے یہ وہ بائی مرض تھا جو طاعون کی مانند اس کے پاس آنے جانے والوں کو بھی متاثر کر رہا تھا۔ لامحالہ اس کے بیوی بچوں نے بھی اسے چھوڑ دیا جس سے اس کی موت واقع ہوئی اور تین دن تک اس کا پلید جسم پڑا رہا کوئی اسے ڈر سے ہاتھ نہ لگاتا تھا آخر کار

مزدوروں کو اجرت دے کر اس کی میت کو وہاں سے دور لے جا کر ایک گلی میں چھوڑ دیا گیا اور اس کے عزیز و اقارب دور سے اس پر پتھر اور مٹی پھینکتے رہے یہاں تک کہ اس کا جسم چھپ گیا اور اب تک جس کسی کا بھی وہاں سے گذر ہوا اس نے پتھر پھینکے اس طرح وہ جگہ ایک بڑا ٹیلا بن گئی۔

غرضیکہ اس کے بعد جنگ کی خبر بھی مل گئی اور ساری صورتحال واضح ہوئی کہ قیدی مدینے میں لینے ہیں اور فدیہ کے بغیر رہائی ممکن نہیں۔ اکابرین قریش نے اجلاس بلایا اور کہا: ہر کوئی اپنے قیدی کو چھڑانے کی فکر کرے۔ جنگی قیدیوں کے نام یہ تھے۔ بنی ہاشم کے قبیلے سے چار جنگی قیدی تھے اور بنی مطلب بن عبد مناف کے دو قیدی تھے پہلے سایب بن عبد مناف، دوسرے عبید بن عمرو بن علقمہ بن حلان جنہیں سلمہ بن اسلم بن جریش الاہلبلی نے قیدی بنایا اور چونکہ غریب تھے لہذا نبی کریمؐ نے ان دونوں کو کسی فدیہ کے بغیر آزاد کر دیا۔ اور بنی عبد شمس بن عبد مناف کے قبیلے سے آٹھ قیدی تھے۔ پہلے عقبہ بن عتبہ ابن ابی معیط جیسا کہ ذکر ہوا۔ دوسرے حارث بن وجرہ بن ابی عمرو بن امیہ جنہیں سعد بن ابی وقاص نے گرفتار کیا اور ولید بن عقبہ بن ابی معیط مدینہ آیا اور اس نے چار ہزار دینار فدیہ دے کر اسے آزاد کیا۔ تیسرے عمرو بن ابی سفیان جسے علیؑ نے قیدی بنایا، جیسا کہ اس سے قبل بیان ہو چکا ہے۔ چوتھے ابو العاص بن الریج جسے خراش بن صمہ نے قیدی بنایا اور اس کا بھائی عمرو بن الریج اس کو چھڑانے کی خاطر مدینے آیا اور ابی العاص کی شرح حال بھی رقم کی جائے گی۔ پانچواں ان کا حلیف ابو ریشہ، چھٹا عمرو بن الازرق، ان دونوں کو عمرو بن ریج نے فدیہ دے کر آزاد کر دیا۔ ساتویں عقبہ بن الحارث الحضرمی جسے عمارہ بن حزم نے قیدی بنایا اور قرعہ اندازی کے مطابق ابی بن کعب کے حصے میں آیا اور عمرو بن ابی سفیان بن امیہ نے اس کا فدیہ دیا۔ آٹھویں نوفل بن عبد شمس جنہیں عمار بن یاسر نے قیدی بنایا اور ان کے چچا زاد ان کی رہائی کی خاطر مدینہ آئے۔

بنی نوفل بن عبد مناف کے قبیلے سے تین آدمی قیدی بنائے گئے: پہلے عدی بن الحیار جنہیں خراش بن صمہ نے قیدی بنایا۔ دوسرے ان کے حلیف عثمان بن عبد شمس بن انخی عتبہ بن

غزوہ ان جنہیں حارثہ بن العثمان نے قیدی بنایا۔ تیسرے ابو ثور جسے ابو مرشد الغنوی نے قیدی کیا اور ان کا فد یہ جبیر بن مطعم نے ادا کیا۔ اور بنی عبدالدار بن قصی سے دو افراد قیدی بنائے گئے۔ پہلے ابو عزیر بن عمیر اور جنہیں ابو الیسر نے قیدی کیا اور قرعہ اندازی میں آپ محرز بن نھلمہ کے حصے میں آئے۔ ابو عزیر کے بھائی مصعب نے جو مہاجرین میں سے تھے، محرز سے کہا: ابو عزیر کو مفت ہاتھ سے نہ جانے دینا، کیونکہ مکہ میں ان کی ماں کافی ملدا رہے۔ ابو عزیر نے جب یہ سنا تو مصعب سے کہا: کیا بھائی کی سفارش اس طرح کی جاتی ہے تو مصعب نے کہا: تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ محرز میرا بھائی ہے۔

غرضیکہ ابو عزیر کی ماں نے چار ہزار دینار بھیجے۔ دوسرے الاسود بن عامر بن الحارث بن السباق جنہیں حمزہ نے قیدی بنایا اور آپ کی رہائی کے لئے طلحہ بن ابی طلحہ مدینہ آئے۔ اور قبیلہ بنی اسد بن عبدالعزی بن قصی سے تین افراد قیدی ہوئے۔ پہلے سایب بن ابی جیش بن المطالب بن اسد بن عبدالعزی جنہیں عبدالرحمان بن عوف نے قیدی بنایا، دوسرے عثمان بن الحویرث بن عثمان بن اسد بن عبدالعزی جنہیں حاطب بن ابی بلتعہ نے قیدی بنایا۔ تیسرے سالم بن شامخ جنہیں سعد بن ابی وقاص نے قیدی بنایا اور ان میں ہر ایک سے چار ہزار دینار فد یہ، عثمان بن ابی جیش مدینہ لے کر آئے۔ اور بنی تیم بن مرہ کے قبیلے سے ایک آدمی قیدی ہوا جس نے مدینہ میں جان دی۔ اور وقہ مالک بن عبداللہ بن عثمان تھا جو قطیفہ بن عامر بن حدیدہ کے ہاتھوں قیدی ہوا۔ اور قبیلہ بنی مخزوم کے قبیلہ سے دس افراد قیدی ہوئے۔ پہلے خالد بن ہشام بن المغیرہ جنہیں سواد بن غزیہ نے قیدی بنایا۔ دوسرے امیہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ جنہیں بلال نے قیدی بنایا۔ تیسرے عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ جنہیں واقد بن عبداللہ التمیمی نے قیدی بنایا اور کہا: خدا کا احسان ہے کہ اس نے مجھے تم پر نصرت عطا فرمائی اور تم وہ شخص ہو جو یوم نخلہ کو قیدی بنے اور صحیح و سلامت رہا ہو گئے۔ چنانچہ ان کا قصہ سریہ عبداللہ بن جیش کے ضمن میں آئے گا۔

غرضیکہ عبداللہ بن ابی ربیعہ نے ان تینوں میں سے ہر ایک کا چار چار ہزار دینار فد یہ

مدینہ لائے۔ چوتھے ولید بن الولید بن المغیرہ جنہیں عبداللہ بن جحش نے قیدی کیا اور اس کے بھائی خالد اور ہشام اس کی رہائی کے لئے مدینہ آئے اور چار ہزار دینار دے کر اسے واپس لے گئے۔ وہ منزل ذوالحلیفہ سے واپس مدینہ آیا اور حضور کے روبرو مسلمان ہوا اور عرض کیا کہ میں فدیہ دیئے بغیر مسلمان نہیں ہونا چاہتا تھا۔ پانچویں قیس بن السائب جنہیں عبادہ بن الحساس نے قیدی بنایا اور ان کا بھائی فروہ ان کی رہائی کے لئے چار ہزار دینار فدیہ لایا۔ چھٹے ابی رفاعہ صمی بن ابی رفاعہ بن عابد بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم قیدی ہوئے لیکن چونکہ غریب تھے، فدیہ دیئے بغیر رہا ہو گئے۔ ساتویں ابوالمنذر بن ابی رفاعہ بن عابد بن عبداللہ تھے جنہیں سعد بن ابی وقاص نے قیدی بنایا۔ آپ کا ہزار دینار فدیہ قرار پایا۔ نہویں مطب بن حطب بن الحارث بن عبید بن عمر بن مخزوم تھے جنہیں ابویوب انصاری نے قیدی بنایا اور چونکہ غریب تھے لہذا فدیہ دیئے بغیر آزاد کر دیئے گئے۔ دسویں خالد بن الاعلم العقیلی حلیف بنی مخزوم جنہوں نے یہ شعر کہا:

ولسنا علی الاعقاب مدی کلومنا ولكن علی اقدامنا تقطر الاما

یہ پہلے شخص تھے جو میدان جنگ سے سب سے پہلے بھاگے لیکن حباب منذر نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اور عکرمہ بن ابو جہل ان کا فدیہ مدینہ لے کر آیا۔ اور بنی جمح کی جماعت سے پانچ قیدی بنے۔ پہلے عبداللہ بن ابی بن خلف جنہیں فروہ بن عمرو البیاضی نے قیدی بنایا اور آپ کے والد فدیہ لیکر مدینہ چلے آئے۔ دوسرے ابو عزہ شاعر تھے جن کا نام عمرو بن عبداللہ بن وہب تھا اور آپ کو رسول خدا نے فدیہ کے بغیر آزاد فرمایا۔ آپ جنگ احد میں دوبارہ قیدی بنے اور قتل کئے گئے۔ جس کا ذکر آئے گا۔

تیسرے وہب بن عمیر بن وہب جسے رفاعہ بن رفاعہ الزرقی نے قیدی بنایا چنانچہ ان کا قصہ آئے گا۔ چوتھے ربیعہ بن دراج ابن العنیس بن اہبان بن وہب بن حذافہ بن جمح بھی غریب تھے۔ لہذا تھوڑے سے فدیہ کے بدلے میں چھوڑ دیئے گئے۔ پانچویں امیہ بن خلف کے غلام

فاکہم تھے جنہیں سعد بن ابی وقاص نے قیدی بنایا۔ بنی سہم بن عمرو کی جماعت سے چار اشخاص قیدی ہوئے۔ پہلے ابو دواعہ بن صہیرہ جن کا بڑا بیٹا چار ہزار دینار فد یہ لے کر مدینہ آیا۔ دوسرے فروہ بن حمیس بن حداۃ بن سعید بن سہم اور انہیں ثابت بن اقدم نے قیدی بنایا۔ اور عمرو بن قیس نے چار ہزار دینار ان کا فد یہ دیا۔ تیسرے حنظلہ بن قبیعہ بن حذاقہ بن سعد جنہیں عثمان بن مظعون نے قیدی بنایا۔ چوتھے حجاج بن الحارث بن قیس بن سعد ابن سہم جنہیں عبدالرحمن بن عوف نے قیدی کیا اور ان سے بھاگ نکلے پھر ابو داؤد مازنی نے انہیں پکڑ لیا۔

قبیلہ بنی مالک بن حمل سے تین افراد قیدی ہوئے پہلے سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک اور انہیں مالک بن الدحشم نے قیدی بنایا اور مرکز بن حفص بن الاصنف مدینہ آئے اور ان کی جگہ قیدی بنے۔ اس اثنا میں سہیل چلے گئے اور اپنا فد یہ مبلغ چار ہزار دینار بھیجا اور مرکز کو آزاد کرایا۔ عبد اللہ بن زمعہ بن قیس بن نصر بن مالک جنہیں سہیل بن عمرو کے غلام عمیر بن عوف نے قیدی بنایا اور یہ وہ ہیں جن کا نام رسول خدا نے اسلام لانے کے بعد عبدالرحمن رکھا۔

قبیلہ بنی فہر سے دو افراد قید ہوئے۔ پہلے طفیل بن ابی قبیح، دوسرے عتبہ بن محمد بن جو عباس بن عبدالمطلب کے حلیف تھے۔ اور عتبہ بن محمد کے ماسوا دوسرے کا ذکر ابن اسحاق کی روایت میں آچکا ہے اور یہ جو نام لکھے جا رہے ہیں عتبہ سے لیکر آخر تک ہشام کی روایت سے نقل کئے گئے ہیں۔

بنی نوفل بن عبدمناف کے قبیلے سے دو افراد قیدی ہوئے۔ پہلے خالد بن اسید بن ابی العیص دوسرے ابو العریض، یہاں آپ عاص بن امیہ کے غلام تھے۔

اور بنی نوفل کے غلاموں سے ایک شخص قیدی ہوا جس کا نام مہان تھا اور بنی اسد بن عبد العزی بن قصی سے ایک شخص قیدی بنا جس کا نام عبد اللہ بن حمید بن زہیر بن الحارث تھا اور بنی عبدالدار بن قصی سے ایک شخص قیدی ہوا جو عقیل تھے اور جن کے حلیف یمنی لوگ تھے۔ اور بنی تیم

بن مہرہ سے دو افراد قیدی بنے۔ پہلے مسافع بن عیاص بن صغر بن عامر، دوسرے ان کے حلیف جابر بن زبیر اور بنی مخزوم بن یقطہ کا ایک شخص قیدی ہوا جس کا نام قیس بن السائب تھا۔ اور بنی جمع بن عمرو سے چھ افراد قیدی ہوئے۔ پہلے عمرو بن ابی بن خلف دوسرے ابوہرم بن عبداللہ جو ان کے حلیف تھے تیسرے ان کے ایک اور حلیف چوتھے امیہ بن خلف کے غلام جس کا نام نطاس تھا۔ پانچویں امیہ کے ایک دوسرے غلام جن کا نام معلوم نہیں۔ چھٹے بھی امیہ کے غلام ابو رافع تھے۔ اور سہم بن عمرو سے ایک شخص قیدی بنایا جو اسلم بن بیدہ بن الحجاج تھے۔ اور بنی عامر بن لوی سے دو افراد قیدی بنے پہلے حبیب بن جابر دوسرے سائب بن مالک اور بنی الحارث بن فہر سے دو افراد قیدی ہوئے پہلے شافع دوسرے ان کے حلیف شافع جن کا تعلق یمن سے تھا۔

غرضیکہ تمام قیدیوں کی تعداد ستر تھی جب ان کی اطلاع مکہ پہنچی تو ابوسفیان بولا: اے لوگو! ایسا ہرگز ظاہر مت کرو کہ تم اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے رقم دینے پر تیار ہو اور اگر ایسا ہے بھی تو جلد بازی سے کام نہ لو۔ کیونکہ اگر محمد کو اس بات کا پتہ چل گیا تو وہ فدیہ بڑھا چڑھا کر لیں گے اور تمہیں غریب کر دیں گے۔ میرے اپنے دو بیٹے اس لشکر میں گئے جن میں سے ایک قنظلہ علیٰ کے ہاتھوں قتل ہوا اور دوسرا عمرو جو علیٰ کے ہاتھوں قیدی بنا اور اب وہ دوسرے قیدیوں سمیت محمد کے حصے میں آیا ہے۔ میں اس کی رہائی کے لئے پھوٹی کوڑی بھی دینے کو تیار نہیں۔ ابوسفیان، چونکہ کنجوس آدمی تھا۔ لہذا جب رقم کی ادائیگی کا مسئلہ آیا تو مکر گیا اور کہنے لگا: میرا تو ایک بیٹا قتل ہو گیا ہے اور دوسرا قیدی ہے اب ایک بیٹے سے میں ہاتھ دھو بیٹھا ہوں اور اوپر سے دوسرے کی رہائی کے لئے رقم بھی ادا کروں تو اس طرح میرے تو دو نقصان ہوں گے۔ یعنی بیٹا بھی گیا اور مال بھی۔ خود ابوسفیان بھی جنگ بدر میں زخمی ہو کر مکہ چلا آیا تھا۔ جبکہ عمرو بن عبدود بھی شدید زخمی ہوا لیکن کسی نہ کسی طرح گرنا پڑتا بھاگ کر ابوسفیان سے آ ملا تھا۔ غرضیکہ جب لوگوں کا مجمع چھٹ گیا تو مکہ کے ایک کسان مطلب نے کہا: یہ ابوسفیان خسیس کیسی باتیں کر رہا ہے؟ میرا باپ ابی وداع مدینے میں قید ہے۔ میں تو رقم بچانے کی خاطر ہرگز اسے قید نہیں رہنے دوں گا۔ مجھے

باپ کے مقابلے میں رقم کی ہرگز پروا نہیں۔ لہذا اس نے آؤ دیکھانہ تاؤ، رقم جیب میں ڈالی۔ اور سیدھامدینے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور فدیہ ادا کر کے اپنے والد کو واپس لے آیا۔ بعض قریش نے اسے برا بھلا کہا تو اس نے ان کے جواب میں کہا!

ماکت لا ترک ابی اسیراً فی ایدی القوم و اتم مضجعون

اس کا مطلب ہے کہ تم آرام سے سوتے رہو اور میں اپنے والد کو لوگوں کے ہاتھوں میں قیدی بنا چھوڑ دوں۔ اب کیا تھا ہر کوئی رقم لے جاتا اور اپنا قیدی واپس لے آتا اس طرح قیدی رہا ہو کر مکہ چلے گئے۔ لیکن عمرو بن ابوسفیان جو عقبہ بن ابی معیط کا نواسہ تھا اسی طرح مدینہ میں قید تھا۔ یہاں تک کہ حج کا موسم آ گیا اور قبیلہ بنی عمر بن عوف سے سعد بن نعمان بن اکال مدینہ سے مکہ گیا۔ جب اس کا علم ابوسفیان کو ہوا تو اگرچہ حج کے دنوں میں لڑائی لڑنا یا کسی کو قید کرنا جائز نہ تھا۔ اس نے سعد کو یرغمال بنا لیا تاکہ اس کے بدلے اپنا بیٹا عمرو رہا کروا سکے۔ اس نے یہ اشعار لکھ کر مدینے ارسال کئے۔

ارھط بن اکال اصبوا دعانہ تعاقدموا لا تسلمو السید الکھلا

فان بنی عمرو لحام اذلہ لعن لم یقلوا عن اسیر ہم الکھلا

جس کے جواب میں حسان بن ثابت نے یہ اشعار کہے:

ولو کان سعد یوم مکہ مطلقاً لا کثر فیکم قبل ان یوسر التقلی

بعضب حسام او یصفر آعبتہ تخمن اذا ما ابضت تحفر اللبلا

قصہ یہ کہ جب سعد کے عزیزوں کو یہ اطلاع ملی تو وہ پیغمبرؐ کے پاس آئے تو صورتحال بیان کی اور آپؐ سے درخواست کی کہ عمرو کو رہا کر کے مکہ بھیج دیں لہذا آپؐ نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔ ادھر ابوسفیان نے سعد کو رہا کر دیا۔ وہب بن عمیر بن وہب الجمعی بھی مدینہ میں قید تھا۔ ایک دن اس کے والد عمیر نے صفوان بن امیہ کو اپنا ہمارا قرار دیتے ہوئے کہا: میں ایک غریب آدمی ہوں میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ اس سے فدیہ ادا کر کے اپنے بیٹے وہب کو دوبارہ

واپس لاسکوں۔ اس کے علاوہ کثیر العیال آدمی ہوں مشکل سے دال روٹی چلاتا ہوں مجھے اپنے خاندان کی کفالت کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔ ورنہ میں بیٹے کی رہائی کے بہانے مدینے جاتا اور جہاں کہیں محمد گوا کیلے میں پاتا ایک ہی دار میں ان کا کام تمام کر دیتا اور اگر اس کے بعد مجھے قتل بھی کر دیا جاتا تو مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔ صفوان نے یہ باتیں سنیں تو خوش ہو گیا۔ لہذا اسے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کی سوجھی۔ کہنے لگا: اے عمیر! اگر تیرا یہی خیال ہے تو اس سے تو ایک عظیم انسان بن جائے گا۔ اہل و عیال کی فکر نہ کرو جب تک میں زندہ ہوں ان کی دیکھ بھال اپنے خاندان کی طرح کروں گا۔ عمیر نے کہا: میرے کاندھوں پر قرضوں کا بوجھ بھی ہے۔ اس نے کہا: میں تیرا قرض بھی ادا کروں گا۔ اس طرح صفوان نے عمیر کو تیار کیا، اسے اسلحہ بھی دیا، رقم بھی اور مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔ اس نے یہ راز کسی کو نہ بتایا۔ البتہ وہ کبھی کبھار قریش سے یہ کہتا ضرور تھا کہ شاید مدینہ سے جلد ہی ایک خوشخبری سننے کو ملے۔

لیکن جب اس طرف عمیر مسافت طے کر کے مدینہ آیا تو اس وقت پیغمبر مسجد نبوی میں بیٹھے تھے۔ پس وہ مسجد میں کی طرف جا کر اس کے اندر داخل ہو گیا۔ جونہی پیغمبر کی نگاہ اس پر پڑی، فرمایا: ہاں، اے عمیر! یہاں کس لئے آئے ہو؟ عرض کیا! میرا بیٹا آپ کی قید میں ہے اور میں ایک غریب آدمی ہوں میرے پاس مال و دولت نہیں کہ میں دے کر اسے رہا کرواؤں۔ اب دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں آیا ہوں تاکہ اس پر کرم کریں اور آزاد کر دیں۔ پیغمبر نے فرمایا: عمیر ذرا اپنی تلوار تو نکالو کہ میں دیکھوں وہ کیسی ہے؟ جب تلوار اس نے نکالی تو دیکھا کہ بہترین صیقل کی بنی ہوئی اور شیشے کی مانند چمک رہی تھی۔ رسول خدا نے فرمایا: کتے! جو کوئی کسی قیدی کو آزاد کروانے جاتا ہے کیا اس کی تلوار اس طرح ہوتی ہے؟ بتاؤ مکہ میں صفوان کے ساتھ تمہاری کیا گفتگو ہوئی تھی؟ اور کس ارادے سے اتنا سفر طے کیا ہے؟ عمیر حیران رہ گیا اور کہنے لگا: یہ بات تو میرے اور صفوان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ آپ کو کس نے اطلاع دی؟ فرمایا: خدا نے مجھے آگاہ فرمایا۔ پس عمیر نے عرض کیا: میں آپ پر ایمان لے آیا ہوں۔ لہذا مجھے کلمہ پڑھائیں۔

اس طرح وہ پیغمبرؐ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اس کا بیٹا بھی مسلمان ہو گیا۔ یہ دونوں مکہ واپس چلے گئے اور ہنسی خوشی رہنے لگے یہاں تک کہ اپنی طبعی موت مرے۔

لیکن سہیل بن عمرو مدینہ میں قیدی تھا۔ اس کا مکہ میں کوئی نہ تھا کہ اس کا فدیہ دیتا پس حفص بن الاحنف کے بیٹے نے مکرز کو مدینہ بلا کر اسے اپنی جگہ یرغمالی کے طور پر چھوڑا اور خود اجازت لے کر مکہ گیا اور وہاں سے فدیہ بھیج کر اپنے آپ کو آزاد کرایا۔

جنگ بدر کی فتح پر نجاشی کا جشن منانا:

کہا جاتا ہے کہ جب نجاشی کو جنگ بدر کی فتح کی اطلاع ملی تو بہت خوش ہوا۔ اس نے سفید لباس زیب تن کیا اور اپنے محل سے باہر نکل کر احاطے میں زمین پر بیٹھ گیا۔ حبشہ کے بعض دوسرے مہاجرین کو بلا کر فتح کی نوید سنائی۔ بعض درباریوں نے اسے کہا: آپ تو بہت بڑے بادشاہ ہیں پھر آپ نے کیوں سفید لباس پہنا اور خاک نشین ہوئے؟ کہا: جب کبھی عیسیٰؑ کو کوئی خوشخبری ملتی تو آپ خوش ہو جاتے اور آپ کی انکساری بڑھ جاتی۔ اس لئے میں نے بھی انہی کا رویہ اپنایا۔

بدر کے جنگی قیدیوں کا فدیہ لے کر آنے والے لوگ:

جنگی قیدیوں کی رہائی کے لئے مکہ سے مدینہ فدیہ لے کر آنے والے افراد کا نام و نسب یہ ہے: ولید بن عقبہ بن ابی معیط، عمرو بن الربیع یہ دو افراد بنی عبد شمس سے تھے۔ جبیر بن مطعم جو نوفل ابن عبد مناف کے قبیلہ سے تھے۔ طلحہ بن ابی طلحہ، بنی عبد الدار سے تھے۔ ابو جہش بنی اسد بن عبد العزی کے قبیلہ سے تھے۔ عبد اللہ بن ابی ربیعہ، خالد بن الولید، ہشام بن الولید بن المغیرہ، فروة بن السائب، عکرمہ بن ابی جہل جن کا تعلق بنی مخزوم سے تھا۔ ابی بن خلف، عمیر بن وہب جن کا تعلق بنی جمح سے تھا۔ مطلب بن ابی وداعہ، عمرو بن قیس جو بنی سہم سے تعلق رکھتے تھے۔ مکرز بن حفص بن الاحنف جو بنی مالک بن ضبل سے تھے۔ یہ مدینہ آئے، قیدیوں کا فدیہ دے کر نہیں رہا کرو لیا چنانچہ جن میں بعض کا قصہ بیان ہو چکا ہے۔

اہل بدر کی فضیلت :

القصة یہ کہ واقع بدر کے بعد جبرائیل حضور کی خدمت میں آئے تو عرض کیا آپ بدری صحابہ کو کیسا پاتے ہیں؟ فرمایا: قابل ترین مسلمان شمار کرتا ہوں۔ جبرائیل نے عرض کیا: جو فرشتے بدر میں آئے تھے وہ بھی افضل فرشتے تھے۔ رسول خدا نے بھی بدری صحابہ کی فضیلت میں ارشاد فرمایا: ”ان اللہ قد اطلع علی اہل بدر، فنقل اعمالوا ما شئتم فقد غفرت لکم“ اور ایک روایت کے مطابق ”فقد وحببت لکم الجنة“

اگرچہ شیعوں کے نزدیک حسن بصری کی کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں پھر بھی اچھی بات بہر حال اچھی ہوتی ہے۔ وہ بھی بدری صحابہ کے بارے میں کہتے ہیں: ”طوبی بحیث امیرہم رسول اللہ ومبارزہم اسد اللہ وجہادہم طائفة اللہ وملاذہم ملائكة اللہ وثوابہم رضوان اللہ“

یہودی عصماء کا قتل :

ہجرت کے دوسرے سال ایسا ہوا کہ یزید الحظمی کے بیوی عصماء بنت مردان جو بہت بڑی کافرہ تھی وہ مسلمانوں کی غیب کرنے میں بہت زیادہ مبالغہ سے کام لیتی تھی۔ ایک نابینا صحابی عمیر بن عدی بنی خزیمہ نے منت مانی کہ اگر رسول خدا بدر کے سفر سے زندہ سلامت واپس تشریف لائے تو میں عصماء کو قتل کر دوں گا۔ لہذا پیغمبر کے مدینہ میں داخلے کے بعد وہ رات کو چھپ چھپا کر مدینہ سے باہر چلا گیا۔ اپنے آپ کو عصماء کے گھر میں گرا دیا۔ اسے احساس ہو گیا کہ بچے اس کا گھیراؤ کئے ہوئے ہیں اور ان میں سے ایک اس کا دودھ پی رہا ہے پہلے اس نے بچوں کو اس سے دور ہٹایا پھر اپنی تلوار اس کے سینے میں گھسیڑ دی۔ اس تلوار کی نوک اس پشت سے جا نکلی۔ یہ صحابی اسی رات واپس مدینہ آ گیا۔ جب پیغمبر کی اقتدا میں صبح کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد نبوی گیا تو آپ کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا: مارڈالو نے مردان کی بیٹی کو؟ عمیر ڈر گیا کہ کہیں اس کے قتل کی وجہ سے وہ گناہ کا مرتکب نہ ہوا ہو۔ عرض کیا: کیا اس کے قتل کی وجہ سے میں مجھ پر کچھ ہے؟ فرمایا ”لا“

یہ شق قطع فیہا عنزان، اس وقت تک کسی نے یہ جملہ استعمال نہیں کیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ ایسا کام کرنے پر کوئی عذاب نہیں۔

غزوہ بنی قینقاع:

ہجرت کے دوسرے سال ہی غزوہ بنی قینقاع پیش آیا۔ یہ ماہ ذی قعدہ کا پہلا عشرہ تھا۔ جس وقت رسول خدا نے مدینہ ہجرت فرمائی تو بنی قینقاع کے یہودیوں نے پیغمبرؐ سے عہد و پیمانہ باندھا تھا کہ نہ تو مسلمانوں کے خلاف کبھی کوئی کارروائی کریں گے اور نہ ہی ان کے دشمن سے جا ملیں گے۔ بلکہ اگر کسی دشمن نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو پیغمبرؐ کی نصرت کریں گے۔

پھر ایک دفعہ یوں ہوا کہ بنی قینقاع کے بازار میں ایک عورت اپنے کسی کام سے چوہری کی دکان میں بیٹھی تھی کہ ایک یہودی آیا اور اس نے مذاق میں اس کے لباس کا پچھلا حصہ کسی چیز سے باندھ دیا اس بات سے وہ خاتون بے خبر تھی۔ جب اچانک اٹھی تو لباس اتر گیا اور وہ بدمرہ نہ ہو گئی۔ وہاں ایک مسلمان موجود تھا۔ جب اس نے یہ حرکت دیکھی تو اس سے نہ رہا گیا۔ تلوار نکالی اور اسی یہودی کا قصہ پاک کر دیا۔ اس پر ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا تمام یہودی جمع ہو گئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس مسلمان سے قصاص لیا جائے۔ جب یہ بات پیغمبرؐ تک پہنچی تو آنحضرتؐ نے یہودی اکابرین کو طلب فرمایا اور کہا: آپ نے کیوں معاہدہ توڑا اور اس کی خلاف ورزی کی؟ خدا سے ڈریں اور جو کچھ قریش کے ساتھ پیش آیا ہے تمہارے ساتھ بھی پیش آ سکتا ہے۔ اور یہ باتیں میں اس لئے کر رہا ہوں کیونکہ میں ایک رسول ہوں اور میری باتیں سچی ہیں۔ انہوں نے کہا: اے محمدؐ! ہمیں ڈرانے کی ضرورت نہیں، آپ قریش پر فاتح پانے پر اتنے گھمنڈ میں مبتلا نہ ہوں اور آرام سے رہیں۔ ان پر آپ کو اس لئے فتح حاصل ہوئی کہ انہیں حرب و ضرب کے طریقوں سے آشنائی نہ تھی۔ اگر کبھی آپ کا ہم سے واسطہ پڑا تو دکھائیں گے کہ لڑائی کس کا نام ہے۔ یہ لوگ یہ باتیں کہہ کر دامن جھاڑتے ہوئے چلتے بنے۔ اس دوران جبرائیلؑ آیا اور یہ آیت لایا:

”وَإِنَّمَا تَكْفُرُ مِنَ قَوْمٍ لَّيَئِيئِينَ مَا وَعَدَ اللَّهُ وَأَسَدًا كَثِيرًا سَوَّآءِ عِوَانِ اللَّهِ لَا يَرْجُونَ عِذَابَ اللَّهِ“ (قرآن

اس کے معنی کا خلاصہ یہ ہے کہ مجرموں سے مت ڈرو بلکہ ان پر چڑھائی کرو۔ خدا مجرموں اور منافقوں کو پسند نہیں کرتا۔ جب حکم جنگ آ پہنچا تو رسول خداؐ نے لبا بہ بن عبدالمند رکوبدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ جنگ کا علم حمزہ کے حوالے کیا، لشکر تیار کیا اور ان کی طرف چل پڑے اور چونکہ یہ یہودی مقابلہ اور لڑائی لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ لہذا اپنے قلعے میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ انہوں نے ابھی پندرہ دن ہی قلعے میں مجبوس رہ کر گزارے تھے کہ ناک میں دم آ گیا اور سمجھ گئے کہ اب اپنے آپ کو نہیں بچا سکیں گے۔ آخر انہوں نے بہتری اسی میں دیکھی کہ قلعے سے باہر آ کر خدائی حکیم کے آگے سر جھکا دیں۔ پس انہوں نے قلعے کے دروازوں کو کھولا اور پیغمبرؐ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سر تسلیم خم کر لیا۔ آنحضرتؐ نے منذر بن قذامہ سلمیٰ کو حکم دیا کہ ان لوگوں کے ہاتھ پیٹھ پر باندھے جائیں اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ ان کی تعداد سات سو تھی۔

جو نہی منذر نے ان کا ارادہ کیا اور ابھی چند افراد کے ہاتھ پیچھے باندھ پایا تھا کہ عبد اللہ بن ابی جو ایک منافق شخص تھا ان کے نزدیک ہو گیا۔ اسے یہ بات سخت ناگوار گزری کہ اس کے دوستوں اور ہم نشینوں کو اس طرح تکلیف پہنچائی جائے۔ آگے بڑھتا کہ ان کے گردن سے رسیاں کھولے۔ اس پر منذر غصے میں آ گیا اور کہا: ہاں! اے ابن سلول! ٹھہرو! تمہاری خبر لیتا ہوں۔ تم انہیں کھولتے ہو جنہیں پیغمبرؐ نے باندھنے کا حکم دیا ہے۔ جو کوئی ان کی گریہیں کھولے گا میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ جب ابن سلول نے یہ سنا تو حضرت پیغمبرؐ کے پاس جا کر عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! میرے ساتھیوں پر رحم فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے چہرہ مبارک دوسری طرف موڑ لیا۔ اس نے پھر اس بات کو دہرایا لیکن اسے کوئی جواب نہ ملا۔ ابن سلول آگے بڑھا اور آپؐ کا گریبان پکڑ کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! احسان فرمائیں۔ آنحضرتؐ غصے میں آ گئے اور آپؐ کا رنگ مبارک تبدیل ہو گیا۔ فرمایا: ”وہتک ارسلنی“ تجھ پر افسوس ہے چھوڑو مجھے! ابن سلول نے کہا: خدا کی قسم جب تک آپؐ مجھ پر احسان نہیں کرینگے نہیں چھوڑوں گا۔ کیونکہ ان سات سو میں چار سو

بڑے ملدار ہیں اور میرا بہت احترام کرتے اور سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ ان سب کو ایک ہی صبح قتل کروادیں اور میں دیکھتا رہوں۔ جب اس کا اصرار بہت زیادہ بڑھا تو رسول خدا نے فرمایا: ”خَلَوْهُمْ لَعْنَهُمُ اللَّهُ وَلَعْنُ مَنْ مَعَهُمْ“، یعنی ان کو چھوڑ دوں، ان پر خدا کی لعنت ہو اور اس پر بھی خدا کی لعنت ہو۔ جو ان کا ساتھی ہے۔ پس آپ نے ان کا خون کرنے سے گریز فرمایا۔ لیکن حکم دیا کہ اس سرزمین سے کوچ کر جائیں اور اپنا مال و متاع مال غنیمت کے طور پر صحابہ کے لئے چھوڑ جائیں۔ چونکہ ان کی جلا وطنی اور مال و متاع ترک کرنے کا حکم ہو چکا تھا اور وہ صورتحال سے سخت پریشان بھی تھے لہذا انہوں نے غنیمت اسی میں سمجھی کہ یہاں سے کوچ کر جائیں لیکن ان کا حل عبد اللہ ان کے چند اکابرین کو لیکر رسول خدا کے گھر تک آ گیا اور ابھی اندر داخل ہی ہونا چاہتا تھا تا کہ ان کی سفارش کرے کہ عویم بن ساعدہ جن کی آپ کے گھر پر نگرانی کی ڈیوٹی تھی۔ عبد اللہ کے سینے پر ہاتھ مار کر کہنے لگے: میں تمہیں گھر میں داخلے کی اجازت نہیں دوں گا، یہاں سے بھاگ چلو۔ عبد اللہ نے مزاحمت دکھائی جس کے نتیجے میں اس کا چہرہ دیوار سے جا لگا جس سے اس کا خون بہنے لگا۔ یہودی کہنے لگے، اے ابو الحارث! چھوڑو، ہم ایک ایسی جگہ نہیں رہنا چاہتے جہاں یہ شخص تمہارے ساتھ ایسا سلوک کرے اور ہم اسے کچھ بھی نہ کہہ سکیں لہذا وہ واپس چلے آئے۔

اس وقت پیغمبر نے عبادہ بن صامت سے فرمایا: ان کو نکال باہر کرو۔ ان لوگوں نے تین دن مہلت مانگی۔ عبادہ نے کہا: چلو تمہیں مہلت دیتے ہیں اگر میرے بس میں ہوتا تو تمہیں ایک سیکنڈ کے لئے بھی یہاں نہ ٹھہرنے دیتا۔ پس تیسرے دن عبادہ ان کو ”زباب“ جو شام کے راستے پر ایک پہاڑی کا نام ہے، تک الوداع کرنے گئے اور پھر وہاں سے واپس لوٹ آئے یہودیوں نے اس علاقے میں کالونی بنائی لیکن انہیں وہاں کا قیام راس نہ آیا۔ وہ سارے ایک مختصر مدت میں چل بسے، ان کا مال و متاع اور اسلحہ، مسلمانوں نے مال غنیمت کے طور پر رکھ لیا۔ اور خداوند تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

”وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ وَالَّذِي يَتْرُكُ مِنَ الْغَنَائِمِ

یعنی جو بھی مال غنیمت آپ کو ہاتھ آئے اس میں سے پانچواں حصہ خدا، رسول، عزیزو اقارب، یتیموں، مساکین اور مسافروں کا ہے۔ اور پیغمبرؐ مال غنیمت میں سے لے کر بے یار و مددگار صحابہ میں تقسیم فرماتے اور اسی طرح محتاجوں، عزیزو اقارب اور تنگدست مسافروں میں تقسیم فرمادیتے۔

قصہ یہ کہ حضورؐ نے تین کمائیں، جن کے نام کتوم، وح اور بیضا تھے اور دوزرہ ہیں کہ جن کے نام صفدیہ اور قضا تھے، تین تلواریں قلعی، تیار اور حنف، تین نیزے ساپنے لئے رکھ لئے کتوم احد کی جنگ میں ٹوٹ گئی تھی۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اس مال سے خمس الگ کر دیا جائے آپؐ سے عمل نامی زرہ سعد بن معاذ کو بخش دی۔ اسی طرح محمد بن سلمہ کو بھی ایک زرہ دی، اور اس کے علاوہ بچ جانے والا مال غنیمت صحابہ میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد آپؐ غزوہ قیباغ سے واپس آئے اس کے بعد نماز عید الاضحیٰ پڑھی اور قربانی کی۔

غزوہ سویق:

ہجرت کے دوسرے سال، ذی قعد کے آخری عشرے میں غزوہ سویق پیش آیا اس جنگ کی وجہ ابوسفیان کی قسم بنی۔ ابوسفیان جنگ بدر سے بھاگ کر مکہ واپس چلا گیا تھا اور وہاں جا کر اس نے قسم اٹھائی کہ جب تک محمدؐ اور آپؐ کے صحابہ سے اس شکست کا بدلہ نہ لوں گا۔ نہ تو بیوی کے قریب جاؤں گا اور نہ جسم پر تیل کی مالش کروں گا۔ پس بیس سواروں اور ایک روایت کے مطابق چالیس سواروں کو لے کر یہودیوں کی منزل بنی النظیر تک آ گیا۔ اور رات کو جی بن اخطب کے گھر جا کر ٹھہرنے کی ٹھانی تا کہ وہاں سے پیغمبرؐ کے بارے میں معلومات اکٹھی کرے۔ ابن اخطب نے اسے قطعاً اہمیت نہ دی اور کہا: میں کسی خاص وجہ کے بغیر اپنے لئے کوئی مصیب مول نہیں لوں گا۔ اور نہ ہی اصحاب محمدؐ سے کوئی لڑائی لڑوں گا۔ پس اس کے بعد سلام بن مشکم کے گھر گیا۔ سلام نے اس کا استقبال کیا اور اس سے خوش کلامی کی۔ انہوں نے اغیار کی ذرا بھر پر واہ نہیں

کی کہ دونوں نے مل بیٹھ کر شراب پی اور ہر قسم کے موضوعات زیر بحث لائے۔ پس اگلی صبح کو سلام کے گھر سے رخت سفر باندھا اور چل پڑا اور عریض کی منزل پر پڑاؤ ڈالا۔ وہاں سے مدینہ کا فاصلہ تین میل تھا۔ وہاں ایک انصاری کو جس کا نام معبد و بنی عمرو تھا ان کے نوکروں سمیت جو ان کے کھیتوں میں کام کر رہے تھے، پکڑ کر قتل کر ڈالے اور کھجور کے چند درخت بھی کاٹ ڈالے اور دل میں خیال کیا کہ اس طرح اس نے اپنی قسم پوری کر لی ہے اور اب وہاں سے بھاگنے کا فیصلہ کر لیا۔ جب پیغمبرؐ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ابولبابہ کو اپنا جانشین بنایا اور دو سو صحابہ جن میں انصار اور مہاجرین دونوں شامل تھے، کا جتھلے کر ابوسفیان پر چڑھائی کے ارادے سے چل پڑے۔ دھر جب ابوسفیان کو پتہ چلا کہ پیغمبرؐ ایک لشکر جہار لے کر نہایت تیزی سے اس کی طرف آ رہے ہیں تو خوف میں مبتلا ہو گیا لہذا اپنے ساتھیوں سے کہا جو بھی زادراہ تمہارے پاس ہے اسے یہیں پھینک کر نہایت تیزی سے لوٹ چلو۔ لہذا اس غزوہ کو غزوہ ذات السویق کہا جاتا ہے، اور سویق کے معنی ہیں: زادراہ، راستے کی ضرورت کا سامان۔

القصة یہ کہ رسولؐ نے سرزمین قرقرۃ الکذرتک ان کا تعاقب کیا۔ یہاں تک ان کے پاؤں کے نشانات انہیں ملے لیکن وہ خود نظر نہ آئے۔ لامحالہ مدینہ واپس آئے۔ آپ کا یہ سفر پانچ دنوں پر مشتمل تھا بعض مورخین کا کہنا ہے غزوہ سویق تیسری ہجری میں واقع ہوا۔

غزوہ قرقرۃ الکذر:

ہجرت کے دوسرے سال ہی غزوہ قرقرۃ الکذرتک آیا چونکہ رسولؐ کو اطلاع ملی کہ بنی سلیم اور بنی غطفان کی ایک جماعت مدینہ سے تیسری منزل کے فاصلے پر قرقرۃ الکذرتک نامی پانی کے چشمے کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں اور قریش کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے مدینہ پر شیخون مارنا چاہتے ہیں۔ پس آنحضرتؐ نے عبداللہ بن مکتوم کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا اور جنگی علم علی کے سپرد کیا اور دو روزہ مسافت کو نہایت تیزی سے طے کرتے ہوئے قرقرۃ جا پہنچے البتہ آپ کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی چونکہ قبائل کو آپ کے آنے کی اطلاع مل چکی تھی لہذا وہ اپنے

مال مویشی چھوڑ کر وہاں سے بھاگ نکلے تھے۔ پس آپؐ نے وادی بطن میں ڈیرے ڈال دیئے۔ آپؐ کے صحابہ نے انہیں اردگرد تلاش کرنے کی کوشش کی تو چند اونٹ چرانے والوں کو پایا جن کے ساتھ ایک غلام بیار بھی تھا۔ کوپو چھا کہ بنی سلیم و بنی غلطان کہاں گئے تو انہوں نے عرض کیا ہمیں تو کوئی خبر نہیں۔ پس حکم دیا گیا انہیں قیدی بنالیا جائے۔ پس ان کو ان کے اونٹوں سمیت گرفتار کر کے واپس مدینہ کی طرف رخ کیا۔ صرار کی سر زمین سے مدینہ تک کا فاصلہ تین کلومیٹر ہے اس راستے میں مختلف جگہوں سے انہیں اونٹ ملے جن کی کل تعداد پانچ سو تھی۔ پس اس سے حاصل شدہ مال غنیمت سے خمس علیحدہ کر دیا گیا۔ اور باقی بچ جانے والے مال کو صحابہ میں تقسیم کر دیا گیا تو ہر صحابی کے حصے میں دو اونٹ آئے اور یار آپ کے حصے میں آیا۔ اور جب آنحضرتؐ نے نماز کے وقت دیکھا کہ یار دوسرے صحابہ کے ساتھ نماز ادا کر رہا ہے تو اسے آزاد کر دیا۔ یہ سفر پندرہ دن میں طے ہوا اور بعض نے چھ دن کہا ہے اور بعض دوسروں نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ شوال ماہ کے پہلے دن تیسری صدی ہجری سے شروع ہوا۔

منظعون کے بیٹے عثمان کی وفات:

ہجرت کے اسی سال عثمان بن مظعون دوسرے جہان کو سدھارے۔ رسول خداؐ نے آپؐ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپؐ کو قبیعہ میں دفن کیا گیا۔ اور فرمایا اس کی قبر پر ایک شناختی نصب کر دیں اور چونکہ اس سر زمین میں غرقہ کے درخت فراواں تھے۔ اس قبرستان کا نام بقیع غرقہ پڑ گیا جو رسول خداؐ کی رضائی بہن کا نام تھا ایک روایت کے مطابق آپؐ کی وفات کے بعد پیغمبرؐ نے عثمان بن مظعون کے چہرے کا بوسہ لیا۔

امام حسنؑ کی ولادت:

ہجرت کے دوسرے سال حضرت امام حسنؑ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپؐ کے حالات زندگی آپ کے نام کی ترتیب سے لکھے جائیں گے۔

ابوعفک یہودی کا قتل:

اسی سال سالم بن عمیر نے جو بکاؤن قبیلے سے تھا۔ (بکاؤن کے معنی ہیں بہت زیادہ رونے والے) ابوعفک یہودی کو قتل کر دیا۔ اور اس ابوعفک کا تعلق بنی عمرو بن عوف سے تھا۔ اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی، رسول خدا کی ججو کہتا تھا۔ سالم بن عمیر نے اپنے آپ سے عہد کر لیا کہ اس ملعون کا قصہ پاک کر کے چھوڑے گا۔ یا پھر اس راہ میں جان کی بازی لگا دے گا۔ ایک مرتبہ وہ اس کے سونے کے کمرے میں چلا گیا اس نے تلوار کی نوک اس کے جگر پر رکھی جو جگر کے پار ہو گئی۔ ابوعفک نے چیخ ماری، اتنے میں اس کے گھر والے دوڑتے ہوئے آئے انہوں نے اسے مقتول پایا۔

کولار کی خان کا ظہور

دوسری صدی ہجری، مملکت ترکستان و تبت:

تاریخ التواریخ کی دوسری جلد میں کسی بائینال کی حکومت کا ذکر آیا ہے۔ اس کا ایک نائب تھا جو امور سلطنت میں اس کا ہاتھ بٹاتا تھا جس کا نام ارکی تھا۔ کیس بائی کا ایک بیٹا تھا جس کا نام قرمان خان تھا۔ جو اپنے والد کا ولیعهد تھا لیکن چونکہ باپ کی وفات کے وقت اس کی عمر کم تھی اور وہ امور مملکت چلانے کے قابل نہیں تھا۔ لہذا ایک نامور امیر جس کا نام قورقوت بتایا جاتا ہے، اس نے ۲۹۵ سال عمر پائی اور وہ ایک جہاندیدہ انسان تھا، ہر شیب و فراز سے واقف تھا اس کا تعلق باپات قبیلے سے تھا، اس نے یہ تدبیر سوچی کہ کیوں نہ قرمان خان کے جوان ہونے تک ارکی نظام حکومت چلائے اور جب بالغ ہو جائے تو تاج اس کے سر پر رکھ دیا جائے ملک کے امراء نے اس کی رائے کی بڑی تعریف کی اور ارکی کو کولار کی خان کے نام سے پکارا جانے لگا اس طرح زمام حکومت ارکی کے ہاتھ آ گئی۔ جب پانچ سال بیت گئے تو قرمان خان اچھے برے کی تمیز کرنے لگا تو ارکی خان نے زمام سلطنت دوبارہ اس کے حوالے کر دیا، جس کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔

تیسری ہجری قمری کے واقعات:

رسول خدا مکہ سے مدینہ آئے اس لئے اس سال کو سۃ التحمیں کا نام دیا گیا۔ تیسری ہجری قمری کے دوران پہلے غزوہ عطفان پیش آیا جسے غزوہ ذی امر اور غزوہ انماز بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ نجد کے مضافات میں واقع ایک گاؤں کا نام ہے۔

کہا جاتا ہے کہ رسول خدا کو یہ اطلاع ملی کہ بنی ثعلبہ اور محارب کے ایک گروہ نے ذی امر کے مقام پر اجتماع کیا ہے اور ان کا ارادہ مدینہ پر چڑھائی اور مال غنیمت حاصل کرنے کا ہے۔ حارث کا بیٹا جس کا نام دشور اور ایک روایت کے مطابق غورث ہے اس سلسلے کا سربراہ ہے۔ رسول خدا خود ۴۵ صحابہ کے ہمراہ فوری طور پر ذی امر کے مقام پر جا پہنچے۔ ان لشکر یوں کا سپہ سالار جبار گرفتار ہوا اور پیغمبر کی خدمت میں لایا گیا۔ آنحضرت نے اس کا حال احوال معلوم کیا۔ عرض کرنے لگا: میں نے تو سنا تھا کہ آپ سے کوئی نہیں مل سکتا اور آپ کے خوف سے بڑے بڑے پہاڑ اور ٹیلے کانپتے ہیں۔ پیغمبر نے اسے اسلام لانے کی دعوت دی تو اس نے اسلام قبول کیا اور بلال کا مصاحب بنا۔ اس دوران بادل چھا گئے اور مسلسل بارش ہونے لگی، لوگوں کے کپڑوں سے پانی بہنے لگا دھرا دھرا دوڑنے لگے اور اپنا ساز و سامان سنبھالنے لگے رسول خدا نے بھی اپنا لباس نچوڑا اور سوکھنے کے لئے درخت پر رکھ دیا اور خود اس درخت کے سائے میں آرام فرما ہو گئے۔ اس وقت دشور اور اس کے لشکر یوں نے پہاڑ کی چوٹی سے دیکھا کہ پیغمبر اپنے لشکر سے دورا کیلئے آرام فرما رہے ہیں تو اس نے موقع کو غنیمت جانا اور ہاتھ میں تلوار لئے دوڑتا ہوا آیا اور آ کر آپ کے سر کھڑا ہو کر بولا: اے محمدؐ ”من یمنعک الیوم؟“ آج کون ہے جو آپ کو مجھ سے بچائے؟ فرمایا: میرا خدا۔ ابھی اس نے یہ بات سنی ہی تھی کہ جبرائیلؑ فرمائے انہوں نے اس کے سینے پر ایک ایسا وار کیا کہ وہ پشت کے بل گر پڑا۔ اتنے میں رسول خدا نے تلوار ہاتھ میں لی اور اس کے سر پر جا کھڑے ہوئے اور فرمایا ”من یمنعک منی“ دشور نے کہا: یا رسول اللہؐ مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں۔

”اشہدان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ“

اس نے قسم اٹھائی کہ اب کسی کو ان کے خلاف نہیں ابھارے گا اور نہ ہی آپ کی مخالفت کرے گا۔ ”واللہ لانت خیر منی“ پس پیغمبر نے اس کی تلوار واپس کر دی۔ اور وہ اپنی قوم میں واپس چلا گیا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا تھا کہ تو نے محمد کے سر پر کھڑے ہو کر ان پر تلوار نہیں چلائی؟ دھتور کہنے لگا: اے قوم! میں کیا بتاؤں؟ جب میں نے ان پر وار کرنے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ ایک بلند قامت سفید رنگ شخص نے آ کر میرے سینے پر ایسا وار کیا کہ میں تاب نہ لاسکا اور پیٹھ کے بل زمین پر گر گیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ ایک فرشتہ تھا اور محمد خدا کے رسول ہیں اور میں ان پر ایمان لے آیا ہوں اگر تم کامیابی چاہتے ہو تو اس کی سنت کی پیروی کرو اور اپنے لوگوں کو بھی اس کی دعوت دو۔ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُفِّرُوا بَعَدُ إِذْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ الْكَلِيمَ“ (قرآن کریم ۵-۱۴)

یعنی اے ایمان والو! خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جب دشمنوں نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھایا تو خدا نے انہیں روک دیا۔

غرضیکہ اس کے بعد خدا کے پیغمبر مدینہ لوٹ آئے اور آپ نے یہ سفر دن و رات چل کر طے کیا۔

سر یہ قردہ:

ہجرت کے تیسرے سال سر یہ قردہ پیش آیا، سر یہ اس جنگ کو کہا جاتا ہے جس میں حضور نے خود شرکت نہ فرمائی ہو بلکہ کسی کو کمانڈر مقرر کر کے بھیجا ہو۔ قردہ، مدینہ سے دو منزل کے فاصلے پر ایک سرزمین کا نام ہے۔ غرضیکہ رسول خدا کو اطلاع ملی کہ قریش کا ایک قافلہ عراق کے راستے شام جا رہا ہے۔ کیونکہ غزوہ بدر کے بعد اس بات کا خدشہ تھا کہ یہ لوگ مدینہ کی طرف آئیں گے۔ ان کے قافلہ سالار صفوان بن امیہ، حوہ طب بن عبد العزی اور عبد اللہ بن ابی ربیع تھے۔ پس رسول خدا نے

اپنے غلام زید بن حارثہ کو سوار روئے کران کی طرف بھیجا۔ اور یہ پہلا سریہ تھا جس میں زید کو امیر لشکر بنایا گیا۔ غرضیکہ زید نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کے روٹ پر قبضہ جمالیا اور جو نہی وہ پنچے ان پر ہلہ بول دیا۔ ان کے کاروان سالار شکست کھا کر بھاگ نکلے اور اپنے پیچھے کافی ساز و سامان چھوڑ گئے۔ زید نے ان کا مال متاع ضبط کر لیا اور مدینہ چلے آئے۔ انہوں نے فرات بن صیان کو ایک دوسرے آدمی کے ہمراہ قیدی کر لیا لیکن چونکہ فرات بن صیان ایمان لیا آئے تھے لہذا انہیں چھوڑ دیا گیا اور دوسرے شخص کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ لیکن زید جو مال لائے تھے اس سے خمس کے طور پر بیس ہزار درہم الگ کر کے بقایا رقم سریہ میں شرکت کرنے والے مجاہدین میں تقسیم کر دی گئی۔ آپ نے زید بن حارثہ کے حق میں ارشاد فرمایا: ”خیر امراء السرایا، زید بن حارثہ، اعداء ہم فی الرعیۃ و اقسیم بالسوۃ“

کعب بن اشرف کا قتل:

ہجرت کے تیسرے سال ۱۴ ربیع الاول کو کعب بن اشرف یہودی قتل ہوا۔ اس سے جہاں تک بن سکتا تھا وہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا تھا اور رسول خدا اور آپ کے صحابہ کرام کی بھوکے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتا تھا۔ جب اس نے بدر کی خبر سنی تو مکہ چلا گیا اور وہاں مطلب بن ابی اور داع صیرۃ السبی کے گھر جا ٹھہرا۔ ابوالعیس بن امیہ کی بیٹی عاتکہ جو مطلب امیہ کی بیوی تھی، نے اس کی بڑی تعظیم کی۔ کعب نے کہا:

زندہ لوگوں کے لئے زمین کا شکم بہتر ہے چہ جائیکہ وہ بیٹھ دکھائیں، جنگ کے بعد اکابرین قریش پر زندگی حرام ہے۔ اس نے بدر کے مقتولین کے بارے میں یہ مرثیہ کہا:

طعمس رچی بدر لمھلک اھلہ و لمثل بدر استھل و یدمع
 قتلت سراۃ الناس حول حیاضہ لا تبعدوا ان الملوک تصرع
 ویقول اقوام ادل بھرم ان ابن اشرف ظل کعبا یجوع
 صدقوا فلینت الارض سائۃ قتلوا ظلت تیخ باھلہا و تصدع

بسمت ان الحارثین هشا مهم فی الناس بیسی الصالحات وجمع

لیزور شرب بالجموع وانما یسعی علی الحسب القدریم الاروع

وہ قریش کے مفتولین پر بہت رویا اور اس جماعت کو پیغمبرؐ کے خلاف ابھارا۔ جب مکہ

سے واپس آیا تو رسولؐ نے فرمایا:

”اللہم اکنفی ابن الاشراف بما شمت فی اعلانہ الشر وقولہ الاشعار

پس اصحاب کی طرف منہ کر فرمایا: کون ہے جو ابن الاشراف کے شر کو مٹائے؟ محمد بن مسلمہ نے کہا: یا رسول اللہ! اگر اجازت دیں تو اسے قتل کر دوں؟ فرمایا: ٹھیک ہے۔ عرض کیا: کیا میں اس کے ساتھ جس طرح کی باتیں کرنا چاہوں، کرنے کی اجازت ہوگی؟ فرمایا: کوئی حرج نہیں لیکن سعد بن معاذ کو ساتھ رکھو۔ پس محمدؐ نے اسعد ابونا نملہ جن کا نام سلطان بن سلاح بن وقش تھا اور اس کے علاوہ بنی عبد الأشمل، عباد بن بشر، حارث بن اوس بن معاذ اور ابوعلیس بن جبیر کو ساتھ لیا اور کعب کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابونا نملہ، کعب کا رضاعی بھائی تھا اور ایک روایت کے مطابق محمدؐ کو بھی اس کے ساتھ وہی نسبت تھی۔ غرضیکہ پہلے ابونا نملہ کعب کے گھر میں داخل ہوا اور کعب نے اس کا استقبال کیا۔ اور کافی دیر تک اشعار کا تبادلہ کرتے رہے۔ اس کے بعد ابونا نملہ نے تمہید باندھی بات شروع کی کہ یہ شخص ایک مصیبت بن کر ہم پر نازل ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے ہم تمام قبائل کے نشانے پر ہیں اور تجارت و منافع کے سارے راستے ہر طرف سے مسدود ہیں۔ اس کے علاوہ ہر وقت ہم سے صدقہ مانگتے ہیں اور غربت نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ کعب نے کہا: ابھی کیا ہے آگے دیکھنا کیا ہوگا۔ خدا کی قسم! تم پچھتاؤ گے۔ یہ بتاؤ مدینہ کے لوگوں کا اس کے ساتھ رو یہ کیسا ہے؟ کہا: یوں لگتا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد وہ لوگ اپنی بیعت سے پھر جائیں گے۔ کعب خوش ہو گیا۔ ابونا نملہ نے موقع غنیمت جان کر کہا: میرے ساتھ چند افراد ہیں ان کو تجھ سے حاجت آ پڑی ہے۔ وہ بھوکے ہیں انہیں کھانے کے سامان کی ضرورت ہے۔ اس کے بدلے جو چیز تمہیں چاہئے گروی رکھ لو۔ کعب نے کہا: اپنی عورتوں کو گروی رکھ دو۔ ابونا نملہ بولا: یہ نہیں ہو سکتا۔

تم تمام عرب میں خوبصورتی میں مشہور ہو ایسا نہ ہو کہ عورتیں تم پر عاشق ہو جائیں۔ کہا: اپنے بیٹوں کو میرے حوالے کر دو۔ اس کا بھی ابونا نلہ نے جواب دیا: ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اس طرح وہ ذلیل ہو جائیں گے۔ اور لوگ کہیں گے: تم لوگوں نے اپنے آپ کو گروہی رکھ دیا تھا۔ اگر تم چاہو تو ہم اپنا اسلمہ تمہارے حوالے کر دیں اور یہ اسلمہ ہم رات کو تمہارے پاس رکھ دیں گے۔ کعب مان گیا۔ اس طرح ابونا نلہ اس کے گھر سے باہر چلا گیا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پیغمبرؐ کی خدمت میں پہنچا اور صورت حال کی وضاحت کی اور رات کو آنحضرتؐ بمقبع غرقہ تک ان کے ساتھ آئے اور فرمایا:

”انطلقوا بسم اللہ۔ اللہ اعنہم“ وہ دوبارہ اس کے گھر گئے اور ان کے ساتھ جماعت مسافت طے کر کے کعب کے قلعے کے دروازے تک آئی اور آواز دی۔ کعب اپنی جگہ سے اٹھا تا کہ نیچے جائے، اس کے ساتھ سوئی ہوئی عورت نے کہا، کہاں جا رہے ہو؟ کہا، محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابونا نلہ مجھے پکار رہا ہے۔ بولی: بٹھہر جاؤ میں نے اس آواز کے ساتھ خون کی سرخی دیکھی ہے اس نے کعب کا دامن پکڑ لیا اور کہا میں تمہیں ہرگز نہیں جانے دوں گی۔ کعب نے کہا: اے بیگم!

”ان الکریم لودعی الی طقن لاجاب“

اگر کریم سے اس کو مارنے کے لئے نیزہ طلب کریں تو پھر بھی وہ اس سوال کو رد نہ کرے اور یہ تو میرا بھائی ابونا نلہ ہے کہ اگر مجھے سویا ہوا پائے تو جگانا پسند نہیں کرے گا۔ اس نے یہ کہہ کر بیوی سے جان چھڑائی اور نیچے آ گیا اور دوسری طرف محمد بن سلمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب تم دیکھو کہ میں نے کعب کے بال پکڑے ہیں تو تلواریں نکال کر اس کا کام تمام کر دینا۔ اس وقت کعب نیچے آیا اور یہ پانچ آدمی اس کے ارد گرد کھڑے ہوئے پیار و محبت کی باتیں کرنے لگے اور کہا آج رات کعبینہ کی پشت پر واقع گاؤں شعب عجز میں اس چاندنی رات میں ٹھہریں گے اور صبح تک ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کریں گے۔ کعب کو یہ بات پسند آئی۔ اس نے ابونا نلہ کا ہاتھ پکڑا۔ تھوڑا سا راستہ طے کیا۔ اس وقت ابونا نلہ نے کہا: یہ تم نے کونسا عطر لگایا ہوا ہے۔ میں نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی کہا، میں حال ہی میں نئی عورت لیکر آیا ہوں جو تمام عرب میں بہت

خوبصورت ہے۔ محمد بن مسلمہ آگے بڑھ گیا۔ اور اس کے آگے سے ہو کر اس کے بال پکڑے اور انہیں سونگھتے ہوئے پھر راستے پر چلنے لگا۔ پھر محمد بن مسلمہ نے ایسا ہی کیا اور کعب کے بال سونگھنے کے لئے اس سے اجازت طلب کی۔ اس مرتبہ اس نے اس کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑا اور ساتھیوں کو آواز دی کہ خدا کے دشمن کو زندہ نہ جانے دو۔ وہ تلواریں لے کر آئے اور انہوں نے اس پر حملہ کر دیا لیکن وہ ابونا نملہ سے چمٹ گیا اس لئے وہ اس پر وار نہیں کر سکے، وہ ادھر سے ادھر ہو جاتا تھا۔ اس پر کوئی وار کا نہیں ہو رہا تھا۔ حارث بن اوس نے اس پر کاری زخم لگایا اور اتنے میں محمد بن مسلمہ نے اپنی کرپان نکالی اور اس کے پیٹ میں گھسیو دی جس کے نتیجے میں کعب نے ایک زوردار چیخ ماری۔ یہ چیخ قلعے کے تمام کمروں میں پہنچی لوگوں کو پتہ چل گیا کہ کوئی بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کو سمجھانے کے لئے آگ کے آلاؤ جلانے لگ گئے۔ لیکن محمد بن مسلمہ اپنے دوستوں کے ساتھ کعب کا سر لئے مدینہ کی طرف جا رہا تھا۔ کعب کے لوگ قلعے سے نیچے آئے تاکہ انہیں تلاش کریں کہ اتنے میں چلتے چلتے راہ گم کر گئے۔ محمد بن مسلمہ صبح سویرے قلعے سے غرقہ پہنچ گیا۔ رسول خدا نماز فجر ادا فرما رہے تھے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد سارا ماجرا کہہ سنایا۔ انہوں نے کعب کا سر آپ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپ نے خدا کا شکر ادا فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا:

”أفلحت الوجوه، قالو: وو جھک یا رسول اللہ“ اس وقت آپ نے اپنا دھان مبارک حارث بن اوس طلی کے زخموں پر لگایا جس سے وہ صحت یاب ہو گئے۔ اور آپ نے فرمایا: آپ کو جو کافر ملے اسے زندہ نہ چھوڑیں۔ دوسرے دن کعب کے عزیز واقارب آپ کے پاس آئے اور عرض کیا:

آپ کیوں ہمارے کامرین کو بے جرم و بے خطا قتل کر رہے ہیں؟ فرمایا: ہماری ہجو نہ کریں اور ہمارے دشمنوں کو ہمارے خلاف نہ بھڑکائیں۔ انہیں مزید بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ لامحالہ چپ چاپ واپس چلے گئے۔ اور حسان بن ثابت نے کعب بن الاشرف اور کنانہ بن ابی الحقیق کے قتل کے موقع پر جو فتح خیبر کے دوران قتل ہوا۔ یہ اشعار کہے:

لله در عصابة الأتھم یا بن الحقیق وانت یا بن الاشرف

یردون بالبیض الخفاف علیکم
 بطراً کاسد فی عرین مغرف
 حتی اتوکم فی محل بلادکم
 فسقوکم ثقافاً بیض المشر فی
 مستبصرین انصر دین نبہم
 مستصغریں لکل امر مخف

یہودی حویصہ کا اسلام لانا:

ہجرت کے تیسرے سال حویصہ مسلمان ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ حویصہ اور مہیصہ دو بھائی تھے۔ ان کا تعلق یہودیوں سے تھا۔ پہلے مہیصہ ایمان لایا۔ اب زمانے میں کعب قتل ہو چکا تھا۔ اور رسول خدا نے صحابہ کو حکم دیا کہ جہاں کہیں کسی یہودی کو پائیں قتل کر دیں۔ مہیصہ دوڑتا ہوا گیا اور اپنے ہمسائے کسان کو قتل کر دیا۔ حویصہ نے کہا: اے بھائی یہ کیا کر دیا؟ ہم اس کسان کے احسانات تلے دبے ہوئے تھے۔ اس جیسا کہ کریم و مہربان یہودی کوئی نہیں تھا۔ مہیصہ کہنے لگا۔ خاموش رہو! پیغمبر اسلام نے یہودیوں کے قتل کا حکم دیا ہے لہذا اگرچہ تم میرے بھائی ہو لیکن مجھے تمہیں بھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اس نے بھائی کی بات سنی تو وہ ساری رات سو نہ سکا کیونکہ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ آخر کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور ہے جس کی وجہ سے میرا اپنا بھائی بھی مجھے قتل کرنے سے دریغ نہیں کر رہا۔ لہذا یہ سچا دین ہے۔ لامحالہ دوسرے دن پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہو کر کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

ابورافع یہودی کا قتل:

ہجرت کے تیسرے سال ہی ابورافع یہودی واصل جہنم ہوا۔ بعض نے اس کا قتل چوتھے، پانچویں اور چھٹے سال بھی لکھا ہے لیکن تیسرے سال کی روایات زیادہ مستند ہیں۔ غرضیکہ بعض نے اس کا نام عبد اللہ اور بعض نے سلام بن ابی الحقیق لکھا ہے کہا جاتا ہے کہ چونکہ کعب بن اشرف کا قاتل قبیلہ اوس سے تھا لہذا خزرج کے اکابرین نے کہا کہ ہم نہیں چاہتے کہ اوس کے قبیلے والے کعب کے قتل کی بنا پر ہم پر فخر کریں اس لئے ہمیں خزرج قبیلے کا کعب کے ہم پلہ شخص قتل کرنا چاہیے اور اس طرح ہم رسول خدا کی بارگاہ میں سرخرو بھی ہو جائیں گے۔ اور یہ شخص صفیہ کے شوہر

ابورافع کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ ابورافع کنانہ بن ابی الحقیق کا بھائی تھا، سرزمین حجاز کے نزدیک خیبر کے مضافات میں واقع ایک قلعہ میں رہائش پذیر تھا اور حجاز کے ساتھ اس کی تجارت تھی۔ پس عبداللہ بن عتیک، عبداللہ انیس، عبداللہ بن عتبہ، ابوقنادہ اور ایک اور خرزج کے شخص نے حضورؐ سے اجازت مانگی اور آنحضرتؐ کے فرمان کے مطابق ابن عتیک کو امیر بنا دیا گیا۔ پس انہوں نے خیبر کا راستہ اختیار کیا۔ وہ راستے پر چلے جا رہے تھے کہ بھولے سے ابورافع کے قلعہ کے دروازے تک جا پہنچے۔ سورج اس وقت پہاڑی پر تھا۔ لوگ اور ان کے مویشی قلعہ کے اندر جا رہے تھے۔ عبداللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں کو قلعے سے دور بٹھایا اور خود اس قلعے کے قریب چلے گئے جس طرح کوئی حاجت مند ہو اور آپ نے اپنا لباس سر پر کیا اور قلعہ میں داخل ہو گئے اور قلعہ کے ایک ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئے اور دور سے صورتحال کا جائزہ لیتے رہے۔ جب دربان نے دروازے بند کر دیئے اور قلعہ کی چابیاں ایک میخ سے لٹکا کر آرام کرنے لگا تو جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ شراب پی کر سو گیا۔ اتنے میں ابن عتیک اٹھا۔ اس نے چابی نکالی اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا تا کہ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو آسانی سے باہر نکل سکے۔ پھر وہاں سے ابورافع کے گھر کی طرف چل پڑا۔ اسے بالائی کمروں میں سے ایک میں لیٹا ہوا پایا۔ کوئی اس سے کہانی بیان کر رہا تھا۔ اس نے اس شخص کے جانے کا انتظار کیا۔ جب وہ چلا گیا اور ابورافع سو گیا۔ یہ اٹھا اور اس نے تمام گھروں کے دروازوں کو کنڈیاں لگا دیں تا کہ اگر کوئی ابورافع کی مدد کرنا چاہے تو نہ کر سکے۔ جب وہ اپنے طور پر مطمئن ہو گیا کہ ابورافع اور اس کا خاندان گہری نیند سو رہا ہے اب اس نے جب اپنے پردگرام پر عمل کرنا چاہا تو اندھیرے میں اسے یہ بھائی نہ دیا کہ ان افراد میں سے ابورافع کون ہے؟ اس لئے آواز دی کہ اے ابورافع! اس پر وہ نیند سے بیدار ہو گیا اور کہا: ”من ہذا؟“ ابن عتیک نے تلوار نکالی اور آواز آنے والی جگہ پر وار کر دیا لیکن وار خطا گیا۔ پھر دوبارہ آواز بدل کر کہا: (ماہذا الصوت؟) ابورافع نے کہا: (لاک الویل) ہمارے گھر میں کوئی مرد گھس آیا ہے۔ اس کی بیوی بولی: اے ابورافع! مجھے عبداللہ بن عتیک کی آواز لگتی ہے۔ ابورافع بولا:

تمہاری ماں تمہارا غم منائے، ابن عتیک یہاں کیا لینے آیا ہے؟

اس نے پھر اسی جگہ پر تلوار چلائی لیکن کام نہ بنا۔ اب تھوڑا آگے بڑھ کر تلوار ابورافع کے پیٹ پر رکھی اور دبایا۔ اس پر وہ تلوار اس کے کمر سے جانکی۔ اب اس نے واپسی کی راہ لی اور دروازے کھولتا ہوا سیڑھی تک آیا۔ چونکہ چاندنی تھی اس لئے ڈر بھی رہا تھا کہ کہیں پکڑا نہ جائے جو نہی سیڑھی سے اتر رہا تھا اور ابھی چند قدم نیچے آنا باقی تھا کہ سیڑھی گر پڑی، اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس نے ٹوٹی ہوئی ٹانگ پکڑی سے باندھی اور چل پڑا اتنے میں اس کے ساتھ بھی پہنچ آئے۔ ابورافع کے مرنے کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ اس طرح یہ لوگ وہاں سے چل کر مدینہ پہنچے اور وہاں جا کر رسول خدا کو ابورافع کے قتل کی خبر سنائی۔ آپ نے ابن عتیک کی پندلی پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو اس کے ٹانگ صحت مند ہو گئی۔

غزوہ نجران:

اور اسی سال ہی غزوہ نجران پیش آیا۔ اس غزوہ کے وقوع پذیر ہونے کا سبب یہ ہوا کہ حضور نے سنا کہ جماعت بنی سلیم نے نجران میں اجتماع کیا ہے اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کوئی چال چلنے کا ارادہ کیا ہے۔ پس رسول خدا نے اپنے اصحاب میں سے تین سو گھڑ سواروں کے ہمراہ ان کا اجتماع کا رخ کیا تا کہ انہیں مار بھگائیں آپ نے مدینہ میں ابن ام مکتوم کو جانشین مقرر فرمایا اور خود ان کی سر زمین کی طرف چل پڑے۔

جب بنی سلیم کی جماعت کو پتہ چلا تو وہ اپنی سر زمین میں بکھر گئے لامحالہ رسول خدا نے کسی دشمن کو نہ پا کر واپس مدینہ چلے آئے۔ یہ سفر دس دنوں پر مشتمل تھا اور ہجرت کے تیسرے ہی سال حضرت امام حسینؑ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ جس کی تفصیل اور آپ کے حالات آپ کے مبارک نام کی ترتیب سے مرقوم ہوں گے۔ اور اسی سال ہجرت کے تیسرے سال ماہ شعبان میں حصہ جو عمر بن خطاب کی بیٹی تھیں اور رمضان کے وسط میں زینب بنت حزیمہ رسول خدا کے ازواج مطہرات میں شامل ہوئیں۔ اس کی تشریح بھی آگے آئے گی۔

